یا مولا کریمؑ

هذا من فضل ربی

انتصارِ مظلوم

(اردو مسدس نظمیں)

شہزادہ فصیح البیان

رشحاتِ قلم

السیّد محمدؐ جعفرؑ الزمان نقوی البخاری

مصنف کا نام : مخدوم السید محمدؒ جعفرؒ الزمان نقوی البخاری

کتاب :انتصارِ مظلوم

مرتب : مہتاب آذفر

تکنیکی معاونین : علی رضا، بلال حسین

سنئہ اشاعت :2011ء

تعداد : 500

ایڈیشن :سوئم

پرنٹرز :فدک پرنٹنگ پریس لاہور

پبلشرز :القائم ویلفیئر ٹرسٹ (رجسٹرڈ) کراچی

کمرہ نمبر 11اے اینڈ کے چیمبر 14 ویسٹ اینڈ وہارف روڈ

کراچی نمبر 2 پوسٹ کوڈ 74000 پاکستان

فون نمبر 021-3220537,32311979,32311482

Email: klbehaider@yahoo.com

ملنے کا پتہ : المنتظرین پبلیکیشن جمن شاہ ضلع لیہ

فون نمبر : 0606460259

ویب سائٹ : www.Khrooj.com

www.jammanshah.com

Email.jammanshah@gmail.com

ISBN-969-8809-44-x

بسم الله الرحمن الرحيم

یا مولا کریم عجل الله فرجك و صلوات الله علیك

انتساب

اپنے مالکؑ و وارث، سیدی و مرشدی دام ظلہٗ تعالیٰ کے نام

کہ جن کے فیوضاتِ کرم سے

شعورِ انتصارِ مظلوم عطا ہوا

جعفر نقوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یا مولا کریمؑ عجل اللہ فرجک و صلوات اللہ علیک و علیٰ آبائک الطاھرین المعصومین

فہرست عناوین

...... ☆ ......

یا مولا کریمؑ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابتدائیہ

زیرِ نظر کتاب موسوم بہ ''**انتصارِ مظلومؑ**'' کا دوسرا ایڈیشن پیش کرنے کی سعادت حاصل کرنے پر پروردگارِ ملت و پروردۂ اِلٰہ کی تقدس مآب بارگاہِ قدس میں سر بہ سجود ہو کر شکر ادا کروں تو بھی شکر کا حق ادا نہیں ہو سکتا کیونکہ نصرتِ مظلوم جس رنگ میں بھی ہو اس کے اجرِ عظیم کا عقل احاطہ کر ہی نہیں سکتی

مگر میری یہ کاوش حصولِ اجر کیلئے ہرگز نہیں بلکہ یہ فقط اپنے محسن اعظم سیدی و مرشدی استادِ گرامی القدر شہزادۂ ذی وقار السید محمد جعفرؑ الزمان کی رضا جوئی کیلئے ہے کہ جنہوں نے زندگی بھر نصرتِ امام زمانہ عجل اللہ فرجہٗ الشریف کرتے ہوئے ہمیں یہی درس دیا ہے کہ اپنی زندگی کا ہر سانس اسی مشن اور مقصد کیلئے وقف کر دینا چاہیئے

میری بھی یہی کوشش ہے کہ انہوں نے تخلیق و تبلیغ و اشاعت کا جو سلسلہ اس ضمن میں شروع فرمایا تھا ان کے وصال الیٰ اللہ کے بعد اسے جاری رکھ سکوں

اگر آج وہ خود ہمارے درمیان موجود ہوتے تو نہ جانے اب تک ان کا سلسلۂ انتصارِ مظلوم کہاں تک پہنچ چکا ہوتا اس کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا

مجھے اپنی نا اہلی، کم ظرفی، کم علمی اور کم مائیگی کا بھرپور احساس ہے اور میں اپنی

خامیوں کا معترف بھی ہوں مگر اس کے باوجود اپنے مالک و وارث امام زمانہ علیہ الصلواۃ والسلام کو عطایائے شعور سمجھتے ہوئے توفیق طلب ہوں کہ جب تک زندہ ہوں اپنی آخری سانس تک اپنے استادِ گرامی القدر کے سلسلۂ اشاعت کو جاری رکھ سکوں ......آمین ثم آمین

اور مجھے گمان نہیں بلکہ نیک یقین ہے کہ وہ پاک ذات میری خامیوں اور میرے گناہوں سے حسبِ کرم و رحمت چشم پوشی اور درگزر فرماتے ہوئے نہ صرف مجھے توفیق عطا فرمانویں گے بلکہ اس معاملہ میں خود میری نصرت بھی فرمانویں گے کیونکہ یہ ایک آفاقی سچائی اور حقیقت ہے کہ جو شخص جہاں اور جب کسی بھی شعبۂ حیات میں نصرتِ امام وقت کا ارادہ کرتا ہے تو وہ غائب ذات پاک اس کی ہر حال میں نصرت و اعانت فرماتی ہے

خداوند قلم اور ناصرِ مظلوم یعنی میرے پیارے استادِ واجب صد احترام کی تخلیقات کی کرچیاں ان کی نوٹس بکس میں اور کچھ کمپیوٹر میں بکھری ہوئی ہیں جن کو یکجا کرنے کی کوشش میں مصروف ہوں اور انشاء اللہ بہت جلد بہت سی نئی چیزیں میں اپنے قارئین کے سامنے پیش کرنے کی سعادت حاصل کروں گا

اور اپنے قارئین سے ملتمس ہوں کہ وہ بھی میرے حق میں تہہ دل سے دعاگو ہوں کہ ربِ محمد و آل محمد علیہم الصلواۃ والسلام میری توفیقاتِ خیر میں اضافہ فرمانویں

جناب السید مظہر حسینؑ موسوی صاحب کے احسانات کا شکریہ ادا کرنا فرض سمجھتا ہوں کہ جنہوں نے میرے استادِ واجب العزت کی تمام تر کتب کی اشاعت کا کام فریضہ سمجھ کر سرانجام دے رہے ہیں یہ ان کی ذرہ نوازی اور احسان ہے

جناب علیؑ رضا قریشی صاحب، جناب بلال حسینؑ خان صاحب اور جناب مہر ابحر مہدیؑ صاحب کا شکر گزار ہوں کہ جو اس کام میں میرے دست و بازو بن کر بغیر کسی دنیاوی طمع و لالچ کے میری مدد میں دن رات کوشاں ہیں اور مجھے اس بات کا احساس بھی ہے کہ ان احباب کی معاونت کے بغیر شاید میں یہ کام نہ کر سکتا

میں خود بھی دعا گو ہوں اور اس کتاب کے ہر ذی عزت قاری سے بھی التماس ہے کہ وہ بھی دعا فرمائیں کہ ہم سب کو وہ نیک ساعت جلد از جلد نصیب ہو کہ جب مظلومِ دوراں اور چشم کرم سے پانی کی بجائے خون کے آنسو بہانے والے ہمارے امام وقت منتقم حقیقی بن کر اس دنیا میں تشریف لائیں اور ان کی ذوالفقارِ انتقام کی زد میں آ کر تمام ظالمین مع ظلم ختم ہوں اور اس دنیا میں محمدؐ و آلِ محمد علیہم الصلواۃ والسلام کی حکومت اِلٰہیہ ابد الآباد تک قائم و دائم ہو

ان پاک ماؤں کی گودی پھر سے آباد ہو کہ جنہوں نے اپنے معصوم لختِ جگر نصرتِ امام وقت میں خود پیش کیئے ......ان پاک بہنوں کو اپنے بھائیوں کی ابدی خوشیاں نصیب ہوں کہ جن کے پاک بھائی نصرتِ مظلوم میں کام آئے اور ان کی ترستی ہوئی نگاہیں آج تک اپنے بھائیوں کا راستہ دیکھ رہی ہیں

﴿آمین ثم آمین﴾

والسلام

دعا گو

مہتاب اذفر

یا مولا کریمؑ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعارف

''انتصارِ مظلوم'' آپ کے سامنے ہے، یہ انتصار کئی صدیوں سے جاری ہے، جب سے ظلم کی ابتدا ہوئی ہے مظلومیت کی حمایت میں سلسلۂ انتصار شروع ہوا ہے اور جب تک ظلم جاری رہے گا احتجاج کی صورت میں یہ انتصارِ مظلوم ساتھ رہے گا
شاعر کو معمارِ قوم اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ اپنے افکار سے ذہنیت کی تعمیر کرتا ہے، عقائد کی تعمیر کرتا ہے، قوم کے تجزیہ سے اشعار تعمیر کرتا ہے
جہاں شعر نے مختلف میدانوں میں معراج حاصل کی وہاں نصرتِ مظلوم میں بھی کسی پہلو سے پیچھے نہیں رہا، شاعر ہر دور کے خیالات کو جذب کرتا ہے اور اپنے اشعار میں انہیں سمو دیتا ہے کیونکہ ظلم صرف شرعی طور مذموم نہیں بلکہ عقلی طور پر بھی اس کی قباحت مسلم ہے ......مظلوم کی نصرت شعراء نے قلم سے یوں کی ہے کہ ظالم کے لفظ کو گالی بنا دیا ہے، جہاں تلوار و سناں کا جہاد ساکت ہوا وہاں سے انتصارِ مظلوم کی ابتدا ہوئی ،قلم نے تلوار کی جگہ سنبھال لی
جب شاعر نصرتِ مظلوم پر کمر بستہ ہو جاتا ہے تو جہادِ لسانی سے سلسلہء انتصارِ مظلوم شروع ہو جاتا ہے، پھر سیفِ زبان سے ایسی کاری ضربیں لگاتا ہے کہ شمشیر کا زخم تو مندمل ہو جاتا ہے لیکن وجودِ ظلم پر شعر کی ضربِ شدید ہمیشہ ہمیشہ ناسور ثابت

ہوتی ہے۔سورہ شوریٰ میں ہے کہ

☆وَلِمَنْ اَنْتَصَرَہٗ بَعْدَ ظُلْمِہٖ فَاُوْلٰئِکَ مَا عَلَیْھِمْ مِنْ سَبِیْل()

کہ جس نے مظلوم کی نصرت کی ظلم کے بعد اس پر کوئی الزام نہیں

یعنی اسے حق حاصل ہے کہ جو بھی کرے، پھر یہ کیوں کہا جاتا ہے کہ مظلوم کی تعریف اتنی زیادہ؟

ارے مظلوم ہے نا، کچھ لوگوں نے فتویٰ صادر فرمایا کہ انتصار مظلوم میں کہے گئے اشعار سے بھی روزہ باطل ہوجاتا ہے ان سے گذارش کروں گا کہ سورۂ شعرا میں ہے کہ ☆وَالشُّعَرَاءِ یَتَّبِعُھُمْ الْغَاوُن.......... الخ

شعرا کی اتباع گمراہ لوگ کرتے ہیں، تم نے دیکھا نہیں کہ یہ ہر وادی میں سر مارتے ہیں ☆اِنَّھُمْ یَقُوْلُوْنَ مَالَا یَفْعَلُوْن()

یعنی یہ جو کچھ کہتے ہیں وہ کرتے نہیں

اگر آیت یہاں پر ہی ختم ہوجاتی تو شعر سننا اور شعر کہنا مذموم تھا، شاعری کی قباحت مسلم تھی لیکن آیت مسلسل چلتی ہے اور ارشاد ہوتا ہے

☆ اِلَّاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَذْکُرُ اللّٰہَ کَثِیْرًا وَانْتَصَرُوْ مِنْ بَّعْدَ مَا ظَلَمُوْا...........الخ()

لیکن وہ شعراء جو ایمان لائے اور عمل صالح بجالائے اور ذکر خدا بکثرت کرتے رہے اور مظلوم کی نصرت کی ظلم کے بعد، یعنی یہ استثناء ہے ان شعراء کرام کیلئے کہ جنہوں نے اپنے قلم سے مظلوم کی نصرت کی ہے

جب قرآن انتصارِ مظلوم کی اپیل کرتا ہے، انتصارِ مظلوم کو واجب سمجھا جاتا ہے اور

انتصارِ مظلوم کو غلط فتوؤں سے بری قرار دیتا ہے تو نصرتِ مظلوم میں کہے گئے شعروں سے روزہ کیسے باطل ہوسکتا ہے؟ یہ تو مظلوم کی نصرت ہے یہ امامؑ زمانہ کی نصرت ہے اور یہ عبادت ہے اور عبادت سے عبادت کبھی باطل نہیں ہوسکتی

زیرِ نظر کتاب ''انتصارِ مظلوم'' آپ غور سے پڑھیں، اس میں آپ کو بہت نشیب وفراز نظر آئیں گے جو حقیقت میں شاعر کی ذہنی تدریج کے آئینہ دار ہیں جن مراحل سے آہستہ آہستہ ان کا ذہن گزرا ہے ان کا مسلسل رنگ آپ کو نظر آئے گا بچپن کی شعوری ناپختگی، لڑکپن کی شوخی، شباب کا جوش وتمکنت اور وقار یہ سب کیفیتیں آپ کو انتصارِ مظلوم میں نظر آئیں گی

زیست کی ان گلیوں سے شاعر کا جذبۂ انتصارِ مظلوم برابر گزرتا ہوا نظر آئے گا جہاں آپ کو طفلیت کی ناپختہ ذہنی نظر آئے گی وہاں شاعرانہ بلندیاں بھی بکثرت نظر آئیں گی، انہوں نے اپنے بچپن کے کلام کو قطعی تبدیل نہیں کیا، انہیں جب ازسرنو سارے کلام کو مرتب کرنے کا مشورہ دیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ وہ چاہتے ہیں کہ قارئین میری پختگی کی تدریج دیکھ سکیں کہ ایک شاعر بچپن سے شباب تک کن مراحل سے گزرتا ہے، اگر میں اپنے ابتدائی کلام کی خامیوں کو اب دور کروں تو میرا تازہ کلام ہوگا نہ کہ ابتدائی، اس لئے ان خامیوں کو رہنا چاہیے ورنہ میں اپنی خامیوں کو اچھی طرح جانتا ہوں

مقصد یہ ہے کہ اس کلام میں آپ شاعر کے بچپن کی تصویر بھی دیکھ سکیں گے

اب کچھ انتصارِ مظلوم کے مصنف ''السید محمد جعفرؒ الزمان نقوی البخاری صاحب'' کے بارے میں

تقریباً آٹھ سال قبل بندہ کو ان سے شرفِ ملاقات حاصل ہوا، پہلی ہی ملاقات میں ذہن ان کی ہمہ صفت شخصیت کا قائل ہوگیا اور ان کی شاعرانہ عظمت کو بھی تسلیم کیا

ان کا کلام علم وادب کا حسین مرقع ہونے کے ساتھ ساتھ با مقصد اور فکری طور پر بہت بلند ہے، آپ کی دلپذیر شخصیت اور اعلیٰ اخلاق کا اثر ہے کہ بندہ ان کی صحبت کا شرف حاصل کر کے علمیت اور مقصدیت میں فیضیاب ہورہا ہے، ان کی شاعری کے بارے میں جو کچھ معلوم ہوا اس کا مختصر خلاصہ پیش ہے

بچپن میں ان کے بڑے بھائی قبلہ السید محمدؐ باؐقر الزمان نقوی صاحب کا اثر ان پر بہت زیادہ ہوا کیونکہ وہ بہت معیاری شاعر ہیں، نو سال کی عمر میں جناب سید محمدؐ جعفرؐ الزمان نقوی صاحب نے شاعری کی ابتدا فرمائی، بارہ سال کی عمر میں اپنے علاقائی ماحول میں انہیں شاعر تسلیم کیا گیا، اسی زمانہ میں ان کی ملاقات قبلہ حاجی نظام الدین رُبا صاحب سے ہوئی جنہوں نے آپ کو علمِ عروض، صنائع، بدائع، تلمیحات وغیرہ سے آشنا کیا اور جن سے آپ نے اصلاح لینا شروع کی

رُبا صاحب ایک کہنہ مشق شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ ایک بہت تقدس مآب شخصیت کے حامل تھے، پھر آپ کا اپنا ماحول عالمانہ تھا اس علمی فضا اور مذہب کا اثر آپ کے ذہن پر گہرا ہوا، یوں رُبا صاحب کے زیر سایہ آپ کی شاعری خوب پھولی پھلی 1973ء میں رُبا صاحب وفات پا گئے پھر آپ نے کسی سے کچھ نہیں سیکھا کیونکہ اس عرصہ میں شاعری کے نشیب وفراز سے واقف ہو چکے تھے

1976ء کے آغاز میں مولوی غلام محمد محمودیؔ تونسوی صاحب سے رابطہ قائم ہوا

انہوں نے آپ کا کلام پڑھا اور بہت غور پڑھا، بہت حوصلہ افزائی فرمائی اور ایک منظوم خط بھی لکھا جو آئندہ سامنے آئے گا انہوں نے جناب السید محمد جعفرؒ الزمان نقوی البخاری کو بہت اچھے مشوروں سے نوازا آج جبکہ آپ کا سِن مبارک صرف ۲۴ سال ہے اس ذہنی بلندی کو دیکھ کر یہ کہنے میں بالکل باک نہیں کہ یہ کمسن شاعر مستقبل کے عظیم شاعر ثابت ہوں گے

آخر میں بندہ ان کی عنایات واحسانات، ذرہ نوازی کیلئے شکریہ بجا لاتا ہے اور ان کے مقصد عظیم کے پوارا ہونے کے لیے دعا گو ہے

پروفیسر شمیم اعجاز

پرنسپل گورنمنٹ کالج شورکوٹ

یا مولا کریمؑ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ حال

ماحصل ہے یہ میرے شعروں کا
بر محل نقطۂ ادق کشفی
من نہ دانم مفاعلن فعلن
شعر گویم بہ غرض حق کشفی

میرا مقصد زندگی شاعری نہیں اور نہ ہی نام پیدا کرنا ہے کیونکہ میں پروفیشنل شاعر بننا نہیں چاہتا بلکہ میرا مقصد حیات حقوقِ امامؑ زمانہ کی اشاعت ہے، ہر مکتبہ فکر کو نصرتِ امامؑ زمانہ کی اپیل کرنا ہے، یہی اپیل مختلف زاویے سے منظر عام پر لاتا ہوں

آج جبکہ سائنس اپنے بام عروج تک پہنچ چکی ہے، لَا یَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَام کی حدوں کو پیچھے چھوڑ چکی ہے، یُحْیِی وَیُمِیْتُ کی سرحدوں کو کراس کر رہی ہے، یُنَزِّلَ الْغَیْثُ پر قدرت حاصل کر چکی ہے، تو ہمیں بھی چاہیے کہ ہم قدرتِ آل محمدؐ کا از سر نو جائزہ لیں، علم توحید کا نئے سرے سے تجزیہ کریں، اپنے عقائدِ حق کو سائنس کی روشنی میں پھر مرتب کریں، جو بھی فضائل آل محمدؐ پر گفتگو کرے اس پر غلو

کا فتویٰ صادر کرنے کی بجائے یہ غور کرنا چاہیے کہ ان عقائد میں خداوند ازل کی توحید کا استحکام تو نہیں، سائنس کے خلاف ہمیں عقائد خاتم میں یہ دیکھنا چاہیے کہ کہیں اس میں اسلام کی جڑیں تو کمزور نہیں کر رہے؟ اس لئے میں نے فضائل آل محمدؐ کو منظوم کرنے کی کوشش کی ہے اور قدامت پرستی کو خیر باد کہتے ہوئے جدید نظریات کو سامنے رکھ کر نصرت مظلوم پر قلم اٹھایا ہے اور انصارِ مظلوم تک نوبت آئی ہے، میں نے نصرتِ مظلوم کی اپیل ہر طبقے کے سامنے پیش کرنا تھی اس لئے مجھے کئی زبانوں کا سہارا لینا پڑا اس لئے میرا کلام کئی زبانوں پر مشتمل ہے گو اس میں میں نے صرف اردو کلام جمع کیا لیکن میری شاعری اردو، سرائیکی، پنجابی، سندھی، پوربی، فارسی، عربی، اور پشتو میں بکھری ہوئی نظر آئے گی لیکن میری توجہ اردو اور سرائیکی پر مرکوز ہے اور تقریباً جملہ رائج الوقت اصناف سخن پر میں نے خامہ فرسائی کی ہے اور جملہ صنائع بھی آپ کے دیکھنے میں آئیں گے

میں نے اپنی طرف سے ہمیشہ یہ کوشش کی ہے کہ عالمانہ بحث میں عالمانہ زبان استعمال کروں اور ماڈرن ویوز (Views) پر ماڈرن زبان استعمال کروں، اور عوام سے تخاطب میں ان کی زبان کا خیال رکھوں، ان کوششوں میں کہاں تک کامیاب ہوا ہوں یہ فیصلہ آپ کو کرنا ہے

میری ابتدائی شاعری میر انیسؔ اور مرزا دبیرؔ سے متاثر نظر آئے گی لیکن بتدریج نئے الفاظ اور لیٹسٹ ڈکشنری بھی شامل کرنا پڑی

بقول استاد گرامی قبلہ رُباؔ صاحب کہ گھسے پٹے مضامین کو بار بار منظوم کرنا جگالی کرنے کے مترادف ہے، جو شاعر نئی بات نہیں کرسکتا اسے شعر کہنے کی بجائے اپنی

حسب منشا دوسروں کے شعر پڑھنا چاہئیں

میں نئی بات کہنے میں کس حد تک کامیاب ہوا ہوں یہ فیصلہ بھی قارئین پر چھوڑتا ہوں آخری گذارش کروں گا کہ اگر انتصار مظلوم میں کوئی بات آپ کو پسند آئے تو میرے آقا میرے مولا امامِ زمانہ حجتہ ابن الحسن علیہ السلام کو دعا دیں اور اگر کوئی بات ناگوار گزرے تو میرے قلندرانہ فکر پر فتویٰ صادر کرنے کی بجائے ایک قلندر سمجھ کر درگزر فرمائیں

اس کتاب کے تعاون کے سلسلے میں اپنے آقا کی بارگاہِ قدس میں اس حقیر کا بھی سجدۂ تعظیمی قبول فرمائیں

اپنے عزیز دوست پروفیسر شیمم اعجاز اور قبلہ محمودؔی صاحب اور برادرم سید ذوالفقار علی شاہ اور برادرم شیراز زیدی کا بندہ مشکور ہے کہ انہی کی تحریک سے یہ کتاب عالم وجود میں آئی

اور اس سلسلے میں اپنے مہربان فقیر نور جعفری صاحب اور اپنے استاد گرامی قبلہ حاجی نظام الدین صاحب رؔبا کو بھی فراموش نہیں کرسکتا

یہ کتاب میں بارگاہِ امامِ زمانہ میں پیش کرتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ میرے ٹوٹے پھوٹے الفاظ کو اپنی رحمتِ کثیر سے شرفِ قبولیت عطا فرمائیں گے

والسلام

جعفر نقوی

یکم جنوری 1978ء

یا مولا کریمؑ

منظوم خط

حسب ذیل منظوم خط قبلہ محترم غلام محمدؐ صاحب محمودی نے تونسہ شریف سے بھیجا ہے جو ان کے جذباتِ بزرگانہ کا آئینہ دار ہے وہ خط بجنسہٖ ملاحظہ فرمائیے

عشرۂ کاملہ پہ کی جو نگاہ
عَشْرِ اَمْثَالِھَا کے دُر پائے
خاک کفش ان کی میں تو چوموں گا
جو بھی محمودی قلبِ حر پائے

اہل جس گھر کے باؔقر و جعفرؑ
گھر کا گھر طالب حسینؑ بنا
دل منور ہو کیوں نہ محمودی
ہادی حیدرؑ کا نور عین بنا

میرا ایماں ہے اے نبیؐ زادے
آپ کی شاعری ہے الہامی

لاکھ نفرین کذب گوئی پر
ہے مری یہ حقیقت آشامی

کمسنی میں یہ عظمت سخنی
کیوں نہ قرباں ہو روحِ بسطامی

فارسی کی حسین بندش پر
داد دیتے ہیں حافظ و جامی

نیک ماں باپ دیکھتے ہیں سدا
نیک بچوں کی نیک انجامی

دین کے کام جو نہیں آتے
منہ دکھاتی ہے ان کو ناکامی

ان کی کوئی کرے حمایت کیا
جن کے اثناء عشر ولی حامی

آپ نے مجھ کو نامور سمجھا
ورنہ میں اور کنج گمنامی

آیا محمودی پر دکھائے گا
آپ کی شاعری کی کیا خامی

یا مولا کریمؑ

استادِ گرامی جناب حاجی نظام الدین رُباؔ صاحب

آسمانِ شاعری کے ماہِ کامل تھے رُبا
اور سبھی اوصافِ حسنہ کے بھی حامل تھے رُبا

جن کے منتظرین کی صف میں ہے شامل کبریا
ان کے منتظرین عالی جاہ میں شامل تھے رُبا

جعفرؑ ان کو اپنے قدموں میں رکھیں سلطان دیں
واللہ تعجیل فرج کے خاص عامل تھے رُبا

یک ہزار و نہ صد و ہفتاد و سہ تاریخ وصل
حق پرست حق بین و حق گو حق سے واصل تھے رُبا

......☆......

یا مولا کریمؑ

تصورِ توحید

اے علمِ خفی حلقہء اِدراک میں آ جا
تقدیس وِلا کی نظرِ پاک میں آ جا
اے برقِ تمنا میرے خاشاک میں آ جا
اے فخرِ مسیح ذہن کے افلاک میں آ جا
خامہ کی زباں لذتِ گفتار اٹھائے
تحریر میری کفر پہ تلوار اٹھائے

مدحت کیلئے لعل اگلنے لگے خامہ
حق کہنے کو ہاتھوں میں مچلنے لگے خامہ
حق کہہ کے مسرت سے اچھلنے لگے خامہ
خود سانچہءِ توحید میں ڈھلنے لگے خامہ
رخسارہءِ عظمت جہاں پردے کو اٹھائے
عارض پہ تیرا نام ہمیشہ نظر آئے

اے برقِ خرد خوشۂ تکفیر جلا دے
اور پردۂ اسرار کے پردوں کو ہٹا دے
توحید کے پردے میں نہاں چہرہ دکھا دے
اور چشم عقائد کو حقیقت کی جلا دے
ہو سرمہءِ مازاغ ہر اک چشم خرد میں
انسان نہ جل جائیں کہیں نارِ حسد میں

توحید جو اذہان کے زینوں سے اجل ہے
توصیف کا میدان ، نہ کہنے کل محل ہے
گفتن یہاں خود خاکہءِ وحدت میں خلل ہے
اس باب میں ملکوت کا ادراک بھی شل ہے
یہ جتنے بھی قرآن میں اوصاف خدا ہیں
توحید نہیں صرف یہ توحید نما ہیں

بے مثل ہے پر لاکھوں صفات اس کے ہیں آئے
قرآن نے ہر آن جو عالم کو بتائے
ان سے وہ ضروری نہیں پہچانا بھی جائے
خالق ہے وہ فہمید میں آئے یا نہ آئے
اوصاف میں محدود نہیں شانِ الٰہی
اللہ اجل ، دیکھئے فرمانِ الٰہی

اوصاف تو مفروضہ مثالوں کی طرح ہیں
بچوں کے یہ گم گشتہ خیالوں کی طرح ہیں
تدریس کی تاکید پہ چالوں کی طرح ہیں
توحید کے بارے میں سوالوں کی طرح ہیں
اوصاف تو توحید سمجھنے کیلئے ہیں
الٹا نہ یہ اوصاف الجھنے کیلئے ہیں

اوصاف تو توحید بتانے کیلئے ہیں
اور جھوٹے خداؤں کو مٹانے کیلئے ہیں
یہ روزنِ در ، حق کے دکھانے کیلئے ہیں
توحید کے اسرار جتانے کیلئے ہیں
اوصاف دریچے ہیں بہشت احدی کے
لیکن یہ دریچے نہیں توضیح جلی کے

ہر وصف جو ہے روزنِ توحید خدا ہے
اور جھانکنا ان روزنوں سے فرض ہوا ہے
توحید کو گر دیکھنا چاہو کہ وہ کیا ہے
ہاں انہی جھروکوں ہی سے جھانکو تو بجا ہے
لیکن کسی روزن کو خدا تم نہ سمجھنا
ہیں راہِ ہدیٰ عین ہدیٰ تم نہ سمجھنا

خالق کے سبھی اسم ہیں اسمائے صفاتی
لکھا ہے کہ خالق کا بس اک نام ہے ذاتی
ہر صفت تو ہے حلقہءِ تفہیم میں آتی
اور فہم تو توحید کو چھو بھی نہیں پاتی
اوصاف تو فرسودہ خیالات کا رد ہیں
ہرگز نہ سمجھنا یہی اللہ الصمد ہیں

کچھ کہتے تھے خالق بھی تو بیٹا ہے کسی کا
اور پانچ سو فرزند ہے ذاتِ ازلی کا
قرآن میں تب آیا یہ فرمان جلی کا
کوئی باپ نہ بیٹا ہے خدائے ابدی کا
میں لم یلد ازلی ہوں خدائے دو جہاں ہوں
کہہ سکتا نہیں کوئی کہ میں کیا ہوں کہاں ہوں

ہاں لم یلد اس کو جو کہیں بھی تو بجا ہے
لیکن یہ حقیقت ہے کہ وہ اس سے علیٰ ہے
لم یولد کل خلق کو اس نے بھی کہا ہے
ہاں ناقہءِ صالح کو کہو کس نے جنا ہے
آدم اَنَا لَمْ یُوْلَدْ اگر آن میں کہہ دے
لا ریب خدا آپ ہی قرآن میں کہہ دے

جو دنبہءِ قربانی کہ تھا خلد سے آیا
تھا لم یلد اس کو بھی خدا ہی نے بنایا
اور کفو بھی اپنا وہ کوئی ساتھ نہ لایا
اس نے بھی کسی کے نہ جنا تھا نہ جنایا
میں لم یلد اس دنبے کو کہہ دوں تو بجا ہے
پر مُلا تو کہتا ہے فقط میرا خدا ہے

لکھا جو یَکُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ ہے خدا کو
بیوی سے کہا پاک ہے ربِ دوسرا کو
اور پیش کیا ہے یہاں حسنیٰ اسماء کو
رد کرتا ہے ہر اسم خیالِ جہلا کو
انساں بھی نگہبان و مہرباں ہے کسی کا
اس سے نہیں مطلب کہ وہ یزداں ہے کسی کا

فرعون کے رتال جو گیتی کے مکیں تھے
آئندہ کے دانندہ تھے مسلم بھی نہیں تھے
اور یَعْلَمُ مَا تَكْسِبُ عالم کے امیں تھے
وہ غیب کے عالم بھی تھے گو زائچہ بیں تھے
جنات کا بھی دنیا سمجھتی ہے یہ معیار
لَا تُدْرِكُ اَبْصَارُ وَ لَا يُدْرِكُ الْاَبْصَار

کافر میں بھی اوصافِ خدا ہوں تو بجا ہے
دیکھو تو فقط عادل و جواد خدا ہے
نوشیرواں کو عدل سے عادل بھی لکھا ہے
حاتم کو سخاوت ہی سے جواد کہا ہے
حاتم کو سخی کہنا کہو شرکِ خدا ہے
حالانکہ صفت اِس کی ، یہ اُس ہی کی عطا ہے

اور یحیٰ کے مصداق تو تھے حضرت عیسیٰ
ٹھوکر سے جِلا دیتے تھے صد سال کا مردہ
پھر شپرا کی تخلیق سے خالق ہے مسیحا
گائے کا ہے دم یحیٰ ، پڑھو سورۂ بقرا
اوصاف کے بٹ جانے سے وحدت میں خلل ہے
قرآن تو کہتا ہے خدا اس سے اجل ہے

اللہ کے معنی بھی ہیں حیران کنندہ
حیران یہاں کرتا ہے خود بندے کو بندہ
خالق ہے اگر حیی تو ہیں حوریں بھی زندہ
ان سے بھی بہت دور ہے یہ موت کا پھندہ
رب پالنے والے کے معانی میں ہے آیا
خاوند کو خداوند ہے لغتوں نے بتایا

کہتے ہیں بصیر اور سمیع رب کے ہیں اسما
وَجَعَلْنَا سَمِیْعُ تو وہ انساں سے ہے کہتا
لوگوں نے عزیز اور کریم اس کو ہے لکھا
کافر کو ان اسماء سے مخاطب بھی ہے کرتا
ان ناموں میں پوشیدہ کہاں شانِ خدا ہے
ذُق اَنْتَ عَزِیْز اور کریم اس نے کہا ہے

غائب ہے خداوند تو غائب ہیں کئی اور
الیاس پہ ادریس پہ عیسٰی پہ کریں غور
اور خضر کو غائب ہوئے بیتے ہیں کئی دور
اور غیبت سرکارؐ کا تو اور ہی ہے طور
خالق اگر اوصاف نہ مخلوق میں رکھتا
خود عالمِ امکان نہ وحدت کو پرکھتا

خالق جو ہے قدوس تو خود قدسی بھی ہیں پاک
پاکیزہ ازل سے ہیں سدا ساتوں ہی افلاک
ملکوت بھی تو نیند کے کھاتے سے ہیں بے باک
خالق کو تعالیٰ اللہ سدا کہتا ہے ادراک
یہ نقطۂ عرفاں ہے اگر دل میں سمائے
یہ اوجِ تخیّل ہے اگر ذہن میں آئے

خالق کو خدا تم بہ ایں اطوار نہ کہنا
اور حامل اوصاف کو جبار نہ کہنا
جو لم یلد ہو اس کو بھی قہار نہ کہنا
اوصاف کو توحید کا معیار نہ کہنا
اوصاف تو خود عقل کے پرواز کی حد ہیں
وحدت کی رسائی میں کلید ابجد ہیں

ہاتھ اس کے ہیں، پیر اس کے ہیں، یہ اس نے کہا ہے
قرآن بتاتا ہے کہ اک وجہِ خدا ہے
اور اُذنِ خدا ، عینِ خدا تک بھی لکھا ہے
اور جسم سے بھی پاک وہ ربِ دوسرا ہے
اعضا بھی ہیں اس کے پہ نہیں اس کا کوئی جسم
بالیدہ ہے افہام سے توحید کی یہ قسم

جو عضو خدا لکھے ہیں ہر ایک بجا ہے
اعضا سے بھی ہے پاک کہ وہ رب علا ہے
اعضا کے پس پردہ وہ خالق یوں چھپا ہے
انسان میں مخفی جیسے انساں کی انا ہے
اعضا جو کریں کام تو ہے کام انا کا
مظہر جو کریں کام تو ہے نام خدا کا

اک نام خدا بندے کو مل جائے تو کیا ہے
کیونکہ وہ خدا ناموں کی جہتوں سے جدا ہے
مومن جو کہ قرآن اک نامِ خدا ہے
پر بندے کو مومن اسی خالق نے کہا ہے
اسمائے خدا دینا اگر شرک کہو گے
خالق کے اسی فعل سے گھاٹے میں رہو گے

عالم کے تعارف میں بھی یَخْشَی اللّٰہ ہے آیا
خالق کو تعالٰی اللہ ہے قرآں نے بتایا
سلبیہ صفاتوں میں بھی جو آئی ہے آیہ
ہر شرک سے بالا ہے مرے رب کو دکھایا
وہ خمسہ حواسوں سے تو اوجھل بہ نظر ہے
احساس پہ صرف اس کے تقدس کا اثر ہے

وہ علم کا خالق ہے نہ کہ وہ علم کا حامل
مجری ہے عمل کا وہ عمل کا نہیں عامل
وہ فعل کا خالق ہے نہ کہ فعل کا فاعل
تکمیل وہ کرتا ہے نہ کہ آپ ہے کامل
اوصاف کے اجزا کا مرکب نہیں خالق
ارباب کا رب ہے وہ فقط رب نہیں خالق

مدرک نہیں بلکہ ہے وہ ادراک کا خالق
بالا ہے ارادے سے وہ افلاک کا خالق
قادر نہیں قدرت کے ہے خاشاک کا خالق
عرشوں پہ نہیں مقصدِ لولاک کا خالق
برسائے جو مینہ اس کو خدا ہم نہیں کہتے
افعال سے ربِ دوسرا ہم نہیں کہتے

مشرک ہے شریک اس کا بنائے جو کہ ذاتی
کافر ہے جو کہلاتا پھرے لاتی مناتی
پر رب نے شریک اپنے بنائے ہیں صفاتی
اوصاف عطا کرنے سے وحدت نہیں جاتی
صنعت کی ثنا بھی گویا صانع کی ثنا ہے
مخلوق کی تعریف بھی تعریف خدا ہے

ہر صفت کی اک مثل نہ دنیا میں گر آتی
اس کی صمدیت کبھی پہچانی نہ جاتی
توحید جو مخلوق میں صورت نہ دکھاتی
انسانی خرد تا بہ ابد چین نہ پاتی
انساں کے تیقن کیلئے یہ تھا ضروری
قائم نہ رہے خالق و مخلوق میں دوری

اَدْرَاکَ مَثَلُ الْاَعْلٰی کی اک نص صریح ہے
مولا کی احادیث میں اس کی تشریح ہے
بے مثل ہے وہ خالقِ عالم یہ صحیح ہے
پر مثل میں اور مثل میں اک فرق وضیح ہے
ہے مثل شریک اصل سے بالاصل ہی ذاتی
اور مثل کی خود اصل سے شرکت ہے صفاتی

فرمان ہے ہم چودہ ہی مثلیں ہیں خدا کی
ہر اپنی صفت ہم کو ہے خالق نے عطا کی
ہوتی ہے عبادت تو ہماری ہی انا کی
جھکتا ہے شب و روز ہر ایک نوری و خاکی
وہ واحدِ مطلق ہے تو ہم چودہ احد ہیں
خالق جو صمد ہے تو ہمیں روحِ صمد ہیں

اوصافِ خداوندی کا اظہار ہمیں ہیں
ہم قادر و جبار ہیں قہار ہمیں ہیں
اظہارِ کرم کیلئے ستار ہمیں ہیں
وہ مالکِ مطلق ہے تو مختار ہمیں ہیں
کن ہم نے کہا تھا کہ ہمیں حق کی زباں ہیں
آدم کے ہمیں رب ہیں کہ ہم ربِ جہاں ہیں

ہم چودہ ہی اوصاف اِلٰہی کے امیں ہیں
افلاک کے خالق بھی ہیں ، گو ربِ زمیں ہیں
کونین کے رزّاق ہیں گو خاک نشیں ہیں
اور مظہرِ اوصافِ خداوند ہمیں ہیں
انساں کے مشابہ بھی ہیں توحید نما بھی
مخلوق کی صورت بھی ہیں ، اعضائے خدا بھی

طائف کا وہ بازار وہ کفار کے حملے
اک پیکر وحدت پہ وہ اشرار کے حملے
پتھر کے کبھی تیر کے تلوار کے حملے
پیدل کے کبھی اور کبھی ہسوار کے حملے
زخمی ہے بدن ، ہونٹوں پہ ہر آن دعا ہے
یہ شانِ خداوندی نہیں ہے تو یہ کیا ہے

وہ غصب فدک اور وہ محسنؑ کی شہادت
تضحیکِ مسلسل پہ وہ اندازِ صداقت
در پاک پہ آتش اور وہ امت کی جسارت
ہر ظلم پہ بھی رد عمل میں صمدیت
کیا شانِ رؤوفی میں ابھی کوئی کمی ہے
انصاف کی نظروں میں یہی شانِ جلی ہے

وہ مسجد کوفہ ، وہ سر پاک دو پارا
محراب و مصلیٰ پہ بہا خون کا دھارا
اس پر بھی وہ رحمت کہ نہ ہو جس کا کنارا
قاتل پہ عنایت کا ہے انداز بھی نیارا
یہ لبن و عسل دیتے ہیں کیا شانِ عطا ہے
انداز یہ کہتا ہے یہی شانِ خدا ہے

وہ شام کے فرعون کا فرعون سا انداز
تحصیلِ حکومت کیلئے طرزِ گناہ ساز
یاں حلم اِلٰہی کا نیا کھلتا ہوا راز
شانِ صمدیت میں بھی توحید سا اعجاز
خالق کی طرح ظاہری حشمت سے کنارا
ستاریءِ توحید کا اظہار ہے سارا

وہ صبر خداوندی و رحمت کا وہ اظہار
آلام سے مجروح بھی ، آلام سے بیزار
اکبرؑ کی شہادت پہ بھی درگزر پہ تیار
بعد از ستم خلق بھی وہ پیکر غفار
ظاہر ہے ، کریمی کہو ، قہار نہیں یہ
کیا خالق کونین کا کردار نہیں یہ

اوصافِ خدا جملہ اگر ایک نظر ہوں
اوصافِ تبیان سلف ان میں اگر ہوں
پھر ایک ہی مرکوز پہ ان سب کے اثر ہوں
اور صورت اظہار میں وہ مثل بشر ہوں
پھر خالق کونین وہی شکل دکھائے
عالم یہ پکارے کہ محمدؐ نظر آئے

وہ ایک نہیں ایک کا خالق ہے اجل ہے
یکتی وہ نہیں یکتی کا خالق بہ ازل ہے
بے اسم ہے ، بے جسم ہے ، بے فعل و عمل ہے
بے صفت ہے ، بے ذات ہے ، درگاہِ اجل ہے
اسماء تو سبھی حرف ہیں اور حرف ہیں مخلوق
اوصاف سبھی ظرف ہیں اور ظرف ہیں مخلوق

توحید کی اک ایسی فضیلت میں بتا دوں
آئینۂِ افہام کو عرفان سے جلا دوں
بے شرکت غیراں جو صفت ہے وہ سنا دوں
توحید کی اک حد فضیلت میں دکھا دوں
اس صفت سے ہے عقل عوالم متذبذب
اعلیٰ ہے وہ یوں آلِ محمدؐ کا بھی ہے رب

لازم ہے تقیہ بھی بتانا بھی ضروری
عالم کو رہِ حق ہے دکھانا بھی ضروری
نا اہل سے حق بات چھپانا بھی ضروری
پردہ روئے خالق سے ہٹانا بھی ضروری
جعفرؑ یہ حسیں راز ہے غائب کا حسیں راز
خاموش کہ اس راز کا کوئی نہیں ہمراز

......☆......

قطعہ

غیبت شاہِ زمن کیا ہے نظر کا پردہ
جب وہ حاضر ہیں تو غیبت پہ نہ تکرار کرو

طور اور عرش پہ جانے کی ضرورت کیا ہے
اپنے ہی قلب کی گہرائی میں دیدار کرو

یا مولا کریمؐ

سرتاجِ رسل

الفتِ توحید کا تو ہے اچھوتا انتخاب
حسن تیرا چشمِ ہستی کی دعائے مستجاب
عرش کے بیتِ عروسی میں تو حسنِ لاجواب
مریم فطرت کی آنکھوں میں تیری عصمت کے خواب
دین کی نشو و نما تیرا حسیں اخلاق ہے
عالم انسان کا تو فاقہ کش رزاق ہے

تیرے فقروں کے دھڑکتے دل میں بے بس آجکل
تیری ہستی فکر ابراہیم کا اک آئیڈیل
تیری آنکھوں میں شب طاعت کی ہلکی سی کسل
عرشی آئینوں میں سجتے تیری دستاروں کے بل
روئے روشن سے جو زلفوں کا حسیں پیمان ہے
روز و شب کا رخ پہ اک چلتا ہوا رومان ہے

مہرِ نبوی بوسہ یزداں کا اک محکم نشاں
اور نبوت کے حسیں ہونٹوں کا اک نقش جواں
اور لبوں کے اک تحرک میں ہزاروں کن فکاں
تیری وحدت کی حرا کی خلوتیں ہیں ترجماں
تو ہے معمار عقائد ، زاویے بخشے جدید
عقل انسانی کی سوچیں بھی ہیں تیری زر خرید

نشترِ فصاد تیری اشہد کی ضربِ حق
اک چیستانی خدائے کل میں وہ تیرا عمق
احدیت کا فہم جہلا کو دیا تو نے سبق
ناخن تدبیر سے تیرے ، قمر ہوتے تھے شق
قصرِ کسریٰ کے گرے کنگرے تمہارے نور سے
بجھ گئے آتش کدے فارس کے سارے نور سے

وحی کی خلوت میں تو اک دلبر شیریں بیاں
اور ملک نژاد فقروں کی گھٹا تیری زباں
تیرے جلوے خلقت خورشدیت کے ترجماں
فکر تو ، قدسی امنگوں کے ہمکنے کی اذاں
تفرقوں کا کالعدم ، رائج ترے منشور میں
رت جگا انوارِ قدرت کا ترے ہی نور میں

تو تصوف کی نگاہوں میں ہے محبوبِ حسیں
فقر کی نظروں میں تو اک آقائے گیتی نشیں
چشم تہذیب عوالم میں تو معراج زمیں
عاصیوں کی آس ہے تو رحمت اللعالمین
دلستانوں کا تو فاتح ، مصلح شرع پسند
اور فصیل قلب پر تیرے تفکر کی کمند

رحمتیں تیری کنیزیں اور کرم تیرے غلام
شش جہت بیدار ہے عظمت کا تیری مرغِ بام
تیرے ایمائے پلک پر سلسلۂ صبح شام
جلوہ فرما نور تیرا جب ہوا با احتشام
تجھ کو دیکھا دہر کی آنکھیں جھپک کر رہ گئیں
جہل کے منہ سے فقط رالیں ٹپک کر رہ گئیں

تو ہے سربستہ خزانہ عالم لاہوت کا
طاقت پرواز ہے تو برزخ ملکوت کا
تیرے ہاتھوں میں قلم ہے شیوۂ جبروت کا
تو بقائے دائمی ہے عالم ناسوت کا
نورِ اول ، نورِ خالص ، نورِ کل ، نورِ جلی
تو اجالوں کی گھٹا تو صدر ارواحِ خفی

مجمع افکارِ عالم میں تو فکرِ شہ نشیں
اور تیرا آئینِ فطرت حامل دنیا و دیں
تیرے خطبوں میں ہیں صد اندازِ رب العالمیں
تیرے فرمودات میں ڈھلتے ضمیرانِ زمیں
بیج بوئے تو نے جو افکار کے گفتار پر
آج وہ پھل پک رہے ہیں عصر کے اشجار پر

جب تیری شیریں بیانی کی کمر لچکا گئی
وہ عقائد کی نظر کو ہر ادا سے بھا گئی
جہل کی رطب اللسانی میں زباں تھتھلا گئی
وہم کے بازار کو اک موت کی نیند آ گئی
بیٹھا کج کلھی سے جب اس فقر کی مسند پہ تو
حاکمِ مطلق بنا پھر ابیض و اسود پہ تو

تیری رحمت کی ہے یوں طائف کی گلیوں میں نمود
سنگ باری کے تواتر سے تیرا گلگوں وجود
اور پر از خوں وہ تیری نعلین ہونٹوں پر درود
عرش پر زلزال کا عالم ، لبِ ہستی کبود
تیرے عفو و لطف میں طوفانِ عصیاں کا بجل
رحمت العامین کے ہو گیا عقدوں کا حل

تیرے اسلامی تمدن کا عجب اظہار ہے
خالقِ اسلامیت تیرا حسیں کردار ہے
عصر کے سانسوں میں تیرے عشق کی جھنکار ہے
فکر کے گوشوں میں تیری عصمتوں کا پیار ہے
دیں کو بخشا تو نے شرعی اور عقلی امتزاج
تو نے رکھ لی عقل کی چشمِ حیا رُستہ کی لاج

تیرے ہونٹوں کی لطیف آنچوں میں جو مسکان ہے
ہاں اسی کی دھیمی دھیمی لو میں بھی قرآن ہے
معرفت باندی تری ، عرفاں ترا دربان ہے
تیری ہر اک بات استغنائے حق کی شان ہے
حسبنا کے ہاتھ ، قرطاس و قلم رہنے دیئے
چھین لی توحید اور دل میں صنم رہنے دیئے

تو نے بدلے آدمیت کے معاشرتی اصول
اور صنم زادوں پہ تیری ذاتِ رحمت کا نزول
اور ہوا بدوی گنواروں کو تہذب کا حصول
اور رسولِ فکر ٹھہرائی تری فکر رسول
گڈریوں کو تو نے فخر جم و کسریٰ کر دیا
آدمیت کی شبوں کو لیل اسریٰ کر دیا

بال جبرائیل بھی تیری مؤدت سے قوی
راہبر ظلمت میں تیرے نور سے تھی خضروی
تیری طاعت میں ، بشر سے دور ابلیس غوی
ختم کی تو نے خیال انس کی بے راہ روی
تو نے عصمت خیز دیں کو نامیاتی کر دیا
ایک فانوسِ بقا طاقِ خرد پر دھر دیا

تیرے ہاتھوں کے عمل میں شرکت کارِ خدا
گفتگو تیری ، لب و لہجے میں رنگ کبریا
تیری تدبیروں کی زرتابی میں خالق کی ادا
اور تیری کردار بافی ، جس میں صد عصمت سرا
سارے گلہائے امامت تجھ سے دل آرا ہوئے
اور امامت کے تیری گودی میں پوبارہ ہوئے

مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ تیرا ہی اعزاز ہے
تو ہی اک روحِ مجسم رب کا ہر انداز ہے
قوتِ نورانیہ میں سب سے تو ممتاز ہے
اور تیرا جسم مروّح ، قدس کا اعجاز ہے
چشم روح القدس سے اوجھل تیری وحدت کا راز
خالق اور تجھ میں تو ناممکن ہے گویا امتیاز

گر خدا رحمٰن ہے تو رحمت اللعالمین
اور رؤف اللہ ہے گر ، تو بھی رؤف المومنین
گر خدا نور السماء ، تو بھی تو ہے نورالمبین
گر رحیم کل ہے خالق ، تو شفیع المذنبین
گر خدا کی شان میں وارد ہوا شَیءٍ عَلِیْم
تیرے بھی حق میں ہے فَوْقَ کُلَّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْم

گر خدا برہان ہے قَدْ جَاءَ کُمْ بُرھان تو
گر خدا دَاعِیْ اِلیٰ الْحَق شاہد انسان تو
گر خدا ہادی ہے تو اک ہادیءِ ذیشان تو
گر علیم اللہ ہے، وَالْحِکْمَةُ فرمان تو
گر خدا کی شان میں یَھْدِی صِرَاطَ الْمُسْتَقِیْم
تیرے حق میں اِنَّکَ تَھدِی صِرَاطَ الْمُسْتَقِیْم

گر بَصِیْر بِالْعِبَادِی ہے خدا اور ہے علیم
شَاھِداً کی شان سے تو بھی بصیرت کا حریم
نفسِ خلق اور عینِ خلق ہے آپ گر رب کریم
تیری یکتائی یہ اِنَّکَ عَلیٰ خُلْقٍ عَظِیْم
گر خدا کی شان میں وارد ہوا شَیْیءٍ شَھِیْد
اور شَھِیْدا تجھ سے بھی کہتا ہے قرآنِ مجید

اس قدر بالا ہے تیری ماہِ عظمت کی چمک
چھو نہیں سکتی جسے طفل تخئیل کی ہمک
ایک لمحے کو بھی سوچوں کی نہیں اٹھتی پلک
کس طرح افکار کی قیدی بنے گل کی مہک
فکر کا آہو سر دشت ثنا حیران ہے
کون ہے تو؟ کیا کہے عقل رسا حیران ہے

پھر ضرورت ہے کہ ابھرے احمدؐ عصرِ رواں
اور حرا کی غیبتوں سے پھر محمدؐ ہو عیاں
ہیکل انسانیت میں ڈال دے جو پھر سے جاں
جو مزاج ظلم سے چھینے حکومت کی عناں
پھر زمانے پر ہوں برپا غزوۂ بدر و حنین
دوش نبوی پر ہوں شاداں آج پھر حسنؑ و حسینؑ

گھس گئے ہیں کعبۂ عرفاں میں پھر لات و ہبل
پھر جبین آدمیت کے ہیں سجدے بے محل
پڑ گیا ہے آج پھر اس دین فطرت میں خلل
سڑ چکا ہے نخل اسلامی کی تقدیروں کا پھل
عالم اسلام سے باطل ہے سب کچھ لے گیا
آج ہے اسلامیت کو کفر پھر جُل دے گیا

اب ضرورت ہے کہ حق باطل کا ماتھا پھوڑ دے
آج پھر شیرؑ خدا لات و ہبل کو توڑ دے
دینِ فطرت کی طرف اذہانِ عالم موڑ دے
نخلِ اسلامی کے ان تیرہ پھلوں کو جھوڑ دے
کفر کو تاراج کر دے ذوالفقارِ حیدریؑ
قعرِ ذلت میں فنا ہو مرجبی اور عنتری

ہے جو کُلُّنَا مُحَمَّد پہ محمدؐ کی سند
اور ہے چودہ نور کی وحدانیت مثلِ احد
آج بھی ہے اک محمدؐ در حجاباتِ صمد
اس کی آمد سے مٹیں گے ظلم کے آثارِ بد
جعفرؑ اب تعجیل کا مقصد عیاں ہونے کو ہے
ظلم کی ریزش سے دھرتی کہکشاں ہونے کو ہے

......☆......

یا مولا کریمؑ

شبِ معراج

اندیشہ موہوم کی صورت ہے میری ذات
اس دورِ فنا خیز کی جدت ہے میری ذات
اور ناطق تخلیق کی لکنت ہے میری ذات
اس حلقہءِ عصیان کی وحدت ہے میری ذات
اس گنگ طبیعت پہ یہ رحمت کی عطا ہے
تخئیل کا اکلیل میرے سر پہ دھرا ہے

جب نصرتِ مظلومؑ پہ لاتا ہوں قلم کو
شمشیر کے انداز سکھاتا ہوں قلم کو
تب رجز کی تعلیل بتاتا ہوں قلم کو
پھر معرکہٗ رزم دکھاتا ہوں قلم کو
الفاظ کی رگ رگ میں سمو دیتا ہوں بجلی
خامے کی سیاہی میں ڈبو دیتا ہوں بجلی

تن جائے سرِ دشت ادب نظم کا سینہ
اک لشکر جرار ہو حرفوں کا قرینہ
نقطوں سے ٹپکنے لگے جدت کا پسینہ
طوفان سے ٹکرائے تکلم کا سفینہ
ہر گھیرے میں اک حور کے گیسو کی ٹھمک ہو
ہر خم سے عیاں خود ہی مہِ نو کی چمک ہو

ہر حرف میں اک حسن مجسم کی ہو صورت
ہر بائے میں ہو بازو کشا جذبۂ رحمت
ہر جیم میں پھیلی ہوئی آغوشِ محبت
ہر ایک الف سیدھی ہو انگشت شہادت
یوں نظم کی پیشانی چمکتی نظر آئے
لعبا کی کمر سب کو لچکتی نظر آئے

جب عقل میری بند قبا فکر کے کھولے
جب خلوتِ اسریٰ میں بڑے ناز سے بولے
جب تک نہ وہ ان سات حجابوں میں سے ہولے
تب تک نہ مضامیں کے گہر ذہن پہ رولے
پھر ان ہی گوہر ریزوں سے اک فصل سی اُگ جائے
ہر شعر وہی کھیت مضامین کا جگ جائے

دُر ہائے مضامین کی ہر شعر لڑی ہو
الفاظ میں افکار کی تدقیق جڑی ہو
اور عقل بھی انگشت بدنداں سی کھڑی ہو
اشعار کہ چھٹتی ہوئی اک پھول جھڑی ہو
ہر شعر میں صف بستہ نمازی نظر آئیں
معراج پہ سلطانِ حجازی نظر آئیں

آغوشِ خرد میں جو ہے افکار کی بارش
احساس پہ ہے نورِ الٰہی سے نگارش
کام آئی ہے یہ میری ندامت کی سفارش
اب اتنی تعلی پہ کروں گا یہ گذارش
جو اتنے حسیں پھول تخئیل میں کھلے ہیں
یہ عشق کے اعزاز میں وحدت سے ملے ہیں

مجھ پر بھی تو لازم تھا یہ احسان کا پرچار
کرتا ہوں بصد شکر میں نعمات کا اظہار
جو اپنی تعلی میں یہ کہہ بیٹھا ہوں اشعار
نعمات کے یہ شکریہ تھے واجب الاظہار
مجھ جیسے فرومایہ پہ اتنی جو عطا ہے
سب کچھ یہ مجھے صدقۂ قائم سے ملا ہے

آنکھوں میں ہیں ٹھہرے ہوئے اسریٰ کے حسیں خواب
کانوں میں وہ رس گھولتی سبحان کی مضراب
اس شب کے وہ سنولائے ہوئے رخ کی تب و تاب
وہ لیلیٰ شب گوں وہ مچلتا ہوا مہتاب
سب چاند ستاروں میں بھی ہیجان بپا ہے
خاموش ہے ساکن بھی ہے اس وقت کو کیا ہے

ہر سمت وہ اِٹھلاتی حیا بیز فضائیں
وہ عطر میں نہلاتی ہوئی مست ہوائیں
سر گوشی کے انداز میں کلیوں کی صدائیں
اٹھکیلیاں کرتی ہوئی خالق کی رضائیں
سب راستے حوروں کے جلوسوں سے اٹے ہیں
غلمان کناروں پہ ، حفاظت پہ ڈٹے ہیں

جنت کی فضاؤں میں عجب زمزمہ خوانی
ہر چیز پہ پھر عود کے لوٹ آئی جوانی
کوثر کے وہ جھرنوں میں حلاوت سے روانی
گلہائے اِرم کہتے ہیں ایمن کی کہانی
مشاطگی کی گیسوئے طوبیٰ کی ہوا نے
ہر پھول کا منہ چوم لیا بادِ صبا نے

ہریالی قباؤں میں سنورتی سی چٹانیں
وہ شوخ وہ چنچل وہ جوانی کی اُٹھانیں
وہ عشوہ گری جس پہ لچک جائیں کمانیں
وہ ناز کہ سر اپنا جھکانے پہ نہ مانیں
مس کرتے ہیں یوں ابر چٹانوں کے بدن کو
جس طرح سے محبوب مناتا ہے دلہن کو

جنت کی وہ نہروں کا چلن جس کی وہ چھلبل
جس طرح سے لہراتا ہے دوشیزہ کا آنچل
یا جیسے ہواؤں سے بہک جاتے ہیں کاکل
یا جیسے کسی شوخ کے ابرو پہ حسیں بل
یوں اس کی ہر اک بوند میں میٹھاس بھرا ہے
ہر گھونٹ میں معشوق کے ہونٹوں کا مزا ہے

ناگاہ نظر آیا نگاہوں کو وہ منظر
وہ حجرۂ پرُ نور وہ خلوت گہِ سرورؐ
اس حجرے کے انوار سے ہر چیز منور
روحیں بھی چلی آئیں نگاہوں میں سمٹ کر
خوابیدنِ سرورؐ سے خبردار فضائیں
کرتی ہیں طواف ان کا دبے پاؤں ہوائیں

یہ خواب کا عالم یہ مزین سا شبستاں
تکیے پہ سرِ پاک بصد ناز بصد شاں
مخمل کا بچھونا جو نبوت کا نگہباں
تکیہ وہ کہ خود زانوئے مریم ہو ثنا خواں
ملکوت کی تسبیح میں لوری کی صدا ہے
بستر کی اس آغوش میں ممتا کی ادا ہے

کوثر میں یہ کھلتے ہوئے خوابوں کے تسلسل
یہ خواب ، یہ چھاتی میں تنفس سے تزلزل
عارض پہ مچلتی ہوئی یہ زلف ، یہ کاکل
قوسین کے عنوان پہ ابرو کا تقابل
ان اطلسی پلکوں کی یوں پلکوں سے لگن ہے
اُس پار کے بچھڑوں کا یہاں عید ملن ہے

رخساروں کے انداز میں ڈھالے ہوئے افلاک
ہونٹوں کی حلاوت کا عمل خلقت لولاک
ہونٹوں کی حرارت سے پگھلتے ہوئے ادراک
انوار سے اک کاہکشاں ہیں خس و خاشاک
چہرے کی بشاشت کو تقدس نے سنبھالا
کرتا ہے مگس رانی سدا نور کا ہالا

خالق نے یہ دیکھا جو حجابوں کو ہٹا کر
اک کوکب دُرّی کی طرح رُوئے پیمبر
پروانہ صفت پھرنے لگی رحمت داور
دل تھام کے خود رہ گیا خالق بھی سما پر
کچھ ایسا لبھایا اسی سونے کی ادا نے
محبوب کو دل دے دیا ، رحمت کے بہانے

دل دینے کو دے بیٹھا ، تھی دل دینے کی عجلت
محبوب کے پھر ہجر میں پیدا ہوئی شدت
انگڑایاں لینے لگی پھر وصل کی حسرت
پھر عرش کی خلوت میں تڑپنے لگی وحدت
یوں آنکھ لگی ، رات کا آرام بھی کھویا
جب عشق چرایا تو خدا پل بھی نہ سویا

ہر لمحہ شبِ ہجر کا اک عرصہءِ محشر
طولانی یہ شب ہوتی ہے صدیوں کے برابر
پھرتا ہے نظر میں رخِ محبوب کا منظر
سرد آہیں بھری جاتی ہیں بے ساختہ اٹھ کر
دل ایسا تڑپتا ہے کہ سونے نہیں دیتا
محبوب سے غافل کبھی ہونے نہیں دیتا

بے رنگ سی پھر عرش کی خلوت نظر آئی
ہر سمت میں تنہائی کی وحشت نظر آئی
اور گوشہ نشیں اپنی ہی وحدت نظر آئی
اور گیتی پہ محبوب کی صورت نظر آئی
پھر سوچا خدا نے کہ ملاقات کریں گے
محبوب سے خلوت میں ذرا بات کریں گے

پھر عرش کو انوارِ الٰہی سے سجایا
اور عطر سے معمور فضاؤں کو بسایا
پھر نوری قناتوں کو سرِ عرش لگایا
جبریل کو پھر خلوتِ یزداں میں بلایا
فرمایا کہ تم میرے پیامی ہو وحی ہو
میں چاہتا ہوں آج بھی کچھ نامہ بری ہو

جبریل تجھے آج ہے پھر دھرتی پہ جانا
سرورؐ کو بہر طور ہے افلاک پہ لانا
گر ان کو گراں گزرے مرے عرش پہ آنا
کچھ گدگدی کرنا انہیں آنے پہ منانا
دے بیٹھا ہوں دل ان کو ، مجھے چین نہیں ہے
گر وہ نہ ہوں میرے لئے کونین نہیں ہے

جبریل تم اک بار مجھے ان سے ملا دو
اور میری محبت کا یہ پیغام سنا دو
اب ان کا ، مری آنکھوں کو دیدار دکھا دو
فرقت کی جو تلخی ہے سرِ وصل مٹا دو
مشتاق ہیں آنکھیں مری اس دل کی لگن سے
آنکھوں کی بجھے پیاس محمدؐ کے ملن سے

آرام گہِ شاہ میں جبریل جب آئے
سرتاجِ رسل شان سے سوتے ہوئے پائے
جبریل نے سوچا کہ وہ کس طرح جگائے
رخسارے خود ہی پاؤں کے تلووں سے لگائے
اک میٹھی سی رو دوڑ گئی لمس کی تن میں
سر رکھ دیا پھر سجدۂ سرکارِ زمن میں

سرکار نے جب کھول دیں خوابیدہ نگاہیں
آنکھوں کے حسیں ڈورے کہ محشر کی ادائیں
اور دیوئ ءِ فطرت کو پئے بن جو پلائیں
ساغر سے ہوئیں جھوم کے مانوس فضائیں
مخمور سی آنکھیں وہ ادھر خواب گرفتہ
اک کیف میں ہر چیز مئے ناب گرفتہ

جبریل نے کی عرض کہ یا شاہِ زمانہ
اقصیٰ نے ہے اعزاز حضور آپ سے پانا
اور آپ نے ہے شرف نبیوں کو دلانا
تکلیف نہ سمجھیں ہے ذرا عرش پہ جانا
کروانا ہے معراج حضور عرشِ بریں کو
پھر وصل کی حسرت بھی ہے خلاقِ زمیں کو

فرمایا ذرا یہ تو کہو کیسا سفر ہے
یہ شب ہے ، نجانے وہ کٹھن راہگذر ہے
اور مجھ پہ عبادت کی تھکن کا بھی اثر ہے
ہم صبح چلے جائیں گے نزدیک سحر ہے
اب نیند کی میٹھاس سے آنکھیں بھی ہیں بوجھل
جانا ہے تو جائیں گے مگر کیسی اُتاول

اقصیٰ بھی ہے نزدیک ، نہیں عرش بھی کچھ دور
اور مجھ کو تو خوشنودیءِ خالق بھی ہے منظور
یوں رات گئے جانا بھی اچھا نہیں مشہور
پھر خوابِ سکوں بیز سے آنکھیں بھی ہیں مخمور
چپکے سے نہ جائیں کہ ذرا چین بھی پائیں
جی چاہتا ہے دن کو بڑی دھوم سے جائیں

کی عرض بجا آپ کا ارشاد ہوا ہے
سرتاجِ رسل آپ کا ہر حکم بجا ہے
لیکن مجھے خالق سے یہی حکم ملا ہے
جو آپ کی سرکار میں اب عرض کیا ہے
پھر عرض ہے جب تک یہ ملاقات نہ ہو گی
دن ایک طرف ختم کبھی رات نہ ہو گی

لمحات کا ہر سانس بھی نتھنوں میں رکا ہے
اور دھڑکنیں یہ وقت کا دل بھول چکا ہے
ٹھہرے ہوئے اوقات کا مجمع سا لگا ہے
پہروں کا یہ رتھ باندھ کے خود وقت کھڑا ہے
یخ بستہ ہے ساعات کے دریا کی روانی
ہے ملتوی صدیوں کیلیئے دن کی کہانی

اب وقت کی پائل کا چھنکنا نہیں ممکن
اس رات کی چوڑی کا کھنکنا نہیں ممکن
لمحات کے بچوں کا ہمکنا نہیں ممکن
اور فجر کی بندیا کا چمکنا نہیں ممکن
جب آپ کے آنے کی خبر کانوں پڑی ہے
ہر چیز ادب سے تیرے خاموش کھڑی ہے

فرمایا چلو ٹھیک ہے چلنے پہ ہیں تیار
خوابوں سے ذرا اچھی طرح ہونے دو بیدار
اب غسل بھی کر لیں کہ نہ ہو کسل گرانبار
پوشاک شہانہ سے ستارے ہوں شرم سار
جب عرش پہ جانا ہے تو جائیں گے سنور کے
ہم آج تو مہمان ہیں توحید کے گھر کے

آنکھوں میں ادھر خواب کا عالم وہ دلآویز
ہاتھوں کو کیا سرخیءِ رحمت سے حنا بیز
اور ہونٹ کیئے دھیمی دعاؤں سے کرم ریز
مازاغ سے جلدی میں کیئے نوک پلک تیز
ابرو وہ مچلتی کبھی قمقام پہ صمصام
وہ حسن کہ کفار کا ہوتا رہے قتل عام

غازے کی طرح شرم و حیا رخ پہ عیاں ہے
ہونٹوں پہ لجاتی ہوئی کلیوں کا سماں ہے
اور مانگ کہ سمٹائی ہوئی کاہکشاں ہے
یا نور کی اک علقمہ جنت میں رواں ہے
زلفیں وہ کہ رحمت کی گھٹا چھائی ہوئی ہے
کاکل وہ کہ طوبیٰ پہ بہار آئی ہوئی ہے

پوشاک کی وہ شان کہ عاجز ہوں ثنا سے
کرنوں کے سب اطوار ہر اک تار عبا سے
بوتام میں صد حسن ہے انداز و ادا سے
حوروں کے یہ دیدے ہیں کہ لپٹے ہیں قبا سے
جب سج گئے نوشاہ کی صورت شہِ خاور
پھر حوروں کے زمرے میں روانہ ہوئے سروؐر

رف رف وہ کہ بجلی سی چمکتی نظر آئی
اک صاعقہ فلکوں پہ لپکتی نظر آئی
اس حسن سے حوروں کو جھلکتی نظر آئی
طوبیٰ کی ہر اک شاخ لچکتی نظر آئی
یوں محفل انجم سے نکلتی نظر آئی
ٹاپوں سے ستاروں کو کچلتی نظر آئی

محبوب کے سب راستے خالق نے سجائے
ملکوت کے دستے ، سبھی راہوں میں بٹھائے
صف بستہ نبی راہوں پہ تعظیم کو آئے
پھر عرش پہ صلوات کے بینر بھی لگائے
خالق کو جو مطلوب تھی توقیرِ محمدؐ
آویزاں سرِ عرش کی تصویرِ محمدؐ

روشن تھے چراغاں سے سبھی عرش کے پہلو
لی عاریتہً زلفِ محمدؐ سے بھی خوشبو
پھر جامِ معلیٰ ہوا انوار سے مملو
اسماءِ آئمہ کے وہ کتبے تھے ہر اک سو
ہر سمت سے تھیں اَھْلاً و سَھْلاً کی صدائیں
مہمان کو ہم دل میں یا آنکھوں میں بٹھائیں

آئے جو سرِ عرش بصد شان پیغمبرؐ
انوار کے زینوں کی ہوئیں آنکھیں منور
نعلین کو ہر زینہ نے بوسہ دیا بڑھ کر
خود عرش بنا فرش ، جو پلکیں ہوئیں راہ پر
صلوات نچھاور ہوئی ہر کنگرے کے لب سے
ایستادہ ستوں ہو گئے سرورؐ کے ادب سے

رکھا جو قدم خانۂ توحید کے اندر
آنکھوں میں پناہ لیتا تھا مازاغ سمٹ کر
اک تمکنت آمیز ہر اندازِ پیغمبر
نعلین کے قالینِ معلیٰ تھے ثنا گر
جب جلوہ فگن ہو گئے سرکارؐ سرِ تخت
پردوں پہ یہ تحریر عیاں پائی ''زہے بخت''

کچھ یوں ہوا خالق سے ملاقات کا آغاز
آنے لگی پھر پردۂ توحید سے آواز
میں رازِ خفی ہوں کہ ہے اک تو میرا ہمراز
محبوب کی خاطر میں ہے یہ دعوتِ شیراز
مٹنے ہیں سبھی فاصلے اس شب کو بہر طور
آ جاؤ قریب اور قریب اور قریب اور

سرورؐ نے سنی پردۂ وحدت سے جب آواز
حیراں ہوئے کس کی ہے یہ آواز ہے کیا راز
کی عرض کہ دعوت کا ملا ہے مجھے اعزاز
گفتار میں لیکن ہے کسی اور کا انداز
آئی یہ صدا مجھ پہ تجھے ایسا گماں ہے
گفتار میں مصروف تو اللہ کی زباں ہے

کی عرض کہ محبوب سے ہے تجھ کو محبت
یوں پردے میں چھپ جانا ، نہیں عشق کی عادت
آواز سنانے ہی کو دی تھی یہ ضیافت
پردے سے برآمد ہوا اک دم یدِ قدرت
حیرت سے کہا کس کا ہے یہ ہاتھ یہ کیا ہے؟
ارشاد ہوا دیکھو یہی دست خدا ہے

کی عرض کہ حیراں ہوں یہی دست خدا ہے
انگلی میں انگوٹھی بھی ہے ، یہ ماجرا کیا ہے
یہ ہاتھ بھی مانوس ہے ، مانوس ادا ہے
کی عرض انگوٹھی کو تو پہچان لیا ہے
پردے کو اٹھا دو یہ تجسس نہ بڑھاؤ
ہے کون پس پردہ مجھے بھی تو دکھاؤ

یہ مان لیا پردے میں عالم کا خدا ہے
عاشق ہے میری ذات کا جو ربِ علیٰ ہے
عشاق کی دنیا میں یہی رسمِ وفا ہے
حیران ہے محبوب کہ عاشق تو چھپا ہے
کیا کہنے شبِ وصل کے، کیا اس کے ہیں اقدار
محبوب ترس جائے اور عاشق کو ہو دیدار

فرمایا ذرا دائیں طرف دیکھئے سرورؐ
گر دیکھنا مطلوب ہے یہ چہرۂ داور
سرورؐ نے جو دیکھا تو نظر آیا یہ منظر
پہلو میں کھڑے ہنستے ہیں خود حیدرؑ و صفدر
حیراں ہوئے سرورؐ انہیں چھوڑا تھا زمیں پر
یہ کیسے چلے آئے ہیں اب عرشِ بریں پر

کی عرض کہ پردے میں صدا بھی تھی انہی کی
توحید کے لہجے میں ادا بھی تھی انہی کی
اور ہاتھ میں مانوس حنا بھی تھی انہی کی
انگلی کی انگوٹھی میں جِلا بھی تھی انہی کی
یہ تین مقامات پہ ، موجود بیک وقت
خود عبد ، وسیلہ بھی ، اور معبود بیک وقت

ارشاد ہوا آپ کی یہ بات بجا ہے
خود میں نے انہیں چہرۂ توحید کہا ہے
اعضائے خدا یہ ہیں ، خدا ان کی انا ہے
رخ کیجئے جس سمت ادھر وجہہ خدا ہے
کی عرض کہ خالق تیرے معراج کی کیا بات
معراج تو ہے بھائی کی بھائی سے ملاقات

اک بھائی نے جب کی تھی برادر کی ضیافت
پھر کیا تھی یہاں پردہ لگانے کی ضرورت
ممکن نہیں جب عرش پہ بھی تیری زیارت
حیدرؑ کیلئے کیوں ہے یہاں پردۂ غیبت
کیوں مجھ پہ مسلط ہے تکلف کا یہ پہرہ
کیوں بھائی سے پوشیدہ رہا بھائی کا چہرہ

ارشاد ہوا ٹھیک ہے ، یہ تیرا وصی ہے
کونین کے مابین وسیلہ بھی یہی ہے
شہ رگ سے بھی نزدیک مری ذات رہی ہے
یہ مجھ سے بھی نزدیک رہا ہے کہ علیؑ ہے
گو ظاہری دنیا میں تو نائب یہ ترا ہے
گر غور سے دیکھو تو ، یہ عرشوں کا خدا ہے

کی عرض کہ خالق یہ عجب بات ہوئی ہے
صدیوں سے بھی طولانی یہی رات ہوئی ہے
اور مجھ کو بھی تکلیفِ مسافات ہوئی ہے
پھر عرش پہ بھائی سے ملاقات ہوئی ہے
کیونکہ یہ تری دید کا موقع تھا سنہرا
حسرت تو یہ تھی دیکھیں گے توحید کا چہرا

ارشاد ہوا بائیں طرف دیکھئے سرورؐ
اس سمت ہے توحید کے انوار کا منظر
سرورؐ نے جو دیکھا تو ہوئیں آنکھیں منور
انوار ہیں بارہ جو ہیں عظمت میں برابر
مسند پہ بڑی شان سے سب جلوہ نما تھے
خالق کی زبانی ، یہی انوارِ خدا تھے

سرکارؐ نے کی عرض کہ یہ کیسا ہے مشہد
بیٹھے ہوئے ہیں کون یہ بر تختِ زبر جد
کیا نام ہے ان کا یہ جو ہیں اظہر و اشہد
ارشاد ہوا سارے کے سارے ہیں محمدؐ
سب بیٹھے ہیں اور وسط میں جو فرد کھڑا ہے
دیکھو کہ یہی منتقم آلعباؑ ہے

آویزاں جو ہے سامنے یہ پردۂ داور
وہ ذات ہے موجود اسی پردے کے اندر
رکنے کا تجھے امر ہے جس ذات کے در پر
اس ذات کے محرم تو ہیں اک صفدر و حیدرؑ
وہ ذات حقیقت ہی میں تقدیس جلی ہے
خالق کی انا گوہرِ توحید وہی ہے

خالق کے یہ انوار ہیں ، خالق کی یہ آیات
خالق کے یہ دیدار ہیں ، خالق کی ملاقات
خالق کا یہی امر ہیں ، خالق کی ہر اک بات
خالق کے یہ اوصاف ہیں ، خالق کی ہیں یہ ذات
ممکن نہیں تفریق کہ یہ کون ہیں کیا ہیں
خالق میں یہ شامل ہیں یا خالق سے جدا ہیں

اس راز کا انجام ہے اس راز کا آغاز
اس راز کو خالق نے کیا دہر میں ممتاز
خاموش اے جعفرؑ کہ نہ کھل جائے یہی راز
اونچی ہی نہ ہو جائے تری فکر کی پرواز
یہ گوہرِ عرفاں ہیں ، نہ لانا تو سرِ عام
ان فتوؤں کی منڈی میں نہ ہو جائیں یہ نیلام

قطعہ

کس نے رکھا دوش نبوی پر قدم تاریخ دیکھ
بھائی کہتے تھے کسے شاہِ امم تاریخ دیکھ

ختم کس نے کر دیا فرضی خداؤں کا وجود
کس نے ساری عمر پوجے ہیں صنم تاریخ دیکھ

......☆......

یامولا کریمؑ

ابوالآئمہ

علیہ الصلوات والسلام

حیدرؑ ترے انوار سرِ عرش ہویدا
موجب تو ہے، افلاک کئے تو نے ہیں پیدا
بسم اللہ کی با میں ہے تو ہی دل کا سویدا
پروانۂِ توحید جو ہے تیرا ہے شیدا
عاجز ہے خرد، گنگ ہیں اعجاز ادب کے
توصیف میں چلتا ہے قلم خوف سے دب کے

گر علم کو دیکھیں تو حسیں باب علیؑ ہیں
اور عرش کے مطلع کے مئے ناب علیؑ ہیں
خالق کے سب اسماء بھی اور القاب علیؑ ہیں
خالق جو مسبب ہے تو اسباب علیؑ ہیں
خلوت گہ توحید میں الفت کا ملن ہیں
وحدت کے شبستاں میں نداؤں کی پون ہیں

خالق کا یدِ باسطہ عرفاں کا تو پنگھٹ
اس نام سے ہے عرش کے کنگروں کی سجاوٹ
اور حجلہِ یکتائی میں عظمت تیری پرگھٹ
گونجی ہے سرِ عرش ترے قدموں کی آہٹ
سوتا ہے تو اک سوتا عبادات کا پھوٹے
اٹھو تو پھر اک کوہِ گراں کفر پہ ٹوٹے

محراب تقدس تو عبادات کا معراج
اک نہج بلاغت تیری تفسیر کا منہاج
سرتاجِ رسل زادی کا تو مالک و سرتاج
فطرت کا مربی تو ہی تقدیس کی ہے لاج
یہ عظمت و اجلال ہے ملکوت کی مبحث
ہے عقل سے بالا تیری وحدت کا مثلث

کفار دہل جائیں تیرے قدموں کی وہ چاپ
اور سجدے میں گر جاتے ہیں تثلیث کے پرتاپ
توحید نظر آئے ، ہوں گر جلوہ نما آپ
الفت سے تیری عفو ہیں ، انساں کے مہا پاپ
ہے پیار ترا باطل و اسلام کی اک جانچ
انساں کو کھرا کرتی ہے جلووں کی حسیں آنچ

حملوں میں ترے حشر کے انداز کی تشریح
آنکھوں میں تری قہر خداوند کی توضیح
اور تیری شجاعت میں نہاں انس کی تصحیح
ہر ضرب میں توحید کے انوار کی تصریح
اس شان سے کی شجرۂ تکفیر کی توبیخ
فاتح کی طرح لکھی ہے اسلام کی تاریخ

اور تو ہے درِ حطّہ عقیدت کے محل کا
اور تو ہی ذریعہ ہے مکافاتِ عمل کا
تو مرجع مطلق ہے کل ادیان و ملل کا
مصداق ہے تو چہرۂ اللہ اجل کا
ہر کام ترا حکمت قدرت سے ہم آہنگ
سجدے میں ترے پڑتے ہیں مسجودِ جہاں سنگ

شوکت سے سراسیمہ سبھی قیصر الحاد
حملوں سے تیرے کھلتی چلے کفر کی بنیاد
وہ شان غنٰی جس سے جلیں ہیکل شداد
تو کفر کی سنگاخ چٹانوں کا ہے فرہاد
اک جوئے لبن دہر کے پربت پہ بہا دی
اک بیل حقائق کی تشکک پہ چڑھا دی

قرآن ترے تذکرۂ شان سے مبسوط
کل صحف سماوی ترے اذکار سے مربوط
مبعوث نبی تیری ولایت ہی سے مشروط
دل ہائے شکستہ تیرے احساس سے مضبوط
اور عالم لاہوت ترے عشق سے محفوظ
شہکار ترے خامے کی وہ تختیِ محفوظ

تو عامر اسلام ، تو ہی دین کا نباض
دے تاج فقیروں کو تیری حکمت فیاض
سر نیچ کے پورے کرے دشمن کے تو اغراض
محرومیِ حق پر بھی تھے حاوی تیرے اغماض
قرآں میں نبیوں کے یہ جتنے بھی قصص ہیں
سب تیرے ہی خلاق ازل ہونے پہ نص ہیں

تو قطب تصوف ہے ، تو ویدوں میں کبھی اوم
تو ایلیا انجیل میں ، کرشن کہیں مرقوم
قرآن میں اعلیٰ و علیؑ تیرا ہی مفہوم
تو قسمت اسلام ، تو تسلیم کا مقسوم
وحدت کے حجابوں سے جھلکتے ہیں ترے ہاتھ
پرماتما ، بھگوان ، تو من موہن و جگ ناتھ

اور تیری عطا ، دشمن جاں ، رحم سے دو چار
فاقوں میں بھی سائل پہ ہے رزاقی کا اظہار
اللہ کے ارادوں کا تو ہی مالک و مختار
قرآن میں نمونہءِ عمل اک ترا کردار
تھا شرعِ محمدؐ کا نفاذ آپ کے دم سے
محکم تھا تقدس کا محاذ آپ کے دم سے

عالم کی رگِ جاں میں تو باطل کی کسک تھی
ہر حجرہَ قلبی میں لگی مسند شک تھی
نمرودی چتاؤں میں جہنم کی لپک تھی
اور جہل کی آنکھوں میں فقط زر کی چمک تھی
اور شرک تھا مصروفِ طرب زر کے گھمنڈ پر
عصیان مزے لوٹتا تھا ظلم کی ٹھنڈ پر

ظاہر ہوا تو خانہءِ قدرت سے یکایک
یہ دنیائے باطل پہ تھا بھونچال بھیانک
آتش کدے فارس کے ہوئے سرد اچانک
سجدے میں گرے تیرے سبھی لات و ہبل تک
کہتا ہوا آیا جو انااللہ ترا نور
انوار سے جلتا تھا عقائد کا ہر اک طور

اس نور سے پھٹتا گیا ظلمت کا سمندر
انگڑائیاں لینے لگا اک حسن سمٹ کر
نازل ہوا کعبہ میں جو توحید کا پیکر
پروانہ صفت پھرنے لگے آ کے پیمبر
دیکھی جو تری صورت تنزیل بہ اکرام
خود بت بنے تکتے رہے حیرت سے کل اصنام

معلوم نہیں کون ہے تو مرکز آیات
پرواز سے قاصر ہیں یہ ٹھہرے سے خیالات
توصیف کے اور عقل کے ہیں بیچ حجابات
تعریف میں دل کہتا ہے پڑھتا رہوں صلوات
جلووں کی حسیں دھند میں تفہیم پڑی ہے
اور چشم تخئیل یونہی حیران کھڑی ہے

تو ایک طرف پردۂ وحدت کا حسیں راز
معراج میں خالق کا بیاں تیرا ہی انداز
آتی ہے پھر ایمن کے شجر سے تیری آواز
پھر ایک قلندر سا ترے فقر کا اعجاز
اس آنکھ مچولی میں حقائق تو ہیں روپوش
شاید تو چھپا رب ہے ، اے ظاہر کا دلق پوش

اک سمت تو قاموص کی چولوں کو اکھاڑے
اور مرحب و عنتر کو پھر اک پل میں پچھاڑے
بچپن وہ کہ بھولے سے اگر ہاتھ بھی جھاڑے
اس ہاتھ سے بوجہل کے حلیوں کو بگاڑے
پھر نانِ جویں گھٹنوں لگانے پہ نہ ٹوٹے
دشمن کی نہ کیوں آنکھ انہی باتوں سے پھوٹے

اک سمت رکوع میں تیری سائل پہ نظر ہو
انگشتری دے دے ، نہ عبادت پہ اثر ہو
پھر جنگ میں تو محو عبادت میں اگر ہو
پھر تیر کھینچیں جسم سے تجھ کو نہ خبر ہو
دو رنگی تیری ایسی کہ ہر بات اچنبھا ہے
حیران ہے یقیں کون سے انداز میں سچ ہے

اک سمت تو تقدیمِ دو عالم سے بڑھا ہے
پیشانیءِ جنت پہ ترا نام کڑھا ہے
جبریل نے پھر حق کا سبق تجھ سے پڑھا ہے
سرورؐ کی زباں چوس کے پروان چڑھا ہے
اک سمت تو عمرانؑ کا ذیجاہ خلف ہے
پھر ربِ نجی ہونا بھی تیرا ہی شرف ہے

چالیس مقاموں پہ تو اک وقت میں موجود
اور تیری صداقت پہ گواہ دہر کا معبود
کفار کے تو عقب میں ، ہر ایک کا مقصود
اعمالِ عوالم پہ تو ہی شاہد و مشہود
عالم سے تو ممتاز علیؑ اعلیٰ و مفروق
افہام ہی الجھے ہیں تو خالق ہے یا مخلوق

اک سمت موہّب ہے تو تقدیر امم میں
مومن کا نگہبان ہے تو ملک عدم میں
تو جشن بہاراں ہے شجاعت کے اِرم میں
جنات پہ فاتح ہوا تو بیر الم میں
بے سود کبھی آہنی زنجیر کا جادو
رسی میں بندھے آنا ، تیرا دوسرا پہلو

کس رنگ میں ڈھونڈھے تجھے منطق کا سراغی
کیا دیکھے تجھے دہر کی مکفور دماغی
اقبالی تیری شان کے ہیں خود تیرے باغی
ہٹ دھرم رہی کفر کی پر طینت طاغی
جلوہ تیری قدرت کا ہر اک دور میں دیکھا
تو دست خداوند میں تقدیر کی ریکھا

روحوں کا مربی تو نبوت کا اک احساس
اسلام کی وابستہ ہوئی تجھ سے ہر اک آس
ہوتی ہے مبدل بہ امید آپ کی ہر یاس
جھکتا ہے تیری سمت مذاہب کا یہ مقیاس
تو شیر خدا حیدرؑ و صفدر ہے شجاع ہے
تو نورِ خداوند کی زخشدہ شعاع ہے

افلاک پہ اونٹوں کی قطاروں میں تیری بات
ہر ایک کجاوے کے کتب ، تیری حکایات
پھر آبی خلائق سے شناسا ہے تیری ذات
پھر خضر کو تو ڈھونڈ نکالے پس ظلمات
گمشدگی حسنینؑ کا پھر کرتا ہے اعلان
کیوں ایسی کتابوں سے بھٹک جائے نہ انسان

سلمانؑ کے وہ قلب میں کیا بات تھی مضمر
بوذر پہ بھی وہ بات اگر کرتے نشابر
کر دیتے انہیں قتل اسی پل میں اباذر
کچھ تیرے ہی بارے میں تھا اے فاتح خیبر
اظہار کا گو تلخ تجربہ نہ ہوا تھا
سلمان کے سینے میں کہیں تو ہی چھپا تھا

خلاقِ ازل کون ہے؟ جب نور ہے تخلیق
یہ عرش و قلم ، تختیءِ مسطور ہے تخلیق
ایمن ، وہ شجر ، وادیءِ کوہ طور ہے تخلیق
وہ پردہ ، ندا ناطق مستور ہے تخلیق
لیکن تیرے کن کہنے سے سب کچھ جو بنا ہے
پھر تو بھی تو مخلوق یا عالم کا خدا ہے

اس بات سے آگے تو ہے مفلوج خرد بھی
ماؤف تخیّل کے ہے سوچوں کی رسد بھی
اور عقل تو کچھ سوچ کے کر دیتی ہے رد بھی
دِکھتا ہے تو انسان بھی ، اللہ الصمد بھی
جعفرؔ ابھی اس راز پہ صد پردے پڑے ہیں
اب فکر کے غواص بھی حیران کھڑے ہیں

......☆......

یا مولا کریمؑ

ولادت ابوالائمہؑ

علیہ الصلوات والسلام

تیرہ رجب ہے چشمۂ فکر و نظر کھلا
حق کی فصیل علم کا حیدرؑ ہے در کھلا
گویا جہاں میں کاکل ابر گہر کھلا
نورِ محمدیؐ کا ہے نصف دِگر کھلا
خالق کے گھر میں آیا ہے دامادِ مصطفیٰ
بھیجی ہے کبریا نے یہ اِمداد مصطفیٰ

غل ہے فلک پہ آمدِ شاہِ نجف ہوئی
فرقِ زمیں سے بردِ ستم اک طرف ہوئی
تعظیم کو تو راست نبیوں کی صف ہوئی
کعبے میں آمدِ شہِ یزداں شرف ہوئی
بنتؑ اسد کے رخ پہ وہ نوروں کا رت جگا
ششدر ہوا یوں کعبہ ، نیا در بنا دیا

بیت خدا میں دعوتِ بنتِ اسد ہے آج
ہر لمحہ وقفِ صورتِ ملکِ ابد ہے آج
رحمت فزا زمانے پہ وجہ صمد ہے آج
اور باطلہ خداؤں کا دھرتی پہ رد ہے آج
کعبہ کو شرف جلوۂ صد کبریا ملا
بنت اسد کو تحفۂ شیر خدا ملا

شہزادیٔ عرب وہ ادھر بیت لامکاں
ملکوت کے سجود کا تابندہ آسماں
محو طواف ہیں کہ پکارے گا میزباں
دعوت نہ ہو تو کعبہ میں جانا ہے کسرِ شاں
دل میں ہے یہ خیال کہ بیت خدا میں جائیں
خود دار ذہنیت کا تقاضہ ہے وہ بلائیں

ناگاہ تب یہ ہاتف ملہم نے دی صدا
اپنا ہی گھر ہے آؤ تکلف نہیں بجا
کعبہ بھی تیرا گھر ہے یہاں آؤ تو ذرا
خوش آمدید مادرِؑ سلطان لافتیٰ
مریم ہیں بے قرار شرف ان کو دیجیے
چشمین فرش راہ ہیں قدم رنجہ کیجیے

کی عرض تو کریم ہے اے میرے کبریا
حیراں ہوں میں تو دیکھ کے دعوت کا ماجرا
مہماں تو بن کے آئی ہوں سمجھوں میں اس سے کیا
ہے میزباں کے گھر پہ تو تالا پڑا ہوا
یہ بے رخی مزاج گرامی پہ بھار ہے
اب دو قدم بھی چلنا ہمیں ناگوار ہے

آئی صدا اے کعبہ اگر یہ پلٹ گئی
سمجھو ابد تلک تیری توقیر گھٹ گئی
بیت خدا کی خوف سے دیوار پھٹ گئی
ہر اک خلش مزاج شہانہ سے چھٹ گئی
وحدت نے شان حیدرؑ کرار کھول دی
در کھولنے کی جلدی میں دیوار کھول دی

کی عرض تیرے گھر میں ہیں اصنام جا گزیں
پتھر ہیں یہ اگرچہ پہ محرم مرے نہیں
میں پردہ دار ، خلوتِ توحید پر مکیں
آئے ہے شرم دیکھیں یہ کیونکر مجھے مکیں
شرما رہی ہوں میں کہ یہ فرضی خدا تو ہیں
انسان گو نہیں ہیں پہ انساں نما تو ہیں

پھر دی یہ آ کے مریم و سارا نے اطلاع
اب ہو چکا ہے فرضی خداؤں کا اندفاع
ہے منتظر حضور کا حوروں کا اجتماع
اس گھر کی آج کیجئے تکمیل ارتفاع
کعبے کے بام و در سبھی محو درود ہیں
اصنام بھی حضور کے محو سجود ہیں

آنچل سنبھالا ، سوچا اور اندر اتر گئیں
انداز پر وقار سے کعبے کے در گئیں
بیت خدا کی قسمتیں پل میں سنور گئیں
لاکھوں قیامتیں دل حق پر گزر گئیں
ہر خشت سے عیاں ہوئے انوارِ داوری
کعبہ! زہے نصیب یہ تشریف آوری

اللہ رے یہ ملکہ عصمت کا احتشام
سجدے میں جھک چکے ہیں جہاں کے نبی تمام
ملحوظ ہے خدا کو بھی بی بیؑ کا احترام
ہونے لگا عجیب ضیافت کا اہتمام
حوریں ہزاروں آئی تھیں تھوڑی سی دیر میں
گلہائے خلد جوڑے بہشتی چنگیر میں

آراستہ تھی مسند زریں بھی بر محل
وقف ثبات ہونے لگا ایک ایک پل
مریم سنبھالے بیٹھی تھی جنت کی مورچھل
خوانچوں میں سج چکے تھے بہشت بریں کے پھل
یوخابہ آفتابہ کیئے منتخب کھڑیں
لعبہ لئے سلفچی قریں با ادب کھڑیں

ناگاہ سقفِ کعبہ ہوئی اس قدر بلند
کعبے کے زیرِ سقف ہوا عرش خود پسند
اور عظمتوں نے ڈالی معلیٰ پہ جا کمند
پھر ہر طرف سے ہو گئے سوچوں کے راہ بند
اشراقِ نورِ حق سے اجالا سا چھا گیا
حوروں کو فرطِ نور سے اک غش سا آ گیا

آغوشِ شاہزادیٔ اِمکاں سنور گئی
اک روشنی سما سے سمک تک بکھر گئی
عصمت سرائے حق سے امامت نکھر گئی
بنت اسد کی گود بھی پھولوں سے بھر گئی
دست دعا اٹھائے کیا شکر لم یزل
ہاتھوں میں جلوہ ریز ہوا حق کا پاک پھل

گھونگھٹ کی اوٹ سے جو سوئے عرش کی نظر
دیکھا تو دیدنی تھا دعاؤں کا یوں اثر
خالق نے کھولا عرش معظم کا پاک در
دامن میں پک کے گر گیا تقدیس کا ثمر
نورِ خدا سے تحفہٴ نور خدا ملا
آغوشِ عاطفت کو شہِؑ لافتیٰ ملا

آئی ندا یہ عرش سے نورِ مبین ہے یہ
قرآن کا اتار ہے حسن حسیں ہے یہ
پیدائشوں سے بالا ہے ، ربِ زمیں ہے یہ
تنزیل نورِ حق ہے ولادت نہیں ہے یہ
عقدہ جنم کا حل یوں ہوا ہے دماغ سے
جیسے چراغ ہوتا ہے روشن چراغ سے

شرم و حیا کی ملکہ نے دامن کیا دراز
رحمت فشانی کرنے لگا ربِ کارساز
پل میں مٹے وہ بندہ و یزداں کے امتیاز
نورِ علیؑ سے ہو گیا کعبہ بھی سرفراز
حیدرؑ کی لیں بلائیں خدا کے درود نے
توحید پیش کر دی علیؑ کے سجود نے

وارد ہوئے زمیں پہ جو وہ شاہِؐ ذوالفقار
سجدے میں سر جھکا کے کیا شکرِ کردگار
پھر صحفِ انبیاء کو دیا درسِ افتخار
پھر رحمتیں جہان کی ہونے لگیں نثار
دینِ محمدیؐ کا بھی اعلان ہو گیا
قرأت سے صحفِ حق جو تھا ، قرآن ہو گیا

یہ حکمِ ایزدی ہوا روح الامین کو
کر دو مرصع بیضہءِ فرشِ زمین کو
آراستہ کرو ابھی خلدِ برین کو
ارزاں کرو جہاں پہ مئے انگبین کو
محبوبِ کبریا کو یہ مژدہ سنائیے
منہ میٹھا ہو تو بات یہ ان کو بتائیے

ان سے کرو یہ عرض کہ اے شاہِ خوش خصال
بیت خدا میں آیا ہے وہ شیرِ ذوالجلال
توحید کی طرح ہے جو بے مثل و بے مثال
نکھرے ہیں آج میری خدائی کے خد و خال
تجھ پر یہ گویا وحی خدا کا نزول ہے
تو اس کے آئینے میں سنورتا رسول ہے

آیا ہے جس کا دین خدا کو تھا انتظار
آیا ہے جس کا ارض و سما کو تھا انتظار
آیا ہے جس کا ربِ علیٰ کو تھا انتظار
جس کا کہ دین حق کی بقا کو تھا انتظار

یہ دُرج داوری کا درِ لا جواب ہے
کعبہ میں گویا وجہہ خدا بے نقاب ہے

تھا ملتوی اسی پہ نبوت کا کاروبار
اب تک رہا ہے ظلم ظُلم معصیت شکار
آیا ہے آج دہر پہ وہ امرِ کردگار
اسلام کے بلاد کا جو حلقہءِ نہار

تیری ہے وہ پناہ ، تو رسالت پناہ ہے
جاؤ کہ منتظر تیری اس کی نگاہ ہے

جبریل نے دی جبکہ محمدؐ کو یہ خبر
آیا ہے آج تیری رسالت کا منتظَر
آئی ہے آج پہنے ہوئے خرقہءِ بشر
خلاقِ دو جہاں کی مشیت تمام تر

خالق کا دستِ راست ہے آنکھوں کا نور ہے
کعبہ میں آج کیا ہے؟ خدا کا ظہور ہے

جبریل نے پیامِ خداوند جب دیا
باقی رہی نہ ان کی مسرت کی انتہا
آئے حرم میں دوڑ کے سرتاجِ انبیاء
آئی صدا یہ حل و حرم سے کہ مرحبا
دیکھا دلہن کی طرح سجا بیتِ محترم
کعبے کے گرد دیکھے نبیوں کے سر بھی خم

جاری کیا رسولؐ خداوند نے طواف
مژگاں سے کر رہے تھے ملک فرشِ راہ صاف
جب تک ہوا نہ رازِ الٰہی کا انکشاف
جاری رہی زبانِ مبارک پہ لایلاف
سوچا کہ یہ ملاپ اکائی صفات ہے
دو نصف مل بھی جائیں تو اکمل کی بات ہے

دیوارِ کعبہ ایک طرف کو سرک گئی
اجلال سے زمیں کی بھی چھاتی دھڑک گئی
اور چشم خاوری کی پلک بھی جھپک گئی
تا آسمان نورِ خدا کی چمک گئی
بنت اسد کے ہاتھوں پہ اللہ کا اسد
آئی صدا کہ دُور سدا دُور چشمِ بد

سرورؐ نے کی یہ عرض چچی جان السلام
امؐ الاسد اے زوجۂِ عمرانؑ السلام
بیت خدا میں واردہ مہمان السلام
تفسیر نور و صورۂِ رحمان السلام
سرورؐ نے بڑھ کے بھائی کو ہاتھوں پہ جب لیا
قرآن جیسے لیتے ہیں یوں با ادب لیا

ٹھنڈی ہوئیں نگاہیں جو چہرے پہ کی نظر
بشری سی آنکھیں ان پہ کمانیں سی مختصر
پیشانی روزِ عید کی پھٹتی ہوئی سحر
پلکوں کی بستگی میں سکونِ دل بشر
آنکھیں ہیں بند ، دودھ بھی ماں کا پیا نہیں
رزّاقِ کل نے رزق جہاں سے لیا نہیں

معصومیت کی شان تو چہرے پہ ہے عیاں
ظاہر طفولیت میں ہے جاویدیت نہاں
آمد ہے آج ان کی ، حقیقت تو ہے وہاں
جس جا پہ لامکاں ہے ، مکاں ہے ، نہ ہے زماں
یہ لم یلد ہیں ان کی عنایت تو اک طرف
چاہا ہے جس کو بخشا ہے ماں باپ کا شرف

آنکھیں ہیں بند ان کو فقط ایک آس ہے
دیدارِ مصطفیٰ کی نظر کو پیاس ہے
چپ ہیں زبانِ حال سے یہ التماس ہے
ہونٹوں کو اک لعاب محمدؐ ہی راس ہے
چوسی زباں تو آئی صدا آسمان سے
رزّاقِ کل کو رزق ملا ہے زبان سے

آیا پھر اک طرف سے جہالت کا دیوتا
سرمہ لئے وہ ہاتھوں میں لات و منات کا
بوجہل کا ہمیشہ سے اک یہ اصول تھا
پیدا جو ہوتے بچے تو یہ سرمہ ڈالتا
پراتم بنا ہوا تھا یہ حربے نکال کر
پیسے بٹورتا تھا سدا سرمہ ڈال کر

جب آمد امیرؑ کی اس کو ملی خبر
کعبہ میں آیا ذہن میں صرف اتنا سوچ کر
اہل عرب میں سب سے گرامی ہے ان کا گھر
سرمہ میں ڈال لوں گا بٹوروں گا مال و زر
سرمہ یہ کیا ہے خاک ہے چکر چلاؤں گا
دعویٰ تبرکاً کا ہے پیسے کماؤں گا

آیا حرم میں دیکھا یہ منظر عجیب تر
مسرور تر ہیں آج شہنشاہِؐ بحر و بر
ہاتھوں پہ چھوٹا بھائی ہے چہرے پہ ہے نظر
کرتے ہیں باتیں پیار سے ہونٹوں کو چوم کر
کچھ دھیمی دھیمی باتوں میں راز و نیاز ہے
دیکھو نبیؐ کو ننھے سے بھائی پہ ناز ہے

دھیرے سے شاہِؐ حق سے کی سرورؑ نے گفتگو
چشمین تیری چشم خداوند ہو بہو
عارض سے تیرے عارض کونین سرخرو
میں بھی نبی نہ تھا ، جو نہ آتا جہاں میں تو
اسلامیت کی تجھ پہ حمیدہ نگاہ ہے
یہ کمسنی بھی تیری رسالت پناہ ہے

بوجہل پر رسولؐ کی اک دم پڑی نگاہ
بیڑی نکوستا ہے کہ اللہ کی پناہ
فرمایا مسکرا کے اے عالم کا شہنشاہ
سرمہ لئے وہ آتا ہے بوجہل رو سیاہ
ہرگز نہ آج ایسی زمانے میں بات ہو
چشم خدا میں سرمۂ لات و منات ہو

کی عرض اِذن ہو تو ذرا ہاتھ جھاڑ دوں
بابائے جہل کے ذرا حلیئے بگاڑ دوں
گر حکم ہو تو ریش کے بخیے اجاڑ دوں
حق بن کے کفر و شرک کے جبڑے اکھاڑ دوں
اب بت شکستیوں کا بھی امکان چاہیے
کچھ آمد علیؑ کا بھی اعلان چاہیے

آیا قریب شیر خدا کے وہ بدخصال
سرخ از جلال ہو گیا وہ وجہِ ذوالجلال
دست خدا میں اٹھنے کی سرعت تھی یوں کمال
بوجہل کو نہ دونوں جہاں کا رہا خیال
آئی صدا چٹاخ کی ، صورت بگڑ گئی
ایسا پڑا غضب کا کہ بتیسی جھڑ گئی

کوندا لپک گیا جو وہ تھپڑ ہوا رسید
آنکھوں میں دھند چھا گئی چکرا گیا پلید
اس ضرب نے طلوعِ نبوت کی دی نوید
رخ اک طرف کو پھر گیا چلنا ہوا بعید
دست علیؑ میں زورِ الٰہی بھی ساتھ تھا
سمجھا یہ سب نے جوڈو کراٹے کا ہاتھ تھا

رخ پھر گیا یوں ہاتھ پڑا بدخصال کو
چلتا تو تھا جنوب کو رخ تھا شمال کو
سہلاتا جا رہا تھا مسلسل وہ گال کو
دہرا رہا تھا ذہن میں اپنے خیال کو
ظاہر طفولیت ہے حقیقت میں کیا ہے یہ
ننھا سا ہاتھ ہے مگر دست خدا ہے یہ

جعفرؑ کی التجا ہے اے محبوب کردگار
در پر تیرے سوالی نبی لیل والنہار
تیری ہی رحمتوں سے مقدر ہیں استوار
میرا بھی دل ہو کاسہء دست گدا شمار
تو اپنے پاک گھر کی بہاریں دکھا مجھے
یعنی خروج شاہِؑ زمن ہو عطا مجھے

......☆......

یا مولا کریمؑ

آدم ابوالبشر

سرکارؑ کا ایک خطبہ

دربارِ شاہِؑ مرداں وہ پر وقار منظر
ٹھہرا ہوا وہ ہر سو مخلوق کا سمندر
زلف شہؑ امم سے ساری فضا معطر
سرگرم گفتگو ہیں ظلِ خدائے برتر
تنبیہِ آدمیت الفاظ کا رویہ
اک حَیٌّ لَا یَمُوْتِی اندازِ شقشقیہ

مسجد کے بام و در پہ آیات کی نگارش
فقروں کا وہ تواتر فضل و کرم کی بارش
پاسخ کشا سلونی ہر مطمئن گذارش
جملوں کے زمزموں میں کچھ فکر کی سفارش
ہر دل کے راز ایسے پڑھ کر سنا رہا ہے
جیسے ہر اک جبیں پر سب کچھ لکھا ہوا ہے

ہر دل کے مدعا کی تفسیر ہو رہی ہے
ہر ذہن کی جوابی تقریر ہو رہی ہے
تاسیس مصطفیٰ پر تعمیر ہو رہی ہے
اندیشۂ خفی کی تشہیر ہو رہی ہے
اطفالِ معرفت کا مکتب کھلا ہوا ہے
جبریل دست بستہ آگے کھڑا ہوا ہے

پوچھا کسی نے آقا قرآن میں اک خبر ہے
اس دور کے بشر کا آدم ابوالبشر ہے
آدم سے قبل کیا تھا ہر شخص بے خبر ہے
فرمایئے اے قبلہ کیا راز مستتر ہے
اس کا سوال سن کر بتلا دیا ، کہ آدم
سہ بار اس نے پوچھا ، فرما دیا کہ آدم

اس آدمی کی جانب دیکھا نظر اٹھا کر
حیرت ہوئی ہے تجھ کو پوچھا یہ مسکرا کر
کیا مطمئن نہیں تو میرا جواب پا کر
فرمایا شاہِؐ حق نے سوگند پھر اٹھا کر
گزرے ہیں عالمیں میں یوں بے شمار آدم
لیکن تھے اس زمیں کے اسی ہزار آدم

کی عرض اس نے آقا شک کی کسک نہیں ہے
حق ماننے سے بالکل مجھ کو جھجک نہیں ہے
فرما رہے ہیں جو کچھ اس میں تو شک نہیں ہے
قرآں میں اس کا لیکن اظہار تک نہیں ہے

فرمایا ذکر ان کا قرآں میں آ چکا ہے
لیکن یہ رازِ قدرت پیہم چھپا ہوا ہے

قرآں میں بوالبشر کی وارد جہاں ہے خلقت
یہ جملہ قدسیوں سے فرما رہی ہے قدرت
انساں کو سونپتا ہوں دھرتی کی پھر خلافت
قدسی یہ کہہ رہے ہیں اے مالکِ مشیت

مفسد ہے، پُر خطا ہے، خونخوار ہے یہ آدم
معصیتوں کا پتلہ، بیکار ہے یہ آدم

مفسد وہ کہہ رہے تھے آدم کو کس بنا پر
جب مطّلع نہیں تھے علم آئندہا پر
جمتی تھیں ان کی آنکھیں ماضی کی ہر ادا پر
ہر اک ابوالبشر کی تخلیق و انتہا پر

ظاہر ہے صاف ان کے اندازِ گفتگو سے
مفسد وہ کہہ رہے تھے اس تجربے کی رو سے

پرکھا تھا قدسیوں نے ہر اک ابوالبشر کو
جانچے ہوئے تھے قدسی آدم کی ہر نظر کو
دیکھے ہوئے تھے سارے آدم کے جور و شر کو
وہ اس لئے تھے روکے خلاق بحر و بر کو
اسی ہزار شکلوں میں جانتے تھے اس کو
ماضی کے تجربوں سے پہچانتے تھے اس کو

قبل از ابوالبشر اک مخلوقِ آتشیں تھی
دھرتی پہ بسنے والی وہ خلق اولیں تھی
آباد ان کے دم سے یہ بیضوی زمیں تھی
شیطاں تھا ان کا حاکم اور معصیت ہی دیں تھی
جبروتیت کا اس پر اک دم عذاب آیا
وحدانیت نے صرف اک ابلیس کو بچایا

اسی ہزار آدم آئے پھر اس زمیں پر
ہر اک ابوالبشر تھا دھرتی کی اس جبیں پر
اربوں برس رہے وہ اس دورِ انگبیں پر
سبقت انہیں تھی حاصل مخلوقِ اولیں پر
ہم سب کے تھے محافظ ، نورالمنیر ہم ہیں
صوتِ الست کُلِّ شَیْیءٍ قَدِیر ہم ہیں

میں صبحِ روزِ اول میں عرصہ قیامت
ارفع ہے میری ہستی از مقصدِ قدامت
آدم سرشتہِ من دستم بہ کارِ قدرت
نَحْنُ مَشِیَّۃُ اللّٰہ ، نَحْنُ رَبُّ الشَّرِیْعَۃ

ہے کفر یہ عقیدہ آدم کے ہم پسر ہیں
ہم عین اولیت ، قبل از ابوالبشر ہیں

تینتیس کل ہیں پشتیں ، تارخ سے تا محمدؐ
بنتے ہیں یہ برس تو کل دو ہزار و سہ صد
ہجرت سے بوالبشر کی ، دنیا میں جب ہے آمد
کل شش ہزار و سہ صد پنجاہ برس کی ہے حد

مذکور صحفِ حق ہے ، یہ آخری ہے آدم
بابائے دورِ حاضر حق کا صفی ہے آدم

جب ہم ہیں نورِ اول ثابت ہے یوں قدامت
کل آدموں سے پہلے تھے ہم ہی نورِ وحدت
یہ بات مانتی ہے تقدیمِ آدمیت
آدم یہ آخری ہے ازروئے ایں حقیقت

کل آدموں سے پہلے جو نور جلوہ گر ہیں
اس آخری بشر کے وہ کس طرح پسر ہیں

تیرہ سو سال پہلے جو ہو رہا تھا فرماں
تصدیق کر رہی ہے آج اس کی عقلِ انساں
دورِ جدید اس پر دِکھتا ہے گرم ساماں
سلجھائی جا رہی ہیں تقدیم کی یہ گتھیاں
لاکھوں برس پرانے اب مل رہے ہیں کھنڈر
انسانی ہڈیوں کے پائے گئے ہیں پنجر

اربوں برس پرانی دھرتی کی آتما ہے
یہ روز و شب کا دھندا صدیوں سے چل رہا ہے
انوارِ مہر و ماہ کا کب سے یہ سلسلہ ہے
کب سے رواں نہ جانے لمحوں کا قافلہ ہے
کب سے سحر کنہیا زلفیں جھٹک رہی ہے
مہر و فلک کی کب سے مستک دمک رہی ہے

خاور یہ کب سے زریں روئی سی دھن رہا ہے
اور بیت عنکبوتی کرنوں سے بن رہا ہے
لمحوں کی سرسراتی آوز سن رہا ہے
اور ابرکِ نجومی افشاں سی چن رہا ہے
کب سے بروج کا یہ چرخہ سا چل رہا ہے
کب سے یہ وقتِ بسمل پہلو بدل رہا ہے

تقدیمِ آدمیت اب کھل کے آ رہی ہے
اوہامِ باطلہ کو سائنس مٹا رہی ہے
سب مذہبوں کی قلعی کھلتی ہی جا رہی ہے
تحقیق عقل انساں اب رنگ لا رہی ہے
لاکھوں برس پرانی باتیں ، ہیں کل کی باتیں
اک مضحکہ بنی ہیں لات وحبل کی باتیں

سائنس کے پیچ وخم میں الجھے ہیں سب عقائد
اک دہریہ فضا میں ڈوبے ہیں اب عقائد
اب سامنے خرد کے ہیں مضطرب عقائد
سائنس کی گود میں اب ہیں جاں بہ لب عقائد
الحاد کا یہ جادو سر چڑھ کے بولتا ہے
اسلام کی نسوں میں اب خون کھولتا ہے

فرمانِ مصطفٰے سے ہٹ کر جو دیں بنا ہے
آغوشِ حَسبُنا میں پروان جو چڑھا ہے
پھر اجتہادیت کی بھٹی میں جو تپا ہے
وہ کفر خیز مذہب لڑ لڑ کے تھک چکا ہے
دم توڑتے ہیں اس کے سب منطقی دقائق
منہ نوچتے ہیں اس کا سائنس کے اب حقائق

کب تک چلے گا باطل اسلام سے لپٹ کر
کب تک لڑے گا باطل اسلامیت سے ڈٹ کر
مفروضہ دیں بنا کر حق کو الٹ پلٹ کر
اک دن رہے گی اس کی تیرہ شبی یہ چھٹ کر

اسلام اک علیحدہ بن تو گیا ہے ان کا
رسوائیوں کی زد میں مہماں ہے ایک دن کا

گر دے ہمیں دکھائی چھوٹا ہر ایک تارا
اس میں ہے دوش کس کا اس کا ہے یا ہمارا
دیکھیں تو اصل میں ہے آنکھوں کا جرم سارا
ہر آنکھ ہے مقصر نردوش ہے ستارا

ہر چشم ہے غلط بیں دیکھے یہ کیا حقیقت
نورِ خدا میں اس کو دِکھتی ہے آدمیت

جعفرؔ وہابیت سے ہر اک دماغ شل ہے
وحشت سرا ہے عالم اذہان میں خلل ہے
ہر راہبر ہے راہزن ہر راستہ اضل ہے
ہر منتظر کے لب پر اک حرفِ العجل ہے

قلبم شکست و ہر لب ایں حرف مدعا است
بر افق دہر ظلمت باطل کشا چرا است

یامولا کریمؑ

نذرانۂ عقیدت

قائمِ آلِ محمدؐ اے عطایائے شعور
بلبل سدرہ ازل سے کفش بردارِ حضور
ذرے ذرے سے ہے پیہم تیری قدرت کا ظہور
تجھ کو سونپے آپ خالق نے زمانے کے امور
تیری الفت کو عبادت دے دیا رب نے قرار
ہو گیا خلاقِ عالم خود ہمہ تن انتظار

تیری مدحت کی حدیں یوں ہیں تخیّلات میں
جس طرح بادل گھن آتے ہیں شبِ برسات میں
اور یہ کھوئی ہے خرد تیری تجلیات میں
ذہن خود مصروف ہے تقریب میں میقات میں
خامہ و توصیف میں حائل ہے عظمت کی خلیج
کیوں نہ بوؤں آسماں پر میں تیری مدحت کے بیج

تیرے مضمونِ محبت کا یہ دل ملفوظ ہے
اور تخیّل کو سدا تیرا ادب ملحوظ ہے
اور علوِ شان سے روحِ خرد محظوظ ہے
تیری الفت میں بشر ہر شرک سے محفوظ ہے
زیبِ چشم عرش پائی تیری نعلینِ بلند
کیا خرد ڈالے تری مدحت میں سوچوں کی کمند

تیرے احسانات سے عالم ہے تیرا زر خرید
معترف تیرے کرم کا آج ہے دورِ جدید
کام کوئی بھی نہیں ہے تیری قدرت سے بعید
فَاعْبُدُوْهُ نے بنائے انبیاء تیرے عبید
اور کبھی زیبِ زباں ہوتا ہے تیرا نام جب
ہونٹ ہو جاتے ہیں پہلے سر بہ سجدہ با ادب

تیرے احسانات کا واللہ نہیں کوئی شمار
تیرے آئینے میں ہے خود پرتو پروردگار
تو ہی دین حق کا شارع مقتدر با اختیار
تیری رحمت سے ہے پیہم یہ زمانہ سازگار
تیرے اقرارِ ولایت سے نبی مبعوث تھے
مُستَغِیثیں کے تمہیں غیاث تھے غیوث تھے

تیرا خالق نے کیا قرآن میں ذکر کثیر
ہے ازل سے تو وجودِ حق کا پوشیدہ ضمیر
تجھ سے لرزیدہ رہے دورِ عباسی کے امیر
تیرے اجلالِ الٰہی کی نہیں کوئی نظیر
تجھ سے باقی ہے جہاں میں زندگانی کی رمق
معرفت تیری بنی سب کیلیئے عرفانِ حق

تجھ کو فرمایا نبیؐ نے خاتم اثناء عشر
تجھ کو خالق نے کہا ہے ذاتِ حق کا منتظَر
اور کہا جبریل نے ، ہے تو ہی امرِ مفتخر
قدسیوں کی بھی عبادت میں ہے تو پیشِ نظر
ذکرِ انتظار دورانِ تلاوت جب ہوا
کر دیئے قرآن نے وا آپ ہی دستِ دعا

تیرے دم سے بے ثباتی کو ہوا حاصل ثبات
تیری چشم لطف سے باقی ہے ساری کائنات
ہو تمہیں میزانِ عدل اور حاشرِ صوم و صلٰواۃ
خضر و عیسٰی کے تمہیں ہو مقصدِ طولِ حیات
تیرے در پر جھک گیا جو سر بصد عجز و نیاز
انبیاء سے بڑھ کے رحمت سے ہوا وہ سرفراز

کی تمہارے نور نے سب کو توانائی عطا
کارخانہءِ جہاں میں کار فرما تو رہا
ہے محیط عالم پہ تیرا سایہءِ ابرِ بقا
حسن تیرا ہر حسیں شے میں رہا جلوہ نما
تو ہے وجہہ اللہ یداللہ مصدرِ الہام ہے
عقل کہتی ہے خدا تیری انا کا نام ہے

آپ ہیں والد جنہیں ہے صاحبِ عسکر ملا
آپ کو سرمایہءِ دیں طاہر و اطہر ملا
نام تم کو منعمؑ و مفضلؑ ملا مضطرؑ ملا
آپ کو جسمِ حسیں ہم پیکرِ سرورؑ ملا
جانتا ہوں جَاءَ رَبُّكَ کے ہیں مصداق آپ
ہیں فلک جس کی طرف غائر وہ ہیں آفاق آپ

آلِ احمدؐ کا محمدؑ مصدرِ علمِ احد
اور امامِ دورِ عصر اور راہرو راہِ صمد
در الم ، در درد ، عالم کہہ اٹھا مولا مدد
ٹل گئے آلام اور اک دم ہوا ہر درد رد
اس طرح ہوتی ہے مشکل تیری رحمت سے بعید
جس طرح ان چار مصرعوں میں تھا نقطہ نا پدید

زیب جنت زینِ غیبت نقشِ شفقت پیش بین
غیب پنجتن فیض شب خزنِ خفی پیش یقین
نیز چینِ بن نقیؑ بختِ نبی غیبت نشین
غیث شفقت فیض نیت زینتِ تخت جبین

کوئی انساں تیری رحمت سے نہیں خالی رہا
جیسے ان مصرعوں میں ہر اک لفظ خود منقوط تھا

تو زمانے کیلئے مشکل کشائے عصر ہے
تو علیؑ وقت ہے اور مصطفیٰؐ عصر ہے
تو نبیءِ وقت ہے اور کبریائے عصر ہے
صورتِ بالواسطہ تو ہی خدائے عصر ہے

بانیءِ اسلام سے تجھ کو کچھ اتنا ربط تھا
تو بنا نام و کنیت میں سراپا مصطفیٰ

حد سے بڑھ جائے گا اس گیتی پہ جب ظلم و ستم
جب کہ کھل جائے گا اس انساں کی عظمت کا بھرم
انس سے موقوف ہو گا آدمیت کا جنم
تب کہیں دھرتی پہ ہو گا تیری رحمت کا کرم

ظلم سے معمور دھرتی عدل سے بھر جائے گی
اور یہ روحِ ظلم جبس عدل میں مر جائے گی

ہے شبیہ مصطفیٰ تیری جہاں کو احتیاج
مانگتا ہے دین حق پھر امن عالم کا مزاج
ظلمت عالم کے دافع ہیں تیرے روشن سراج
ہے تمنائی تیرا پھر ظلمت خالق کا تاج
اصطباغِ حق میں بدلو عالم اسلام کو
اپنی صورت میں عیاں کر دو خدا کے نام کو

فکر کی پرواز میں حائل رہا تیرا ادب
شد قلم سر در گریباں نوکِ خامہ مضطرب
تجھ کو جعفرؑ مان بیٹھا عالم بالا کا رب
مظہر توحید ہے تو اے امامؑ منتخب
جوڑ کر سانسوں کی تسبیح زاہد روح حیات
نت جپے گا نام تیرا ہر نفس کے ساتھ ساتھ

......☆......

یا مولا کریمؑ

امامِ عصر

عجل اللہ فرجہ الشریف

ہستیءِ ظلمت میں نوری انقلاب آنے کو ہے
پیر فطرت پر نئے سر سے شباب آنے کو ہے
پھر عقابِ کفر اب زیر عتاب آنے کو ہے
مقصد توحید کا لب لباب آنے کو ہے
حکم باریدن ہوا پھر حق کے برقستان پر
کوندتی ہے برق سی تکفیر کے کھلیان پر

زرد ہے زر کی سہاگن کا وہ زریں رنگ روپ
پڑ گئی عشرت کدوں پر احتسابی دن کی دھوپ
ابتدا کش ہو گیا اسلام کا دور انوپ
چلمن تطہیر سے جھلکا تقدس کا سروپ
نور کی کرنیں جو چھن چھن کر پڑیں افلاک پر
روشنی سی جم گئی ظلمات کے ادراک پر

آسمانی جھیل میں کھلنے لگے رنگین کنول
حسن کی جاگیر میں بننے لگا حق کا محل
حق سے دب کر شیطنت کی رہ گئی نقل و حمل
عرش کے کنگروں سے پھر اٹھی صدائے العجل

عالم ہستی حدوث و قِدم کا برزخ ہوا
کفر کے آتش کدوں میں فسق جم کر یخ ہوا

پھر کھلا شاخ نبوت پر نیا وحدت کا پھول
پھر ہوا الہام پر اک آیۂ حق کا نزول
پھر ہوا دستار نبوی کو امامت کا حصول
پھر قبائے عصر میں ظاہر ہوئے حق کے اصول

اور مسرت کے جزیرے میں اک عالم گھر گیا
غم کی امیدِ سماوا(۱) پر بھی پانی پھر گیا

(۱)......وہ وادی جس میں سرکارؐ ختمی مرتبت کی ولادت کے موقعہ پر پانی چڑھ گیا تھا اور اسے خروج کی علامت بھی کہا گیا ہے

مطلع انسانیت پر چھا گئی بردِ نشاط
پھر سے بسم اللہ کے روشن ہوئے رنگین نقاط
اہل ایمان پر کشادہ ہو گئی حق کی صراط
نورِ وحدت نے کیا عالم کے چوطرفہ احاط

شبنمِستانی پری کی عطر دانی کھل گئی
داہن گل کی بشاشت سے گرانی دھل گئی

پھر قبائے آدمیت میں عیاں ہے داوری
احتسابی زد میں ہے ابلیس کی پیشہ وری
اٹھ گئے پردے ، ہوئی الحاد کی پردہ دری
اور ہوئے الہام ذروں پر رموزِ خاوری
بہمنِ باطل چھپا اپنی پرستش گاہ میں
موت نے ڈھونڈا نہنگ شیطنت کو تھاہ میں

ہیکل فطرت پہ اک رنگیں قبا سجنے لگی
اور عروس روشنی پر ہر ادا سجنے لگی
ریش چرخ پیر پر احمر حنا سجنے لگی
رات کی دلہن کی ساڑھی از طلا سجنے لگی
ڈول ڈالا چاہِ کنعانِ ادب میں فکر نے
آل کا یوسف دیا نور خدا کے ذکر نے

اور مسرت کے حسیں لب پر ہے اک موجِ طرب
زندگی کی گود میں ہے بربطِ حسن طلب
ہر شجر ہے ایستادہ پنکھ باندھے با ادب
کفر سرہانے کیئے کہنی پڑا ہے جاں بلب
ہر خوشی ہے کسمسا کر آنکھ مل کر اٹھ کھڑی
اور اجارہ دارِ غم کے سر سے پگڑی گر پڑی

ہو گیا ہے بند تہہ خانوں میں باطل کا جوا
قحبہءِ زر کی پڑی ہے ماند پائل کی صدا
چہل قدمی کو نکل آئی پھر اجلی سی فضا
اور بڑھی لے کر اجابت کی رتھوں کو خود دعا
طاقِ کسریٰ کے گرے کنگرے پھر اس جھنکار پر
''زَاھقُ الباطل'' لکھا ہے عصر کی دیوار پر

آ رہا ہے کون براق تخیّل پر سوار
موت کی آنکھوں میں پڑتے ہیں ندامت کے شرار
جس کا حسن کل ہے شاہکارِ ازل کا راز دار
جس کی سانسوں سے شمیمِ خلد لے بو مستعار
نورِ خالق جس کی برقیلی رووَں میں عکس ریز
جس کے رخ پر رات دن آپس میں نت گرمِ ستیز

نورِ حق سے ایمنِ دل کے شجر جلنے لگے
اور تصور کے محل کے بام و در جلنے لگے
سوچ کے منجدھار میں فکر و نظر جلنے لگے
پھر تو جبریل تخیّل کے بھی پر جلنے لگے
یک بیک ابھرا تصور میں جو حسنِ منتظَر
رہ گئی دوشیزہءِ فکر انگلیوں کو کاٹ کر

دی نقیبِ صبح نے آواز اے اہلِ چمن
آج پھر پہنا ہے نور حق نے بشری پیرہن
بہر امدادِ بشر آیا ہے ربِ ذوالمنن
نورِ خالق کا ہوا ہے چودھواں آوا گون
کفر کی وادی میں اک آتش فشاں پھٹنے کو ہے
ظلمتوں کی یہ کثیف آندھی ابھی چھٹنے کو ہے

مہر حق کی دھوپ پھر عالم کو گرمانے لگی
اور طپش برفِ تقیہ کو بھی پگھلانے لگی
برف ایماں کی چٹانوں سے جو بہہ جانے لگی
ایک چمکیلی صبح عالم پہ اٹھلانے لگی
اور ریا کی نرسلوں میں کفر چھپ کر رہ گیا
بغض کا مادہ منافق گھاٹیوں میں بہہ گیا

پو پھٹی عالم سے اندھیارے کی ظلمت چھٹ گئی
اور فصیلِ مشرقی پر صبح آ کر ڈٹ گئی
سنسناتی رات کی تاریک چادر پھٹ گئی
شاہِ خاور کے قدم کی دور تک آہٹ گئی
اور عجوزِ شب کے سر سے تیرہ آنچل گر پڑا
رَبُھَا کا مہر یوں ابھرا کہ سر پر آ کھڑا

جس کی پیشانی کا پرتو صورتِ لوح و قلم
اور ہر اک خطِ جبیں پر بائے بسم اللہ رقم
اور حسیں عارض کی شفیقلی سطح ابر کرم
سرمئی ریشِ معنبر لیلیٰءِ دشتِ اِرم
اور یہ ستواں ناک ٹھہرایا لِوا الحمد ہے
اور جو بینی کا الف ہے اک ادائے حمد ہے

جس کے لب پر سرخیءِ اخبار عالم کا مدار
ریشمیں پلکوں میں صف بستہ نبیوں کی قطار
اور حسیں مژگاں کی جھالر پردۂ وحدت شعار
آنکھ میں کاجل ہے یا ٹوٹے ہوئے تارے کی دھار
ابرووَں کی قوس میں انداز وہ قوسین کے
جن کی جنبش میں ہیں مضمر فیصلے کونین کے

اور درِ دنداں کے موتی شبنم واللیل حق
جن کی تابش میں ہے خاور کو چمکنے کا سبق
زندگی کا ایک طوفاں جس کے سانسوں کی رمق
جن کے پاؤں میں بچھاتی ہے زمیں ساتوں طبق
جس کی لمس چشم سے پگھلا کے بہہ جائے عدو
جس کی بل کھاتی لٹوں میں آبشارِ رنگ و بو

جس کی قامت عظمتِ توحید کا مینار ہے
جو شباب و حسن کا اک بولتا شہکار ہے
جس کے پیکر سے خدا کے رعب کا اظہار ہے
جس کے لہجوں میں بِرَبّکُم کی اک للکار ہے
جس کی الفت اور محبت سا نہیں کوثر لذیذ
مستیءِ جاوید ہے ان کی مؤدت کی نبیذ

ناخدائے کشتیءِ عالم اے طوفانِ طرب
آج بھی اسلام ہے آغوشِ زر میں جاں بلب
ڈوبتی ہے نبض دیں آ اے مسیحِ منتخب
زندگانی کی کراہوں میں ہے محشر کا تعب
اب مؤدت ہو چکی ہے پھر گرفتار بلا
احمدؐ دوراں ذرا پھر سے محمدؐ بن کے آ

دین حق سے ختم ہو تکفیر کا یہ ہمہمہ
دین کے سرمنڈلوں پر ہو خوشی کا زمزمہ
نور برسانے لگے اسلامیت کا قمقمہ
تاخت اور تاراج ہو اس کفر کا ہر دمدمہ
آج جعفرؑ والیءِ خضرا کا ہو جائے ظہور
اہلِ حق لات و ہبل کا دیکھ لیں یومِ نشور

یامولا کریمؐ

وِلادت ربؐ الارض

علیہ الصلوات والسلام

بسم اللہ سے کر نظم کو اوراق پہ جاری
پھر حمد خدا کر کہ ہے وہ خالق باری
بلبل کو دیا نغمہ ، رگِ ساز کو زاری
ہے ابر کرم ، سب پہ عنایت ہے نیازی
کر اس سے صدا خامہ کو تلوار بنا دے
قرطاس پہ الفاظ کے گلزار سجا دے

اے خالق کونین تو دے حسن زباں کو
تو اوج تخئیل سے ملا طبعِ رواں کو
اور حسن معانی سے تو بھر دُرجِ دہاں کو
ہو زود اثر ایسا دے اعجاز بیاں کو
اس شاعر کم مایہ کو دے ایسا تکلم
روشن سدا الفاظ رہیں صورتِ انجم

گردوں سے ندا آئی کہ اے شاعر دلگیر
جو تو نے صدا دی ہے ابھی صورتِ تحریر
یہ سن کے ملائک کے تو رنگ ہو گئے تغیر
لو بخشی ہے ہم نے تیرے جذبات کو تاثیر
دنیا پہ لٹا دولتِ یاقوتِ سخن کو
اور بخش دے جوبن ابھی مضمون کہن کو

شاعر تو یہ مضمون ذرا وقف قلم کر
الفاظ و معانی کو بہ افشار بہم کر
اشعار کے گلدستہ کو گلزارِ اِرم کر
پھر مہدیؑ ءِ حقا کی ولادت کو رقم کر
تو لوح و قلم ، خامہ و قرطاس بنا دے
شب نیمہ شعباں ، شب معراج دکھا دے

اس شب کے مناظر کو دِکھا صورتِ تصویر
آرائش مضمون سے ہوں سکتہ میں دبیر
اس شب کی فزوں ہو شب معراج سے توقیر
ہو جائے ابھی جنت فردوس کی تعبیر
اس شان سے پیدائش سلطانِ زماں لکھ
ذروں کو تو خورشید زمیں ہفت جناں لکھ

اس شام کو سورج نے لگایا ہے یہ غازہ
فطرت نے تراشہ تھا یہ منظر تر و تازہ
خوشیوں نے نکالا جو بد امنی کا جنازہ
ملکوت نے گیتی کو بصد شوق نوازہ
شب کا جو کھلا کاکل مخمور فضا میں
انوار کی برسات ہوئی ارض و سما میں

جب شب کے لبادے میں چمکنے لگے موتی
قدرت ہے جنہیں سوزن فطرت سے پروتی
پھر تابش انوار ہے رگ رگ میں سموتی
حورانِ جنان شب کو فدا جن پہ ہیں ہوتی
جب چاند نے خود روئے حسیں اپنا نکالا
گہنے کی طرح پہنے تھا وہ نور کا ہالہ

ہیں ابر کے ٹکڑے بھی رواں عقب صبا میں
مئے خوار چلے جاتے ہیں میدان صفا میں
اشجار کھڑے جھومتے ہیں وجد نوا میں
ملکوت جناں اترے ہیں جلووں کی ضیا میں
وہ گل ہے کھلا آل محمدؐ کے چمن میں
مہکا دیا ہر چیز کو فردوس و عدن میں

رخ چاند لگا ابر میں شرما کے چھپانے
اِٹھلا کے لگیں کرنیں حجابوں کو اٹھانے
کچھ کرنیں ستاروں سے لگیں آنکھ چرانے
پھر نور کے روشن ہوئے دنیا میں دہانے
انوار کے خلاق کے آنے کی خوشی ہے
اور باطل مردود کے جانے کی خوشی ہے

پھر ابر بقا سے ہوئی انوار کی باراں
ہر ریت کا ٹیلہ ہے بنا تخت سلیماں
کلیوں کو ہنسانے لگی تضحیک بہاراں
سنبل نے بھی لہرا دیئے خود کاکل پیچاں
غنچوں نے مسرت سے کیا خنداں دہاں کو
محظوظ مسرت سے کیا کون و مکاں کو

اس گلشن ہستی میں حسیں آج کی شب ہے
سرمایۂ زیبائش و زیں آج کی شب ہے
گلہائے مسرت سے مزیں آج کی شب ہے
رونق میں فزوں خلد بریں آج کی شب ہے
اس شب کو کھلا غنچۂِ گلزار محمدؐ
گل بار ہے ، دُر بار ہے ، دَربارِ محمدؐ

یہ کنزاً مخفی کے عیاں ہونے کی شب ہے
یہ دنیائے باطل کے نہاں ہونے کی شب ہے
یہ رازِ محبت کے بیاں ہونے کی شب ہے
یہ بحر تقدس کے رواں ہونے کی شب ہے
اور رقص کناں ارض و سما پر ہے مسرت
اس شب کو دلِ آلِعباؑ پر ہے مسرت

اے عالم امکاں تیرا سردار ہے آیا
پھر کفر کی سرکوبی کو کرارؑ ہے آیا
اے منصب نبوی تیرا حقدار ہے آیا
سرمایہءِ توحید کا مختار ہے آیا
اے نرگس بے نور تو لا دیدۂ بینا
پھر دیکھ ہنوز آیا ہے رحمت کا خزینہ

اے انجم و ماہ بدرِ دُجیٰ ہوتا ہے پیدا
اے مہر فلک شمس الضحیٰ ہوتا ہے پیدا
اے نورِ سحر نورِ خدا ہوتا ہے پیدا
اے عرش علیٰ ابن سخا ہوتا ہے پیدا
گیتی کو تو معراج کے درجات کی شب ہے
کعبہ کیلئے فخر و مباہات کی شب ہے

اے حُسن سنور اب تیرا سلطان ہے آیا
اے باغِ ارم عصمت یزدان ہے آیا
اے شمس و قمر ناطقِ قرآن ہے آیا
اے دین تیرے درد کا درمان ہے آیا
اے کعبہ تری شان کو پھر کرنے دوبالا
آیا ہے زمانے میں یہ ماہِ متوالا

تھا پاک تجھے پہلے کیا اس کے پدر نے
مسجود بنایا تھا تجھے علم کے در نے
اب شان دوبالا تری کرنا ہے پسر نے
پھر تجھ کو شرف بخشا ہے رحمت کی سحر نے
خوش ہو کہ ترا گوہر مقصود ہے آیا
اے کعبہ و قبلہ تیرا مسجود ہے آیا

ملکوت جناں کو ہوا اِرشاد خدائی
کیوں تم نے نہیں آج مری خلد سجائی
کیوں آگ جہنم کی نہیں تم نے بجھائی
تم کو نہیں معلوم شب قدر ہے آئی
سرمن کی منڈیروں پہ چراغاں کریں تارے
فردوس کے ، یہ دنیا لگے دینے نظارے

جس قیم عالم کا ہے اس گیتی پہ اظہار
اب ان کی نسب گوئی میں خامہ ہے ضیا بار
دادا ہے علیؑ نانا نبیوں کے ہیں سردار
اجداد بھی ان کے ہیں امامت کے سزاوار
ہیں والد ماجد حسن عسکریؑ مسموم
یہ باغ نبوت کا ہے اک غنچہء معصوم

شب بیتی تو روشن تھے سحر ہونے کے آثار
کہنے لگے پھوپھی سے حسن عسکریؑ سردار
اس صبح کو ہو گا میرا خورشید نمودار
کر دے گا عوالم کو ابھی مطلع انوار
خورشیدِ جہاں پردۂ سیمیں میں نہاں تھا
اور مہر امامت تو بصد آن عیاں تھا

مَوعُدُ هُمُ الصُّبْحُ بھی ، عالم بھی تھا پر نور
تھی ایسی فضا انجم تابیدہ تھے مخمور
ہر آن لب ابر تھے صلوات سے معمور
دنیا کا ہر اک شجر بنا جلوہ گہِ طور
اک لعل ہوا معدنِ تطہیر سے ظاہر
نکلا صدفِ پاک سے اک گوہر طاہر

دنیا پہ نوازش جو ہوئی شاہِ زمن کی
تب آئی صدا حجرے سے سرکارِ حسنؑ کی
لاؤ کہ زیارت کروں سلطانِ عدن کی
دیدار خدا دید ہے اس غنچہ دہن کی
آمد تھی جو اس نور کی ، پر نور جہاں تھا
اور جاء الحق آپ کے شانے پہ عیاں تھا

کی آپ کے ارشاد کی پھر بی بیؑ نے تعمیل
اس حجرہ میں لے آئیں حسیں نور کی قندیل
ہونے لگی پھر عرش پہ تسبیح و تحلیل
صلوات کی ہونے لگی کونین پہ تنزیل
مولاؑ نے جب اس یوسف یزداں کو اٹھایا
چاہت یوں بڑھی چوم کے آنکھوں سے لگایا

یوں فرطِ طرب سے دُرِ شہوار کو چوما
ہاتھوں کو کبھی روئے ضیا بار کو چوما
پھر ان کے لب لعل گہر بار کو چوما
پڑھ صلِّ علیٰ چشم حیا بار کو چوما
دی باپ نے جب اپنی زباں ان کے دہاں میں
پایا وہ مزا ، پایا نہ کوثر نے جناں میں

سن دو صد و پچپن کی شب نیمہ ءِ شعباں
اس شب کو کیا قادرِ مطلق نے یہ اعلاں
اس شب کو مرے نور نے ہونا تھا نمایاں
جبریل نبیوں کو سنا دے میرا فرماں
اک آن میں آ جائیں وہ دربارِ جلی میں
ہے ان کو شریک ہونا میرے رازِ خفی میں

اک لاکھ و چوبیس ہزار آئے نبیؐ جب
ہر ایک لگا پوچھنے بلوانے کا مطلب
آوازِ خدا آئی کہ میں آپ کا ہوں رب
اک بات بتانا تھی تمہیں ہم نے دریں شب
ماضی کے کسی عہد کی تھی یاد دلانی
اب تم پہ عیاں کرنا ہے اک رازِ ربانی

میثاق کے دن تم نے جو اقرار کیا تھا
تسلیم مجھے قادر و قہار کیا تھا
اور وعدۂ نصرت میرا کئی بار کیا تھا
تب تم کو نبوت کا سزاوار کیا تھا
اب میری ہر اک بات کی تائید ہے کرنا
اس وعدۂ نصرت کی بھی تجدید ہے کرنا

کی عرض نبیوں نے کہ اے خالق اکبر
اقرار کے پکے ہیں ، گو ہیں عاجز و احقر
ہم اور ہیں کیا چاہتے اس بات سے بڑھ کر
گر آپ کی نصرت میں آئے موت میسر
لیکن تیری اس بات کو سمجھے نہیں یارب
کیا وعدۂ نصرت کی ہے تجدید کا مطلب

آوازِ خدا آئی سنو رازِ حقیقت
لازم ہے بہر طور مری ذات کی نصرت
بخشی تھی اسی شئے کیلئے تم کو نبوت
کرنا ہے مدد ، جن کی تمہیں زیرِ قیادت
اس شب کو وہی قائد کونین ہے آیا
سمجھو کہ یہی خالق دارین ہے آیا

اس شب کو ہے اس منعم و منان کی آمد
ہے قائد حق ، ناصرِ یزدان کی آمد
ہے ہادی کل ، مقصد قرآن کی آمد
ہے آپ کے اس محسن و سلطان کی آمد
جس شاہؑ کی افواج کے تم سب ہو سپاہی
چھٹ جائے گی جس نور سے باطل کی سیاہی

کی عرض نبیوں نے کہ اے خالق امکاں
اس ذات کی نعلین پہ قربان ہو صد جاں
ہم جانتے ہیں ، ہے وہی کونین کا یزداں
اب ہم ہیں اسی ذات کے دیدار کے خواہاں
ہم جس کے سپاہی ہیں وہ سردار دکھا دو
وہ طور کا جلوہ ہمیں اک بار دکھا دو

آوازِ خدا آئی کہ جبریل ابھی جا
اس گوہر توحید کو تو عرش پہ لے آ
اور جلوۂ معبود نبیوں کو تو دکھلا
اور مقصد بالغیب نبیوں پہ ہو افشا
ملکوتِ جناں لے کے جو سامرّہ میں جانا
پیغام مبارک میری جانب سے سنانا

جبریل نے ہمراہ کیا ملکوت سما کو
اک آن میں طے کر لیا فلکوں کے خلا کو
مہکا ہوا تب پایا جو گیتی کی فضا کو
سب وجد میں دہرانے لگے صلِّ علیٰ کو
سامرہ کی جانب وہ بصد شوق رواں تھے
تہنیت سرکاؔر کو وہ رقص کناں تھے

سرکارؐ کے در پاک پہ کی آ کے یہ تقریر
ہم سائل دیدار ہیں اے مالک تطہیر
جو آئے ہیں یاں عظمت خلاق کی توقیر
اب ان کی زیارت کے طلبگار ہیں دلگیر
ہو جائے زیارت ہمیں اس قبلہءِ دیں کی
عظمت جو بہت بالا ہے اس عرش نشیں کی

جبریل کے ہمراہ وہ ملکوت تمامی
دینے لگے سرکارؐ کی چوکھٹ پہ سلامی
پڑھ آیہءِ تطہیر ہوئے در پہ کلامی
آئے ہیں غلام آپ کے اب کرنے غلامی
در پاک پہ تشریف لے آئے شہؐ عالی
پوچھا کہ ہے جبریل تو کس شے کا سوالی

جبریل نے کی عرض کہ یا شاہؐ زمانہ
صد بار مبارک ہو ترا مخفی خزانہ
مطلوب ہے خالق کو وہی نورِ یگانہ
پھر آج محمدؐ کو ہے معراج پہ جانا
قرآن جو نازل ہوئے ہیں فرش زمیں پر
تسبیح ہے تحلیل ہے اب عرش بریں پر

لے آئے حسنؑ حجرے سے پھر لختِ جگر کو
ملکوت نے ہاتھوں پہ لیا حق کے قمر کو
سجدہ کیا اس باغِ نبوت کے ثمر کو
پھر دیکھا مسرت سے محبت کے گھر کو
جبریل نے پابوسی کو ، گردن کو جھکایا
وہ لطف ملا پا سے نہ ہونٹوں کو اٹھایا

جب نورِ الٰہی سے منور ہوئے عالم
ملکوت جمع ہو گئے افلاک کے اِک دم
تھے اس طرح گرد ان کے ملائک سبھی باہم
جیسا کہ اتر آئے ہوں افلاک سے انجم
سرکاؐر کے قدموں پہ وہ رکھتے تھے سروں کو
مس کرتے تھے مولود کے قدموں سے پروں کو

جبریل نے پڑھ صلِّ علیٰ سر کو جھکایا
پھر چہرۂ نوری سے حجابوں کو ہٹایا
جب ابری نقابوں سے مہ نو نکل آیا
طبقات منور ہوئے وہ نور دکھایا
اس حسن کی دنیا کے حسیں نور کو دیکھا
موسیٰ نے گویا جلوۂ کوہ طور کو دیکھا

کہتا تھا کوئی ، آتی ہے خوشبوئے محمدؐ
ہے آپ کے چہرے سے عیاں ضوئے محمدؐ
چہرے کو جو دیکھو تو ہے روئے محمدؐ
زلفیں ہیں کہ ہیں مانند گیسوئے محمدؐ
مالک ہیں یہ دنیائے جہیم اور جناں کے
محفوظ یہ غنچہ رہے جھونکے سے خزاں کے

سب دیکھ کے کہتے ہیں کہ یہ بدر الدجیٰ ہے
پر بدر میں یہ حسن کہاں ، اس کی ضیا سے
تاروں کو گماں ہے کہ یہی شمس ضحیٰ ہے
پر نور سحر کہتا ہے یہ نورِ خدا ہے
سمجھے کوئی کیا ان کی حقیقت کو ، یہ کیا ہیں؟
خالق ہیں یا مخلوق یا مخلوق نما ہیں

یہ حسن خدائی ہے خیالات سے باہر
پروازِ تخئیل کے حجابات سے باہر
تمثیل سے باہر ہے شبیہات سے باہر
یہ حسن ہے دنیا کی حکایات سے باہر
خورشید کو اقرار ہے یہ میرا خدا ہے
میں ذرۂ ناچیز ہوں یہ شمس ضحیٰ ہے

سرکارؐ نے فرمایا کہ اے روحِ امیں لے
اس عرش کے ساکن کو اے سدرہ کے مکیں لے
پڑھ صلِّ علیٰ خاتم نبوی کا نگیں لے
جو حسن کا خالق ہے تو لے ، ایسا حسیں لے
فرزند سے فرمایا ، ہے سونپا تجھے جس کو
تھا مادرِ موسیٰ نے بھی موسیٰ دیا اس کو

جبریل انہیں پردۂ اسرار میں لایا
خالق نے نبیوں کو یہ اعلان سنایا
ہم نے تو ہے اس قائد اعظم کو بلایا
جس ذات کو تم سب کا ہے سردار بنایا
لازم ہے کہ اب وِردِ دعا بیش کرو تم
اور گارڈ آف آنرز انہیں پیش کرو تم

تب سارے نبیوں کی صفیں ہو گئیں تیار
آگے تھے نبیوں کے محمدؐ شہِ ابرار
پھر بدر کے ملکوت جمع ہو گئے یکبار
جبریل کمر بستہ تھے ملکوت کے سردار
پھر پردۂ توحید سے فوراً ملا کاشن
ملکوت و نبی ہو گئے اک پل میں اٹینشن

پھر پردۂ توحید سرکنے لگا یک دم
اور نورِ خدا اس میں چمکنے لگا یک دم
پھر وجہہ خدا اس سے جھلکنے لگا یک دم
پھر عالم امکان دمکنے لگا یک دم
خورشید مثل ہو گیا ہر گوشۂ تیرہ
خورشید کی آنکھیں ہوئیں اس نور سے خیرہ

تب سارے نبیوں نے دی یوں آ کے سلامی
سر چرنوں میں رکھا ، کیا اِقرار غلامی
سرکاؔر کے قدموں پہ جھکے آ کے تمامی
کی عرض کی ہیں آپ کے ہم عبد مدامی
جب عرش پہ لہرایا گیا حق کے علم کو
پھیلا دیا کونین پہ خالق نے کرم کو

کی عرض نبیوں نے ہیں تیار سپاہی
کر دیں گے ابھی دولت باطل کی تباہی
چھٹ جائے ابھی کفر کی دنیا سے سیاہی
ہو جائے ابھی دنیا پہ اسلام کی شاہی
حاضر ہیں یہ ملکوت و نبی ، اِذنِ وغا دیں
ہر ظلم معِ ظالم و مردود جلا دیں

سرکارؐ نے فرمایا کہ ہے صبر ضروری
ہو جائے گی منشا یہ تمہاری کبھی پوری
دل کھول کے خوش ہو گا ہر اک خاکی و نوری
دنیا پہ عیاں ہو گا مرا جلوۂ طوری
تھی وعدۂ نصرت کی یہ تقریب منانا
تجدید مدد سے تمہیں عظمت تھی دکھانا

سہ روز رہا عرش پہ وہ عرش کا نگراں
کئی روز امامت رہی توحید کی مہماں
وہ عدل کا محور وہ نبوت کا نگہباں
خالق کی حفاظت میں ضیافت کا تھا ساماں
چالیس دنوں تک نہ وہ افلاک سے آیا
اس رازِ امامت کو نہ ادراک نے پایا

یا طاہرہؑ معصوم مبارک تمہیں صد بار
مولود مبارک کی مبارک شہؑ ابرار
ہو تم کو مبارک اے مرے آقائے کرارؑ
جعفرؔ نے مبارک کا کیا نظم سے اظہار
تعجیل فرج بخش مبارک کی جزا میں
اک پل کی نہ ہو دیر اثر دو یہ دعا میں

یامولا کریمؑ

دربارِ عباسی

عباسیوں کا دورِ حکومت وہ کرّ وفر
تھی مملکت وسیع زِ سسلی تا کاشغر
اسلام کے لباس میں تھا کفر مستتر
فرعون مصر سے بھی تھے یہ تو ذلیل تر
بن بیٹھا وہ خدا تو یہ بن بیٹھے خود امام
دونوں کا تھا سیاست ابلیس ہی سے کام

اک دن سجا ہوا تھا وہ دربارِ بد نہاد
منبر پہ سج کے بیٹھا تھا وہ منبع فساد
حد سے بڑھا ہوا تھا شقیوں کا ارتداد
کثرت میں فوج اس کی ٹڈی دل سے تھی زیاد
جلوہ فگن تھے ایک طرف شاہِؑ عسکری
رحمت فزا تھے کرسی پہ وہ مقصد جلی

فرعون کو تو موسیٰ عمراں کا خوف تھا
اس اہرمن گو خالق امکاں کا خوف تھا
عباسیوں کو موسیٰ دوراں کا خوف تھا
یعنی ہمارے آقا و سلطاں کا خوف تھا
فرعون درپئے تھا بنی اسرائیل کے
عباسی درپئے تھے خدا کی دلیل کے

فرعون کے تھا وقت میں اس قوم کا یہ حال
چن چن کے قتل کرتا تھا ہر طفل خورد سال
عباسیوں کے ذہن میں پیہم یہ تھا خیال
سادات میں سے ہو گا کوئی طفل بے مثال
باطل کی مملکت کو جو جڑ سے ہلائے گا
مثل رسول پھر وہ نیا دین لائے گا

لیکن خدا کی ذات کو منظور تھی یہ بات
فرعون کے ہی گھر میں تھی موسیٰ کی پاک ذات
باطل کو حق کی دوڑ میں ہردم ہوئی ہے مات
عباسیوں کے وقت تھی ظلم و ستم کی رات
لیکن امامِ حق کو بھی آنا ضرور تھا
خالق نے اپنے دیں کو بچانا ضرور تھا

اُس کو نجومیوں نے خبر دی بچشم تر
ہے قوم اسرائیل پہ خالق نے کی نظر
پیدا ہوا ہے دلبر عمران خوش سیر
جانے کہاں ہے اپنا قیافہ ہے بے خبر
پیدا وہ ہو چکا ہے بنی اسرائیل میں
کر دے گا غرق تجھ کو جو دریائے نیل میں

عباسیوں کو دی یہی جاسوس نے خبر
پیدا ہوئے ہیں آج شہنشاہِ منتظرؑ
اسمائے پاک جن کے ہیں موسٰی و منتصرؑ
ہے رائیگاں تمہاری وہ محنت تمام تر
تجھ سے وہ چھین لیں گے تیری ایک ایک چیز
یہ تخت و تاج ، جاہ و حشم ، مایہءِ عزیز

فرعون کا وہ تخت ، وہ دربار الامان
ہیں سجدہ ریز چاروں طرف جس کے انس و جاں
دیکھا نگاہِ وقت نے اک طفل ناتواں
فرعون کی جو ریش سے کرتا ہے کھیل یاں
داڑھی کو کھینچتا ہے گریباں کو چھوڑ کر
موتی بکھیر دیتا ہے بالوں کو توڑ کر

موسیٰ کی طرزِ ریخت سے اس کو ہوا گماں
جس کو میں ڈھونڈتا تھا یہی ہے وہ بے گماں
جلاد کو بلا کے دیا حکم ناگہاں
اک آن میں تم اس کو کرو قتل اب یہاں
بولی یہ آسیہ تو حقیقت تو جان لے
مت قتل کر تو پہلے ذرا امتحان لے

کمسن نبی کا گویا شروع امتحاں ہوا
اک طشت جو کہ لعل و جواہر سے تھا بھرا
طشتِ دِگر دہکتے انگاروں سے بھر دیا
اب دیکھئے کہ کرتا ہے موسیٰ پسند کیا
خالق کا حکم پاتے ہی فوراً اٹھا نبی
جلدی سے آگ ہاتھ میں لے منہ ڈال دی

کرنا تھی حفظِ حجتِ حق ، رب نے تو ضرور
ننھے سے ذہن کو تھا عطا کر دیا شعور
عباسیوں کے وقت جو حجت کا تھا ظہور
وہ بھی مٹانا چاہتے تھے حق کا پاک نور
جاسوس نے جو آمدِ قائم کی دی خبر
فرعون کی طرح وہ مچلنے لگا گبر

آراستہ کیا گیا دربار کو اس آن
منبر پہ بیٹھا مقصد شیطاں کا راز داں
افواج کو بلا کے دیا حکم ناگہاں
تیار ہو کے تم کو پہنچنا ہے اب یہاں
اور پھر وہاں بلائے گئے شاہِ عسکری
اور ارتداد کفر کی تھی انتہا ہوئی

فرعونِ وقت نے یہ کی عرض شاہ دیں
پیدا ہوا ہے آپ کا فرزند مہ جبیں
ہم آپ کی خوشی میں تو شامل ہوئے نہیں
ہم سے بھی کیا چھپانا کہ خادم جو ہیں ہمیں
ظاہر میں انکسار تھا دل میں فساد تھا
دھوکہ دہی میں وہ شقی ابن زیاد تھا

مولا حسنؑ کی ذات جو تھی عالم الصدور
واقف تھے اس کے قلب میں مضمر جو تھا فتور
فرمایا ہاں ہوا ہے مرے لعل کا ظہور ہے
ہے آرزوئے دید تو دیکھو انہیں ضرور
میں جانتا ہوں تیری شقی کیا مراد ہے
واللہ تو نامرادِ ازل نامراد ہے

گویا ہوئے غلام سے سلطانِ نامور
اک آن میں تو گھر سے اٹھا لا مرا پسر
فوراً اٹھا غلام مگر دل میں تھا یہ ڈر
لانا امامِ حق کا ہے خالی نہ از خطر
کہتا تھا دل میں کام یہ کر پاؤں کس طرح
ظالم کے سامنے انہیں لے جاؤں کس طرح

گہوارے کے قریب کھڑا سوچنے لگا
میں ہوں غلام ، امر پہ چلنا ہے مدعا
شاہ زمن نے ہنس کے یہ جھولے سے دی صدا
اَفْوَاھِھِمْ سے نورِ خدا کو ہے خوف کیا
لے چل مجھے تو خوف نہ رنج و ملال کر
قادر ہوں میں نہ ظلم کا ہرگز خیال کر

المختصر شقی نے کیا تھا یہ اہتمام
فوجوں سے بھر دیا تھا وہ دربار بد تمام
ہر شخص کیلیئے ہوا خنجر کا انتظام
اور حکم دے دیا کہ جب آ جائیں وہ امامؑ
ان پر نصیب دشمنان خنجر چلانے ہیں
ننھی سی جاں پہ جنگ کے فن آزمانے ہیں

رکھا غلامِ شہؑ نے جو دربار میں قدم
اک دم ہوا ہویدا جو روئے شہ امم
جور و جفا کے ہو گئے مینار منہدم
لرزاں تھے سب یہ کہتے تھے یا عصمت الامم
مفلوج ہو گئے اور ہوا خون منجمد
خود تھرتھرا کے رہ گیا ملعون معتمد

فرعون کے وہ سر پہ چلا موسوی عصا
جادو کے سانپ کھا گیا موسیٰ کا اژدھا
جس وقت کارگر کوئی حربہ نہ ہو سکا
سحر مبین کہنے لگا دشمن خدا
ہاں اس جگہ بھی ویسا ہی اجہل لعین ہے
کہنے لگا کہ دیکھئے سحر مبین ہے

موسیٰ پہ ساحروں نے تو چھوڑے تھے سانپ سب
شاہِ زمن پہ چھوڑے گئے شیر منتخب
تھے تین شیر مخزنِ خونخواری و غضب
اور جن کی خوں فشانی سے تھا کانپتا عرب
گو چال پر غضب تھی نگاہیں تھیں تیز تیز
آتے ہی شہ کے ہو گئے قدموں پہ سجدہ ریز

کی عرض اک اسد نے فدا میری جان ہے
عاجز تو خود ضعیف ہے اور ناتواں ہے
دونوں ہیں یہ جوان بڑی ان کی شان ہے
کھانے میں تیز تر ہیں کہ ہر شے جوان ہے
کھاتے ہیں میرا حصہ بھی ، خود فیصلہ کریں
بھوکا ہوں آقا پھر سے جوانی عطا کریں

فرمایا شہؑ نے ہے میری قدرت کا فیصلہ
لو پھر سے ہے جوانی تجھے ہم نے کی عطا
باقی جو دو ہیں ان کو بڑھاپا ہے دیا
شیروں نے سر جھکا کے جو یہ فیصلہ سنا
نوخیز بوڑھے ہو گئے بوڑھا ہوا جواں
شیروں نے گونج کر کہا یا صاحبؑ الزمان

سب کچھ سمجھ کے بھی رہا فرعون منجمد
ساحر تو آئے حق پہ ، وہ موذی رہا بضد
فرعون سے بھی بڑھ کے تھا ملعون معتمد
وہ بھی بضد رہا ، نہ ہوئے شیر گو مدد
موسیٰ کی شان دیکھ کے ساحر ہوئے غلام
قدموں پہ شہؑ کے یوں گرے آ کر اسد تمام

والله ہے اپنے رب کو ہر اک چیز جانتی
اپنے ہی رب کا گویا ہے ہر حکم مانتی
دو ٹانگوں والا آدمی ہے ایسا لعنتی
یہ چاہتا نہ اپنے خدا سے ہے شانتی
کہہ دو کہ مان رب کو تو بنتا ہے خود یہ رب
تا بہ ازل یہ حق سے الرجک ہے بے سبب

رباعی

اس در کے بھکاری کو بھی کیا ملتا ہے
انسان کے دامن سے سوا ملتا ہے

جعفؔر تو ذرا دیکھ کہ کیا شان عطا ہے
اس باب سے مانگو تو خدا ملتا ہے

......☆......

یامولا کریمؑ

واقعہ احمدؐ بن اسحاق

بسم اللہ سے کر واقعہ پرُ کیف کو تحریر
پھر ساتھ تیرا دے گا جو ہے مالک تطہیر
بخشے گا تری ہیچ لفاظی کو وہ تاثیر
ملکوت بھی فلکوں پہ سنیں گے تیری تقریر
اک واقعہ اب غیبت صغریٰ کا سنا دے
ہر شخص کو دیدار شہؑ دیں کا دکھا دے

تھے جلوہ فگن صحن میں سرتاجِ امامت
مسرور تھے خود یازدہم لعل ولایت
پھر اِذن سے اک شخص ہوا حاضر خدمت
کہنے لگا اک عرض سے یا معدن عصمت
ارشاد ہوا کہہ دو کہ کیا عرض ہے مومن
کر دو نا بیاں جلد کہ کیا غرض ہے مومن

کی عرض اے سلطان جہاں ہے یہ حقیقت
مدت سے یہی سوچتا رہتا ہوں بکثرت
بعد آپ کے ہے کون سزاوارِ امامت
ہے کون وہ ہو گا جو خداوند کی حجت
یہ مسئلہ ہے اے میرے سردار بتاؤ
خادم ہوں تمہارا ، میرے سرکارؐ بتاؤ

اِرشاد ہوا تو نے سوال اچھا کیا ہے
وہ دیکھ کہ جس در پہ حسیں پردہ لگا ہے
تم اس کو اٹھا دو کہ یہ راز اس میں چھپا ہے
یہ راز رہے ، سوچ یہ فرمانِ خدا ہے
مومن نے جب اس پردہ اطلس کو اٹھایا
بالغیب کی تنزیل کا مصدر نظر آیا

اس کمرے میں شہزادہ کوئی کھیل رہا تھا
تھا طفل مگر حسن میں یوسف سے سوا تھا
اک طور کا جلوہ تھا جو کمرے میں بنا تھا
گویا کہ یہاں عبد کی صورت میں خدا تھا
ساکت ہوا ، آئینہ بنا ، دیکھ کے صورت
کیا حسن تھا ، کیا شان تھی ، کیا رعب امامت

پھر حجرے سے نکلے وہی شہزادۂ امکاں
بابا سے گلے جا کے ملے ناطق قرآں
فرمایا اے مومن تو نہ ہو ششدر و حیراں
ہے بعد مرے سب کا یہی محسن انساں
ہاں یاد اسے رکھنا یہی حق کا ولی ہے
یہ صبر میں سجّادؑ ، شجاعت میں علیؑ ہے

پھر باپ کی آغوش سے اٹھنے لگے سرورؑ
تعظیم کو پھر ساتھ اٹھے مالک عسکر
پھر کمرے میں داخل ہوئے وہ طاہر و اطہر
غائب پسِ اسرار ہوا ماہِ منور
یہ دیکھ کے مومن ہوا انگشت بدنداں
اک کپکپی طاری ہوئی اور جسم تھا لرزاں

سرکارؑ نے فرمایا تو اس حجرے میں جا دیکھ
اس حجرے میں جا مبداءِ انوارِ خدا دیکھ
اس حجت دوراں کا تو اعجاز ذرا دیکھ
دکھتا ہے تجھے گر تو مرا ماہِ لقا دیکھ
خلوت گہِ توحید کا اب دیکھ نیا طور
حجرے میں وہ منظر نہیں اب بات ہے کچھ اور

اس شخص نے پھر پردۂ زربفت اٹھایا
اس حجرے کو تھا خالق عالم نے سجایا
کمرے کی فضا سے تو مزہ خلد کا پایا
لیکن نہ وہ شہزادۂ امکاں نظر آیا
اس شخص نے کی عرض کہ کیا زار ہے مولا
یہ کون ہیں اور کیسا یہ اعجاز ہے مولا

ارشاد ہوا دیکھ یہی خضر کا رب ہے
اور قائم حق ، ربّ زمیں ، ان کا لقب ہے
ہمشکل محمدؐ ہے کہ یہ اعلیٰ نسب ہے
غیبت کا مگر اس کی ، کوئی اور سبب ہے
خاموش اے جعفرؑ کہ کھلے راز نہ سب پر
اب گزرے گراں تیری یہ آواز نہ سب پر

......☆......

یا مولا کریمؑ

نُصرتِ امامِ زمانہ

عجل اللہ فرجہٗ الشریف

تخلیق انبیاء کا تو تھا مقصد عظیم
تخلیق ہی سے خلق کے خالق ہوا عدیم
جن و ملائکہ کو تو پیدا کیا قدیم
لیکن وجودِ حضرت آدم رہا سکیم
خالق کی قدسیوں سے یہ گفت و شنید تھی
عقل ملک سے خلقت آدم بعید تھی

اجماعِ قدسیان فلک ہو گیا جو رد
جوڑا خدا کے ہاتھوں نے آدم کا خود جسد
اک بت کو سجدہ کرنے کی تھی منشاءِ احد
کیسی یہ بت پرستی ہے حیران تھی خرد
یہ تو فقط نبی ہے کہ ہیں سجدہ ریز سب
ہے واجبِ سجود کہ ہے انتخابِ رب

پہلے نبی کا دیکھئے یہ احترام ہے
نصرت میں قدسیوں کا بڑا اہتمام ہے
یہ وہ نبی ہے جو کہ بجائے امام ہے
گویا امامؑ حق سے جہاں کو قیام ہے
اور نصرتِ امامؑ زمانہ ہے عین دین
اس شئے کا خواستگار ہے خود رب اللعالمین

ہاں نصرتِ امامؑ زمانہ حیات ہے
اور نصرتِ امامؑ زمانہ نجات ہے
اور نصرتِ امامؑ زمانہ صلوات ہے
ہر شے کی روح امامؑ زمانہ کی ذات ہے
مثلاً کہ پہلے دیکھئے خود ابراہیم کو
نصرت میں دیکھو معنیءِ ذبح عظیم کو

ہے نصرت امامؑ زماں کا یہ اہتمام
بیٹے کو ہے خبر کہ ہے بابا مرا امام
تیار قتل ہونے کو ہے ابن خوش کلام
پٹی ہے باندھے آنکھوں پہ خود وقت کا امام
ذابح ہے ابراہیم ، ذبیح اسماعیل ہے
نصرت کا منصب آپ خدائے جلیل ہے

درکار تھا خدا کو جو بندے کا امتحاں
قربانیٔ پسر کا ملا حکم ناگہاں
یہ کہہ کے اٹھ کھڑا ، تو ہے خلاق دو جہاں
تیری سبیل میں ہے فدا میری لاکھ جاں
کرتا ہوں میں فدا کہ یہ ہے ایک اسماعیل
گر لاکھ ہوتے سب کو فدا کرتا یہ خلیل

یہ اسماعیل کہتا تھا بابا سے بار بار
یہ ہاتھ پاؤں باندھ دو اے میرے ذیوقار
جب ہو رواں گلے پہ چھری کی یہ تیز دھار
تڑپے نہ میرا جسم کہ لاحق ہو اضطرار
ایسا عمل نہ مجھ سے ہو سرزد بوقتِ قتل
نصرت کی میں نہ توڑوں کوئی حد بوقتِ قتل

آقا کفیٰ کی سمت سے کرنا مجھے شہید
نہ وقت ذبح آپ کریں میرے رخ پہ دید
واللہ نہیں ہے شفقت پدری سے کچھ بعید
رک جائے گی چھری کہ یہ ہے امتحاں شدید
یوں تیز ہو چھری کہ میں جلدی سکون پاؤں
میں نصرتِ امام میں ناکام ہو نہ جاؤں

یہ خبر میرے قتل کی اماں کو مت سنائیں
ممکن ہے میرے صدمے سے، جاں سے گذر نہ جائیں
اور میری لاش پر انہیں ہرگز نہ آپ لائیں
خود نصرتِ امامؑ زمانہ انہیں جتائیں
جذبِ نصر کو دیکھ وہ رب قیوم لے
نکلے جو خوں تو آپ کے قدموں کو چوم لے

دیکھا نگاہِ وقت نے منظر عجیب تر
رسی سے کس کے باندھا پڑا ہے حسیں پسر
آنکھوں پہ پٹی باندھے کھڑا ہے قریں پدر
ملکوت کی چمکتے سے خنجر پہ ہے نظر
اور نصرتِ امامؑ میں بیٹھا خموش ہے
ہونٹوں پہ شکر، دل میں محبت کا جوش ہے

دوڑی جو کربلا کی طرف وقت کی نظر
دیکھا تیار جنگ پہ شبیرؑ کا پسر
بہنیں کھڑی ہیں ساتھ ہی تھامے ہوئے جگر
اکبرؑ کی ماں ہے باندھ رہی لعل کی کمر
یہ نصرتِ امامؑ کا انداز دیکھئے
مائل بہ جنگ شاہ کا شہباز دیکھئے

پہنا رہے ہیں لعل کو شبیرؑ خود عبا
اکبرؑ کے سر پہ رکھی ہے دستار مصطفٰے
پڑھتے ہیں اِنَّا لِلّٰه کہ اللہ کی ہے رضا
یوں نصرتِ امامؑ کا ہوتا ہے حق ادا
آنکھوں سے آنکھیں چار ہیں یوں اطمینان ہے
تیار سوئے موت جو کڑیل جوان ہے

گرمی ہے یوں عروج پہ سایہ بھی ہے نہاں
نیزوں کی بھی ہے گرمی سے نکلی ہوئی زباں
پشت حباب جلتی ہے ، پانی ہے نیم جاں
پیاسہ ہے تین روز کا شبیرؑ کا جواں
پر نصرتِ امامؑ زمانہ پہ ہے تیار
لاشوں سے پٹ رہا ہے وہ میدانِ کار زار

بابِ حیات و موت پہ آیا تو ڈٹ گیا
طوفانِ تیرہا کی مدوں کو الٹ گیا
ہر مرحلہءِ تلخ کی رو سے نمٹ گیا
کوندا سا وہ عقاب ، پروں پر جھپٹ گیا
ہر خندق ستم کو گیا پاٹتا ہوا
عمر لعیں کے خیمہ کو بھی کاٹتا ہوا

چلتے ہیں تیر ، نیزوں پہ نیزوں کی مار ہے
اک کے مقابل ، اور طرف کئی ہزار ہے
زیبِ زبان نعرۂ حق کردگار ہے
گویا نظر کا نصرتِ آقا مدار ہے
وہ دیکھو دیکھو زین سے ڈھلنے لگا ہے وہ
لو اپنے سرخ خوں میں مچلنے لگا ہے وہ

ریتی ہے ، گرم زخموں کی شدت ہے ، پیاس ہے
پانی سے بھی قریب ہے ، صد گونہ یاس ہے
دیدارِ شاہِ دیں کی مگر دل میں آس ہے
خاموش ہے کہ نصرتِ مولا کا پاس ہے
آنکھوں پہ کوئی پٹی نہیں دل ہے شاد کام
وہ بھی تھا اک امام ، تو یہ بھی ہے اک امام

نیزے کی نوک سینۂ اکبرؑ میں دیکھ کر
الحمد پڑھ کے بیٹھ گئے شاہِ نامور
بیٹے کا دم لبوں پہ ہے خاموش ہے پدر
غم پہ ہے ضبط ، لعل کی برچھی پہ ہے نظر
پایا ہر اک نبی کو جو منہ موڑتا ہوا
دیکھا پسر کو خاک پہ دم توڑتا ہوا

اکبرؑ کا ہے تقاضہ ، کہ سرورؑ نہ دیکھئے
لٹتی ہوئی جوانیءِ اکبرؑ نہ دیکھئے
پھٹ جائے گا جگر مجھے مضطر نہ دیکھئے
للہ میری موت کا منظر نہ دیکھئے
کہتے ہیں جب کہ ہوتی ہے بردِ شباب چاک
ہوتا ہے وقتِ نزع جوانی کا درد ناک

آغوش میں سنبھال کے بیٹے کا زخمی سر
کہتے ہیں اپنے لعل سے یہ شاہؑ بحر و بر
برچھی تو کھینچ لینے کو تیار ہے پدر
تو نصرتِ امامؑ زمانہ یوں آج کر
تیرا وفا کی راہ میں ثابت رہے قدم
دیکھا نگاہِ وقت نے منظر یہ پُر الم

برچھی میں ہاتھ ، سینے پہ زانو ، ہے رخ پہ دید
دل مطمئن ہے گرچہ یہ ہے صدمہءِ شدید
کہتے ہیں شاہؑ صبر کر ، اے آخری شہید
یہ نصرتِ امامؑ زمانہ سے ہے بعید
تڑپے گا تو ، تو دل یہ مرا بیٹھ جائے گا
صبر حسینؑ پاک پہ یوں حرف آئے گا

نکلی جو برچھی سینۂ اکبرؑ سے سر بسر
چہرہ جواں کا ہو گیا تازہ لہو سے تر
اکبرؑ نے دی صدا اے مرے آقا و پدر
للہ اب نہ روئیے برچھی کو دیکھ کر
فرمایا اہتمام ہے ربِ قیوم نے
نکلا ہے خوں حضور کے قدموں کو چومنے

اٹھی نگاہ وقت جو اک سمت ناگہاں
پھر نصرت اماؑم کا دیکھا نیا سماں
کچھ بچے بچیاں ہیں اور مستور بیبیاں
بوڑھے بھی ہیں تو نصرت آقا میں ہیں جواں
پھر دیکھا اک ضعیف کو آمادۂ وِغا
کرنے چلا ہے نصرت مولا کا حق ادا

حبشی ہے اور ضعیف ہے عزت مآب ہے
یہ جون ہے حبیب رسالت مآب ہے
یہ نصرت اماؑم زمانہ کا باب ہے
انگڑائیوں میں جس کی نچھاور شباب ہے
باندھا رومال ابرو پہ تا آبرو رہے
نصرت میں یہ غلام سدا سرخرو رہے

رعشہ ہے جسم میں پہ ضعیفی کی شان ہے
نو لاکھ سے ہے جنگ مگر اطمینان ہے
ہے ہاتھ میں عصا تو کمر اک کمان ہے
گویا عصا ''الف'' ہے یہ جونِ جوان ہے
گو نصرت امامؑ میں زخموں سے چور ہے
مضمر سیاہ جسم میں خالق کا نور ہے

لو سامنے پڑا ہے لہو سے وہ تر بہ تر
وہ آتے ہیں امامؑ زمانہ جھکائے سر
بوڑھے غلام کی تو ہے نعلین پر نظر
پڑھتے ہیں اِنا للہ یہ مولاؑ بچشم تر
زانو پہ سر غلام کا رکھا بصد الم
کونین پر محیط ہوا شاہؑ کا کرم

رو کر یہ کی غلام نے آقا سے گفتگو
زانو پہ میرا سر نہ رکھیں شاہِؑ نیک خو
آتی ہے میرے جسم سے اک ناگوار بو
قدموں پہ جان دوں ، یہ ہے بندہ کی آرزو
فرمایا شہؑ نے گود میں حبشی کا لے کے سر
قربان جائیں تجھ پہ مرے مادر و پدر

آئندہ تیرے جسم سے خوشبو وہ آئے گی
کوسوں سے جو کہ لوگوں کو یاں کھینچ لائے گی
اور نصرت امامؑ کی عظمت بتائے گی
تجھ جیسی بو تو جنت اعلیٰ نہ پائے گی
چشم خرد نے دیکھا جو نصرت کا یہ مقام
خود روحِ جون ہونے لگی رب سے ہمکلام

اک اور سمت اٹھی ہے جب وقت کی نظر
آنکھوں کے سامنے ہے وہ خیمے کا پاک در
دیکھا کہ ایک بچہءِ کمسن بہ چشم تر
ہے نصرت امامؑ پہ باندھے ہوئے کمر
گھٹنوں کے بل بھی چلنے سے قاصر ہے جو صغیر
جھولے میں سونے اس کو بھی دیتا نہیں ضمیر

اور استغاثہ سن کے مچلنے لگا ہے وہ
جھولے میں رنگ اپنا بدلنے لگا ہے وہ
آغوشِ مادری سے نکلنے لگا ہے وہ
سانچے میں ضبط و صبر کے ڈھلنے لگا ہے وہ
میداں کی سمت دیکھ کے آنسو بہاتا ہے
روتا ہے وہ تو بہن کا دل ڈوب جاتا ہے

اصغرؑ پڑا ہے بابا کے ہاتھوں کے درمیاں
ننھی سی مٹھیوں کو یوں بھینچے ہے نیم جاں
جیسے گل گلاب پہ آ جائے ہے خزاں
بولے ملک کہ دیکھئے نصرت کا یہ سماں
پیاسا ہے تین روز کا اور رنگ زرد ہے
ننھے سے دل میں غربت موؐلا کا درد ہے

فر سے چلا جو تیر تو وہ مسکرا دیا
نازک گلے کو تیر کی جانب بڑھا دیا
اور نصرت امامؑ کا محور بنا دیا
کی یہ دعا تو عرش معظم ہلا دیا
نصرت میں سب سے آگے یہ میرا لہو ہے
یارب امامؑ وقت سدا سرخرو رہے

ایک اور سمت دوڑا جو یہ مرکبِ خیال
دیکھی پھر ایک شادی کی بارات بے مثال
سہروں کے زور شور میں وہ دف کا استعمال
شہنائیوں کی گونج میں اونٹوں کی سست چال
گھوڑے پہ ہے سوار تو محمل پہ ہاتھ ہے
نوشاہ ہی خود کجاوۂ دلہن کے ساتھ ہے

بارات ہے اِدھر تو اُدھر ہے عجب سماں
لب پر ہے ناصِراً کی صدا ، اشک ہیں رواں
رخ پر پسر کا خون ہے اور زخم الاماں
بیٹھے ہیں گرم ریت پہ خود ہادیءِ زماں
کہتی ہے ماں یہ وہب سے دل کو نہیں قرار
چلتی ہے مثل تیغ میرے دل پہ یہ پکار

جاؤ تم اس غریب کی لاؤ ابھی خبر
ہونٹوں پہ یہ دعا ہے کہ اے ربِ مُفْتَخَر
اٹھتا ہے دل میں ہول غریبی کو دیکھ کر
آباد سیدؑہ کا ہمیشہ ہو پاک گھر
کس بادشاہِ وقت کا یہ نورِ عین ہے
کہتا ہے دل یہ بیٹھ کے مولا حسینؑ ہے

آیا قریب شہؑ کے جو وہ وہب خوش بیاں
پوچھا نسب تو شاؑہ کی آنکھیں ہوئیں رواں
فرمایا شہؑ نے تجھ پہ نہ قاؑسم کا ہو گماں
خیموں سے ہو نہ ایسا نکل آئیں بیبیاں
سہروں کو دیکھنے سے جو یہ اشک گرتے ہیں
ٹکڑے حسنؑ کے لعل کے آنکھوں میں پھرتے ہیں

جاتے ہی ماں سے وہب نے رو کر یہ کی کلام
مسند نشین عرش ہے یہ وقت کا امامؑ
اکبرؑ عباسؑ نے بھی پیا ہے بقا کا جام
بہنوں کا ساتھ ہونا بتاتے ہیں یہ خیام
کہنے لگی پسر سے قمر سر کو پیٹ کر
آگے نہ کچھ کہو ، میرا پھٹنے کو ہے جگر

بیٹے سے بار بار یہ کہتی تھی خود قمر
تو نصرت امامؑ پہ اب باندھ لے کمر
حق مہر بھی معاف کرا لے تو بیشتر
قرباں ہو تو امامؑ پہ سہروں کو توڑ کر
پالا تھا اس لئے کہ مجھے سرخرو بناؤ
اور نصرت امامؑ زمانہ میں کام آؤ

بولی دلہن یہ وہب سے ، گر اِذن پاؤں گی
خود جنگ کرنے آپ کے میں ساتھ جاؤں گی
حق نصرت امامؑ زماں کا نبھاؤں گی
شانہ بشانہ تیرے میں جوہر دِکھاؤں گی
یہ نصرت امامؑ کا اک اور رنگ ہے
عورت کے جذبِ دل پہ تو خود عقل دنگ ہے

تجھ کو میں روکنے کی بھلا کیوں کروں گی کد
واجب ہے جب امامؑ کی دونوں ہی پر مدد
شادی مری یہی ہے شہادت کا ہے قصد
ہے حجلۂ عروسی مرا حجلۂ لحد
مہندی لگاؤں خون کی یہ دل میں آگ ہے
میرے لئے تو واللہ یہ ابدی سہاگ ہے

میدان کار زار اچانک پڑا نظر
منظر تھا سامنے کہ لگی دیکھنے قمر
نوشہ دلہن کے ہاتھ میں خود ہاتھ ڈال کر
کرتا ہے آج نصرتِ سلطانؑ بحر و بر
دلہن پہ وار آئے تو کرتا ہے وہب رد
دونوں ہیں دیتے مل کے صدا یا علیؑ مدد

تیروں کے زور شور میں چلتی ہیں برچھیاں
نوشہ ہے چور چور تو دلہن ہے نیم جاں
لیکن یہ آرزو ہے کہ خلاقِ دو جہاں
ہوں سوئے خلد دونوں الٰہی بہم رواں
دونوں شہید ہو گئے اور پھر بھی ساتھ ہے
دیکھو بنے کے ہاتھ میں دلہن کا ہاتھ ہے

نصرت کا آخری یہ سماں دیکھا سر بسر
دیکھا قمرؑ نے دولہا دلہن کو لہو میں تر
پھینکا کسی نے بیٹے کا سر جانب قمر
قدموں پہ ماں کے آ گرا بیٹے کا پاک سر
چوبِ خیام لے کے چلی سوئے فوجِ شام
بیوہ قمرؑ ہے کرنے چلی نصرتِ امامؑ

کہنے لگے یہ روک کر سلطانِؑ عالمین
شرعاً جہاد تجھ پہ تو ہرگز روا نہیں
قدموں پہ گر کے بولی کہ اے عرش کے مکیں
تو جان اور جانے تمہارا یہ پاک دیں
میرا تو دیں یہی ہے، کروں زندگی فدا
ہے نصرتِ امامؑ زمن میرا مدعا

عورت ہے، پردہ پوش ہے، مردوں سے جنگ ہے
اظہارِ جذبِ دل کا یہ میدان تنگ ہے
بے تیغ ہے وغا یہ انوکھا ہی رنگ ہے
کیا نصرت امامؑ کی دل میں امنگ ہے
دیکھو ہے وقتِ نزع، لبوں پر رکی ہے جاں
اور نصرت امامؑ میں بس اشک ہیں رواں

واجب ہے سب پہ نصرتِ سلطاؑن دو جہاں
عورت ہے یا ہے بچہ یا بوڑھا ہے یا جواں
پڑھ اسماعیل و اکبرؑ و اصغرؑ کی داستان
یا جون و وہب کلبیءِ نوشاہِ خوش بیاں
اور پھر قمر سے لگ گئے نصرت کو چار چاند
گویا قمر کی اوٹ میں تھے کئی ہزار چاند

اے کاش کوئی سمجھے یہ جعفرؑ کا مدّعا
اس داستاں میں نصرتِ مولاؑ کا ذکر تھا
دکھلا گئے ہیں جو ہمیں نصرت کا راستہ
حق میں اماؑم عصر کے مطلوب ہے وفا
واجب ہے سب پہ نصرتِ سلطانِ ذی وقار
یعنی بمعہ دعا ہو شہنشاؑہ کا انتظار

......☆......

یا مولا کریمؑ

شہادت مولا حسن عسکری

علیہ الصلوات والسلام

اے نیّرِ تاباں ابھی ظلمت میں نہاں ہو
اے گنبدِ نیلی تو بھی مصروفِ فغاں ہو
اے گاؤِ زمیں ، پیٹ کے سر نوحہ کناں ہو
اے روزِ قیامت شب عالم پہ عیاں ہو
اب ظلِ پدر ڈھلتا ہے معصومؑ کے سر سے
معصوم جدا ہوتا ہے مظلوم پدر سے

بچپن کی یہ معصومی ، کجا غم کے گراں بار
ہمدرد نہیں کوئی مصیبت آئی یکبار
تنہائی سے غمگین ، نہ غم میں کوئی غمخوار
اک ملکۂ عصمت ہے جو بیٹے کی مددگار
پنج سال کا سن اور یتیمی کی یہ افتاد
بابا سے جدائی کا تصور ، غمِ اجداد

بچپن سے حسنؑ پاک کا رہنا وہ نظر بند
عباسیوں کا آپ کو دکھ دینا وہ ہر چند
تھا قیدِ مسلسل میں نقیؑ پاک کا دلبند
کفار غمِ شاہ را احساس نہ کردند
اور ظلم نے روپ آخری اپنا یہ دکھایا
جو زہر کی صورت میں اٹھا ، عرش ہلایا

تشریف حسنؑ لائے خوشی سے حرم میں
آنکھوں میں سیاہی تھی تو لرزہ تھا قدم میں
اور چلنے کی طاقت نہ تھی سلطاؑن امم میں
تھے اشک اگر جاری تو بیٹے ہی کے غم میں
بستر کو دیا زیب ، نہ چلنے کی تھی طاقت
اور جسم سلگتا تھا ، پریشاں تھی طبیعت

اور زہر سے جلنے لگا سرکاؑر کا سینہ
ماتھے پہ اترنے لگا اک ٹھنڈا پسینہ
رک رک کے لگا چلنے وہ سانسوں کا سفینہ
قے خون کی جاری ہوئی ، لرزے تھا مدینہ
ڈالا ہوا تھا گھر میں مصیبت نے پڑاؤ
اور قلب میں تھا سوزِ ہلاہل کا الاؤ

اک زوجۂ غمگیں ، نہ کوئی اس کا سہارا
اک بیٹا ہے کمسن ، جو کہ ہے آنکھ کا تارا
اک دختر معصوم ہے ، اک راج دلارا
اور بحر مصیبت کا نہیں دِکھتا کنارا
ننھا سا پسر باپ کی بالیں پہ جو آیا
تب زہر کے صدمے سے تڑپتا ہوا پایا

کی عرض کہ یہ شیوۂ احباب نہیں ہے
اس صدمہ جانکاہ کی مجھے تاب نہیں ہے
ہمراہ میرے اب عم تواب نہیں ہے
اور آپ کے چہرے پہ بھی وہ آب نہیں ہے
اس رنج و محن میں نہ مجھے چھوڑ کے جائیں
رخ عالم ہستی سے نہ یوں موڑ کے جائیں

فرماتے ہیں مولاؑ میرے مہتاب کرو صبر
آنے ہیں ابھی اور بھی گرداب کرو صبر
رہنا ہے تمہیں اور بھی بے تاب کرو صبر
بہنا ہے تیری چشم سے خوناب کرو صبر
اچھے میرے بیٹے! مجھے دے دو نا اجازت
پھر حشر پہ موقوف ہے بابا کی زیارت

کی عرض کہ جو حکم ہو راضی بہ رضا ہوں
صد جان سے میں آپ کی حالت پہ فدا ہوں
دشمن ہے زمانہ میرا ، میں دیکھ رہا ہوں
اک بار اِدھر دیکھیئے ، میں محو بکا ہوں
یوں چھوڑ کے جاتے نہیں ہمدرد جہاں میں
اب ضبط کی طاقت بھی نہیں نوحہ کناں میں

راحل کی صدا پر کہا لبیک حسنؑ نے
اک ظلم نیا ثبت کیا چرخِ کہن نے
پھر رنگ جفا بدلا مسرت کے چمن نے
اس باغ کو جھنجھوڑ لیا رنج و محن نے
خلوت میں یوں شہزادہ ہوئے محو عزا میں
اشک آنکھوں کے ضم ہوتے تھے دامانِ عبا میں

پھر آب مصفٰی سے ہوا غسل کا ساماں
تکفین کی صورت پہ تھے افلاک بھی گریاں
تابوت میں پھر لایا گیا دین کا سلطاں
تیار جنازے پہ صفیں ہو گئیں سازاں
اور جعفر تواب امامت کو تھے تیار
حجرے سے اچانک ہوا اک چاند نمودار

کی درد بھرے لہجہ میں چچا سے یہ گفتار
اس منصب عالی کی مری ذات ہے حقدار
خلاق دو عالم کی خدائی کا ہوں مختار
بعد ان کے چچا مجھ کو امامت ہے سزاوار
ہٹ جاؤ جنازے کو نہ تم ہاتھ لگاؤ
چچا ہو ، مگر چاہیے تقلید کو آؤ

پھر پڑھ کے جنازہ ہوا ہر شخص روانہ
محجوب ہوا دنیا سے وہ نورِ یگانہ
مرتد ہوا اس ذات سے پھر سارا زمانہ
غیروں سے ملا چچا ، ہوا اپنا بیگانہ
جعفر نے دیا معتمد بد کو سبھی حال
دیکھا ہے پسر بھائی کا ذیجاہ ذی اقبال

میں پڑھنے جنازہ کو ہوا جب وہاں تیار
اتنے میں ہوا حجرے سے اک چاند نمودار
کی اس نے قریب آتے ہی تلخی سے یہ گفتار
تقلید کو جاؤ کہ حقیقی ہوں میں حقدار
پھر مجھ کو ہٹا کر وہ لگا پڑھنے جنازہ
اور میری یہ توہین کا ہے واقعہ تازہ

یہ سنتے ہی ملعون کو غصے نے جلایا
اور آنکھیں بھبھوکا ہوئیں ، پھر سر کو اٹھایا
افواج سے کہنے لگا ابلیس کا سایہ
اے فوجِ جفا تم نے نہیں رنگ دکھایا
پوشیدہ ہے اس شہر میں سرکارؑ کا فرزند
کر لاؤ گرفتار میرے سامنے ہر چند

ظالم جو چلے سامرہ ، اندازِ ظلم میں
داخل ہوئے وہ سیدؑ ذیشاں کے حرم میں
گردان تھے وہ جستجوئے شاہؑ امم میں
لیکن رہے ناکام ہر اک کارِ ستم میں
کفار کو اس گھر سے کنیز ایک ملی تھی
نام اس کا تھا صیقل ، اسے خو نیک ملی تھی

پرسش لگے کرنے شہِؑ ذیشان کی بابت
اس قبلہِ دیں ، کعبہءِ ایمان کی بابت
اس یوسفِ صد یوسف کنعان کی بابت
بے دینوں سے کیا کہتی وہ قرآن کی بابت
بولی نہ بتاؤں گی اگر قتل کرو گے
یہ جان اگر لو گے ، تو پھر جان ہی لو گے

کہنے لگے ہم ڈھونڈیں گے سلطاںؑ زمن آج
کر لیں گے انہیں دیکھنا پابند رسن آج
اس گھر کا سکوں لوٹیں گے، کل رنج و محن آج
اور وقف خزاں ہو گا رسالت کا چمن آج
معصوم سا شہزادہ ہے، کر لیں گے گرفتار
ہم ڈھونڈ ہی لیں گے تو کریں تجھ سے کیوں تکرار

اعداء نے بھر طور بہت زور لگایا
وہ گوہر مقصود مگر ہاتھ نہ آیا
عباسی کو برگشتگی پہ حال سنایا
مردود نے دربار میں جعفر کو بلایا
کہنے لگا اب کون سا سامان کروں میں
گلزار نبیؐ کس طرح ویران کروں میں

القصہ اس انداز سے کوشاں رہے سفاک
ہاتھ آئے کسی چال سے وہ مقصدِ لولاک
اور کفر کی ہٹ دھرمی پہ ہردم رہے بیباک
ناپاک ارادوں پہ سدا پڑتی رہی خاک
نظروں سے ستمگاروں کے مولاؑ ہوئے روپوش
کعبہ ہوا سرکارؑ کی فرقت میں سیاہ پوش

سرکارؐ پہ تھا ظلم کا انداز نرالا
بابا کی بھی تدفین نہ کی تھی کہ نکالا
اور جس نے تھا کونین کی کشتی کو سنبھالا
دریائے مصیبت میں اسی ذات کو ڈالا
جعفرؔ یہ دعا ہے کہ ہو کفار کی توبیخ
دِل دُکھتا ہے پڑھتے ہوئے سادات کی تاریخ

قطعہ

کیا ہے حق ، یہ کر دیا ہے فیصلہ تاریخ نے
اور ہے باطل کو کیا خود رُو سیاہ تاریخ نے

جب خلافت کا ہوا جھگڑا سقیفہ میں تو تب
گُنثُ مولا کی کڑک کر ، دی صدا تاریخ نے

......☆......

یامولا کریمؐ

واقعۂ رشیق

اے ابر کرم آپ کی ہو جائے عنایت
اے بحر سخا مجھ پہ بھی ہو چشم سخاوت
اشعار کو اثمار سے دے بڑھ کے حلاوت
ہو جائے رواں مانند دریا یہ طبیعت
اس غیبت صغریٰ کا لکھوں واقعہ ذیشاں
بخشا ہے قلم مجھ کو تو ہے تیرا یہ احساں

کرتا ہوں میں اک واقعہ پر کیف رقم اور
اس ذات کی تعریف میں بڑھتا ہے قلم اور
گلہائے مضامین کو ہونا ہے بہم اور
اشعار کے گلدستے کو ہونا ہے اِرم اور
ہر شخص کہے دیکھ کے شعروں کی روانی
اس جوش سے بہتا نہیں دریاؤں کا پانی

ہو جا اے تخئیل تو رواں ارضِ سخن میں
جعفرؑ کی تو شیرینی دکھا طرزِ کہن میں
جعفرؑ سی روانی ہو تری جوئے چمن میں
جعفرؑ کی اطاعت کو نبھا فرطِ لگن میں
رس گھولے جہاں پر تیری اعجاز بیانی
قصہ وہ سنا تو جو ہو راوی کی زبانی

رشیق ہے راوی ہمیں ظالم نے بلایا
میں دوڑ کے ملعون کے دربار میں آیا
قہار کے مقہور کو تب قہر میں پایا
اس نے مجھے آتے ہی یہی حکم سنایا
تم سامرہ جانے کی ابھی کر لو تیاری
کوتل لئے آتا ہے ابھی سب کی سواری

اور سامرہ جا کر تمہیں کرنا ہے میرا کام
فوراً تمہیں جانا ہے مناسب نہیں آرام
اور پہنچنا دروازۂ عصمت پہ سرِ شام
در پاک پہ رہتا ہے وہ اک خادم بے دام
ڈرنا نہیں تم کو کبھی اس ذات کے ڈر سے
قرآن کی آواز سدا آتی ہے گھر سے

خادم جو ہے اس ذات کا حبشی ہے وہ نژاد
فرزند حسنؑ پاک اسی گھر میں ہے آباد
گھر پاک میں اور باقی تو ہیں مختصر افراد
اور گھیرنا اس گھر کو بصد جبر بہ بیداد
مقصد تو اسیری ہے امامؑ ازلی کا
افواہ سے بجھانا ہے ہمیں نور جلی کا

جب جاؤ گے تم حبشی وہ خاموش رہے گا
سرکارؑ کی خاطر وہ ہر اک درد سہے گا
قتل اس کو نہ کرنا وہ تمہیں کچھ نہ کہے گا
مجرم ہو گے تم خون اگر اس کا بہے گا
میں چاہتا ہوں مجھ پہ نہ آئے کوئی الزام
وہ قتل ہوا تجھ سے تو ہو جاؤں گا بدنام

یہ حکم سنا ، ہم ہوئے فوراً ہی روانہ
اور چاہتِ منصب نے کیا ہم کو دیوانہ
مرکوز نظر سب کے تھا وہ مخفی خزانہ
عالم سے تھا مستور مگر نورِ یگانہ
در سامرہ داخل ہوئے ہم دین کے باغی
کچھ سوچنے دیتی نہ تھی مکفور دماغی

ہم شام ڈھلے آ گئے سرکاؑر کے در پر
اور پہلے ہی حبشی چڑھا ہم سب کی نظر پر
اور پڑ گئی اس کی بھی نظر تیغ و سپر پر
وہ اٹھ تو کھڑا ، رکھ لیا پر ہاتھ جگر پر
روتا رہا وہ مردِ خدا سر کو جھکائے
کہتا تھا میرے مولا کو اللہ بچائے

جب دارِ مقدس میں وہ داخل ہوئے بدکار
ہاتھ آئے کسی طرح ہمیں بارہویں سرکاؑر
اک حجرے کے در پر تھا لگا پردۂ زر کار
اور نور کی اک نہر تھی اس پردے کی ہر تار
ظالم بڑھے اس حجرۂ پُر نور کی جانب
کفار چلے حجرۂ مذکور کی جانب

ان سب نے جو اس پردۂ نوری کو اٹھایا
اس جا انہیں قدرت کا تماشہ نظر آیا
اک قلزم پُر نور کو بہتا ہوا پایا
ہر شخص پکارا کہ بچا مجھ کو خدایا
اس طور سے دریا کی روانی نہیں دیکھی
امواج میں یہ جوش و جوانی نہیں دیکھی

تھا آب پہ اک جلوہ فگن نورِ مقدس
پرتو سے بنا پانی تھا کوہ طورِ مقدس
تھا سب پہ عیاں معدنِ مستورِ مقدس
عالم کا حقیقی وہی منصورِ مقدس
انوار کے پرتو سے ہوا آب منور
پانی پہ فدا ہوتا تھا ماہتاب منور

اک شخص بڑھا سید ذیشان کی جانب
اس حق کے ولی ، ناصرِ یزدان کی جانب
بدکار بڑھے ناطقِ قرآن کی جانب
کل کفر بڑھا مخزنِ ایمان کی جانب
بس ایک قدم بڑھنے ہی پایا تھا وہ ناری
اور غرق جہنم ہوا وہ دشمن باری

وہ غرق جو دریا میں ہوا سرکش و بدکار
واویلا کیا ایسا کہ تھرا گئے جرار
اس بات پہ کفار نے مانی نہ مگر ہار
دریا میں اترنے پہ رہے پھر بھی وہ تیار
جب دوسرا بھی غرق ہوا بحر فنا میں
اور کفر کے ارمان گھرے قہر خدا میں

کہنے لگا رشیق کہ اب میری ہے توبہ
اے والیءِ بطحا و عرب میری ہے توبہ
گستاخ ہوا ہائے غضب میری ہے توبہ
اے ابن حسنؑ دھرتی کے رب میری ہے توبہ
گستاخ ہوا ہوں شہِؑ ذیشان کے آگے
توبہ مری توبہ شہِؑ امکان کے آگے

مولا میرے کرار ، ہو عالم کے مددگار
عالم کے مددگار ہو ، احمدؐ کے ہو دلدار
احمدؐ کے ہو دلدار ، ہو ملکوت کے سردار
ملکوت کے سردار ہو ، کونین کے مختار
کونین کے مختار ہو یا شاؑہ ولایت
یا شاؑہ ولایت تجھے زیبا ہے امامت

اب دیجئے مجھ کو مرے سردار معافی
لیتا ہوں گناہوں کا سزاوار معافی
میں چاہتا ہوں بارہویں سرکاؑر معافی
بخشیں مجھے اے مبدۂ انوار معافی
لیکن نہ ہوا گویا وہ دارین کا مالک
مصروفِ عبادت رہا کونین کا مالک

قرآن میں فرمان ہے ربِ دوسرا کا
گل کرنا ہیں جو چاہتے خود نور خدا کا
لکھا ہے مُتم ہونا اسی نورِ علیٰ کا
کفار کے حاصل میں نہیں امر ھدیٰ کا
جعفرؑ یہ وہی نور ہے عالم کی بقا ہے
افواہ سے بجھنے کا نہیں ، نورِ خدا ہے

قطعہ

یہ کس نے چاند ستاروں کو نور بخشا ہے
مسیح کو چرخ تو موسیٰ کو طور بخشا ہے

ملائکہ بھی رہے دنگ علم آدم پر
یہ مشت خاک کو کس نے شعور بخشا ہے

......☆......

یامولاکریمؐ

غیبتِ صغریٰ

کر واقعہ پاکیزہ کو بسم اللہ سے جاری
ہم کیا تجھے سمجھیں کہ تو ہے ایزد و باری
ہو خاک سے کیسے تیری اب شکر گزاری
ہر سمت ہیں نت فیض کے چشمے تیرے جاری
ملتی ہے ہر اک چیز تری ذات کے در سے
کیسے ہو ثنا تیری بھلا جن و بشر سے

بخشی ہے تری ذات نے الحان کو لذت
اثمار میں ہے تیری عطا کردہ حلاوت
عالم پہ تری ذات کی رہتی ہے عنایت
قطرے کو گہر کرنا تری ذات کی عادت
ہیں فیض سبھی پاتے تری ذات سخی سے
ہوں میں بھی طلبگار کسی شئے کا جلی سے

اور تو نے بہاروں سے ہے گلشن کو سجایا
اور پھول میں رنگینی و خوشبو کو بسایا
اندازِ محبت گل و بلبل کو سکھایا
خاروں کو گلِ تر کا نگہبان بنایا
ہر شئے کو نوازا کہ تیری ذات علیٰ ہے
نیساں ہے گہر بخش تو یہ تیری عطا ہے

اور دست دعا میں بھی اٹھاتا ہوں بہ جرأت
محفوظ ہمیشہ رہے سادات کی عصمت
اور اتنی سی مجھ بندہ پہ ہو جائے عنایت
مل جائے مجھے مولائے کونین کی مدحت
کرتا ہوں رقم غیبتِ صغریٰ کی وجوہات
غائب ہوئی کس طرح وہ قائمؑ کی حسیں ذات

عالم پہ فروکش ہوئے جب ظلم کے بانی
اور حد سے بڑھی ظلم کے دریا کی روانی
عالم سے نہاں ہو گئی احمدؐ کی نشانی
اور پردۂِ غیبت میں چھپا نورِ ربانی
جس روز کہ غائب ہوا فرزند نبی کا
یہ واقعہ ہے دو صد اور ساٹھ (260) ہجری کا

پھر آپ کا عالم میں نہ تھا کوئی شناسا
ہر فرد ہوا دنیا میں دولت ہی کا پیاسا
تنہائی میں روتا رہا احمدؐ کا نواسا
اور اشک فشانی میں نہ تھا کوئی دِلاسا
دنیا تو سدا ظلم کے اسباق رٹے تھی
روتے ہوئے اس ماہ کی ہر رات کٹے تھی

ایسا نہ ہوا ظلم حسینؑ ابن علیؑ پر
ایسا نہ ہوا ظلم کبھی بنت نبیؐ پر
ایسا نہ ہوا ظلم علیؑ شیرِ جلی پر
جو ظلم کہ ڈھایا گیا اللہ کے ولی پر
ان سب کی تسلی کو تو موجود تھے احباب
تنہائی ہے، بے پدری ہے، آنکھیں بھی ہیں خوں ناب

لوگوں کے ستم بڑھ گئے جب حد سے زیادہ
اور توڑ دیا شیعوں نے بیعت کا کلادہ
فرمانے لگے ماں سے کرو دل کو کشادہ
ہے میں نے کیا خضرا کے جانے کا ارادہ
اعداء ہیں بہت اور کوئی غمخوار نہیں ہے
مظلوم ہوں میں کوئی مددگار نہیں ہے

دنیا میں تو میں نے ہیں بہت رنج اٹھانے
صرف آیا ہوں دکھ درد کے حالات سنانے
باہوں میں مجھے لے لو ، ملوں کب میں نجانے
میں آیا ہوں صرف آپ کو سینے سے لگانے
چچا بھی مخالف ہے کہ دشمن ہے زمانہ
اب ترک وطن کرتا ہوں ، آنسو نہ بہانا

کہنے لگی بی بی اے میرے راج دلارے
اک نورِ نظر تم ہو مری آنکھوں کے تارے
جینا ہے مجھے بیٹا یہاں کس کے سہارے
کچھ روز ہوئے ہیں تیرے بابا کو سدھارے
اب کیسے کٹے گا میرا فرقت کا زمانہ
تنہا بھی ہوں ، بیوہ ہوں ، سنے کون فسانہ

میں کہتی ہوں بیٹا نہ مجھے چھوڑ کے جاؤ
ہے کون میرا باقی ، ذرا یہ تو بتاؤ
روئی ہوں بہت لعلؑ مجھے اب نہ رلاؤ
اچھے میرے بیٹے مجھے سینے سے لگاؤ
میں دیکھ رہی ہوں کہ مخالف یہ جہاں ہے
کمسن ہو میرے لعل ، کہو جانا کہاں ہے

روتے ہوئے کی عرض پتہ ہو تو بتاؤں
ماں کہتی ہے کب آؤ گے میں آس لگاؤں
کی عرض ہو معلوم تو میں تم کو بتاؤں
ہنستے ہوئے رخصت مجھے کر دیں تو میں جاؤں
افلاک بھی روتے تھے کہ کیسا یہ وداع ہے
اب وقف ستم راحتِ عالم کی متاع ہے

جب مادرِؑ محزون سے ہونے لگے رخصت
سر پیٹ کے کہنے لگیں وہ معدنِ عصمت
اب مجھ سے گلے مل لو کہ ہے وقت کی قلت
آنسو ہوئے آنکھوں سے رواں بڑھ گئی رقت
فرزند کو بی بی نے کلیجے سے لگایا
آنکھوں میں غم و درد اُمڈتا چلا آیا

ماں بیٹے کے رونے کی صدا ہو گئی یکجاں
تھی لرزہ بر اندام زمیں تا حدِ امکاں
ملکوت تڑپنے لگے حوریں ہوئیں گریاں
تھے مست خیالات میں بے درد مسلماں
مولّا یہی اس وقت صدا دیتے تھے رو کر
یارب دے انہیں صبر، دعا دیتے تھے رو کر

جب ماں سے وداع ہونے لگے سیدؑ ذیشاں
آنکھوں سے رواں اشک تھے اور حال پریشاں
رونے کی صدائیں ہوئیں فریاد میں یکجاں
سرورؑ نے مدینہ میں کیا چاک گریباں
اس غم سے لحد چھوڑ کے رونے لگی بی بی
بیٹے پہ فدا خلد میں ہونے لگی بی بیؑ

حیدرؑ بھی نجف چھوڑ کے روتے ہوئے آئے
کربل کے شہیدوں کے بھی آنسو نکل آئے
بی بیؑ کا تھا یہ حال کہ تھے اشک سوائے
کہتی تھی کہ ممتا کی یہ ماری کہاں جائے
مدت تیری غیبت کی بھی اک راز نہاں ہے
کوئی نہ بتائے گا میرا لعلؑ کہاں ہے

پھر روتے ہوئے گودیءِ مادر سے اٹھے آپ
فریاد کناں بی بیؑ کی چادر سے اٹھے آپ
سرد آہ بھری خانۂ اطہر سے اٹھے آپ
اور کہتے ہوئے ساقیءِ کوثر سے اٹھے آپ
یہ مادرِ غمگین ہے اب تیرے حوالے
تاریک ہوئے جاتے ہیں اب جن کے اجالے

مولا جو ہوئے گھر سے سوئے غار روانہ
دنیا سے ہوا دین کا سردار روانہ
مغرب کو ہوا شمس ضیا بار روانہ
خضرا کو ہوا خضرا کا مختار روانہ
ماں روتی تھی ہر آن کہ تاریک جہاں ہے
دیواروں سے کہتی تھی ، میرا لعلؑ کہاں ہے

پردے میں نہاں ہو گیا وہ شمس امامت
اور گنبد عالم پہ مسلط ہوئی ظلمت
ہر رات شب ظلم تھی ، دن روزِ قیامت
دنیا سے نہاں ہو گئی ایماں کی حقیقت
دنیا کو مگر اس کا نہ احساس ہوا تھا
فرزند محمدؐ کا جو بن باس ہوا تھا

اور مثل نبیؐ غار میں غائب ہوئے مولاؑ
دنیا سے نہاں ہو گیا کونین کا آقاؑ
اور پردۂ غیبت میں چھپے والیٔؑ خضرا
اک صاحب عصمت رہی گھر پاک میں تنہا
خاموش اے جعفرؑ کہ نہیں طاقت تحریر
تعجیل فرج مانگ تو اتنا نہ ہو دلگیر

یامولاکریمؐ

وجہِ غیبت

الحمد سے کرتا ہوں شروع ذکر خدا کو
اور شرف ہو اَذْکُرْ کا عطا میری صدا کو
اعزاز اجابت کا ملے جذبِ دعا کو
اور لکھوں میں پھر غیبت سلطاؔنِ ہدیٰ کو
غیبت کی وجوہات کا موجب وہ کریہہ دور
اور مصر کے فرعونوں کے دوروں کی شبیہ دور

عباسیوں کا دورِ حکومت وہ تب و تاب
دولت کی فراوانی پہ وہ جذبِ مئے ناب
ہمسایہ ممالک کی بھی راتیں ہوئیں بے خواب
افریقہ سے سسلی میں کھلے زر کے حسیں باب
فرعون سے بڑھ کر تھے وہ ، سرکش ہوئے طاغی
خالق سے بغاوت کی ، امامت کے تھے باغی

وہ قصرِ شہی ، در وہ در و بام چمکتے
زربفت کے پردوں پہ وہ قالین مہکتے
طاؤس و ترنم میں وہ دینار دمکتے
اور داد تعیش میں وہ ساغر سے کھنکتے
قندیلوں کی جگ مگ میں جواہر کی چکا چوند
اور عقل نے کجلانے پہ لی چشمِ حیا موند

پردوں کی وہ سرسر میں وہ قدموں کی حسیں چاپ
پائل کی وہ جھنکار میں طبلوں پہ عجب تھاپ
وہ ربط کنیزوں سے ، کبھی بیٹا کبھی باپ
دستور عمل میں سر فہرست مہا پاپ
اور شاہی کے بل پر وہ شریعت کی خریدن
تھی زندگیءِ دین تو بدعت سے اجیرن

اور گنبد ایوان خلافت بھی فلک بوس
جن پر تھی برستی ہوئی عشرت کی سدا اوس
اس عیش پرستی میں نہ تھا عزل کا افسوس
پٹتا تھا شب و روز شریعت کا مہا کوس
اسلام کے پردے میں یہ تھی کفر کی شاہی
قرآں کے نوشتن میں تھی باطل کی سیاہی

اسلام کی دولت کو شکنجوں میں نچوڑا
اور کفر کے کتوں نے شریعت کو بھنبھوڑا
وحشت نے حقیقت کی کلائی کو مروڑا
اور علم کی تحصیل نے قرآن کو چھوڑا
عترت سے تھا فرّار ، کتابوں سے لگن تھی
اور فکر فنا اپنی امامت پہ مگن تھی

اور حدتِ زر دے کے شریعت کو جھکایا
عصمت کا لہو بیچ کے چہروں کو سجایا
کرگس کو امامت کے نشیمن میں بٹھایا
زہرآب سے پھر کشت امامت کو جلایا
بالیدہ محلوں سے ابلنے لگی دولت
اور لعل و گہر حق کے نگلنے لگی دولت

حق گو کی سزا ، دار پہ چڑھنا سر پنڈال
چہروں پہ مسلمانی تو باطل تہہ پاتال
اور ظلم کہ چلتی ہوئی شطرنج کی اک چال
اور پیکر حق خود صُمِ احکام سے پامال
عصمت کو کیا قتل ہوئی قصر میں جگمگ
احساس کا خوں کھولا ، سلگنے لگی رگ رگ

احکامِ قضا کو بھی تھی دولت کی لگی لاگ
اور علم شریعت کو امامت کی لگی لاگ
اور شرفِ سیادت کو وجاہت کی لگی لاگ
اور جذب شہادت کو غنیمت کی لگی لاگ
اسلام کا میداں بھرا لوگوں سے کھچا کھچ
اور دامنِ تسلیم میں اک کے نہ بچا سچ

اور زیست کے چہروں پہ تمناؤں کا خوں تھا
اور حق کے کدہ خواروں کو عصیاں کا جنوں تھا
اور طاعت ابلیس میں انسان نگوں تھا
اور روحِ عبادت میں ریاؤں کا فسوں تھا
اور دنیا نے تھا زہد کی چولوں کو اکھاڑا
اسلامی روایات کو باطل نے پچھاڑا

عرفاں ہوا بے دخل عقیدت کی زمیں سے
سجدے کا نشاں مٹ گیا ہر لوح جبیں سے
اور حق سے خیانت ہوئی ممبر کے امیں سے
اور فقر کی توہین ہوئی قصر زریں سے
اور لعل و جواہر سے تلی چنگ کی جھنکار
دیں لوٹ کے ، پھر اس سے نوازے گئے فنکار

اور روشنی کی لو پہ جھپٹتا تھا اندھیرا
اور جہل کا تو علم کی مسند پہ تھا ڈیرہ
اور رات کی شاہی میں تھا مجبور سویرا
وحشت نے تھا اسلامی روایات کو گھیرا
اور کفر تو اسلام کی چھاتی پہ چڑھا تھا
طاغوت کا نیزہ رگِ عصمت میں گڑا تھا

عطشان سے خالی ہوا اسلام کا پنگھٹ
تقدیس سے خالی تھا شریعت کا چھپر کھٹ
اُٹھنے کو ترس بیٹھا عبادات کا گھونگھٹ
اور شتر روش بیٹھ گیا فسق کی کروٹ
بر پشت رہا پھر بھی سدا کفر کا ہودج
مرکوز نظر سب کے تھی شداد کی سج دھج

ظلمت نے کیا نور کو پابند سلاسل
اقدارِ صداقت پہ تھا اک جبر مسلسل
خوش کفر تھا توہینِ براہیم پہ پل پل
عصیاں سے ہوئی خلوتِ انساں متزلزل
اور صدرِ صداقت سے گناہ پھوٹ پڑا تھا
تقدیس پہ اک لشکر زر ٹوٹ پڑا تھا

اور عصمت انسان تھی عصیان کی زد میں
اور رسن تعیش تھا بشر داد و ستد میں
کئی اور شریف آ گئے قرآن کے رد میں
تھا عدل کا گر قتل تو انصاف کی حد میں
ظلمت کے چراغوں سے بھرے دیں کے منڈیرے
اور روشنی پر پل پڑے باطل کے اندھیرے

تا اینکہ امارت پہ تھا دولت نے کیا رش
اور دست خلافت رہا مصروف کشاکش
فرعون بھی اس کبر پہ کرنے لگا عش عش
افراطِ غنیمت سے وہ ظالم ہوئے سرکش
اور دست ستم کفر نے حجت پہ بڑھایا
طاغوت نے خود خالق عالم کو چڑایا

پھر دھیرے سے ظلمت بڑھی انوار کی جانب
پستی بڑھی تقدیس کے مینار کی جانب
پھر تیر چلایا گیا جبار کی جانب
عیسیٰ کو گھسیٹا گیا پھر دار کی جانب
جنباں تھی قضا ان کے ارادوں کو جو بھانپا
اک جھرجھری افلاک نے لی ، عرش بھی کانپا

اس دور میں جو گھر تھا عبادات کا منہاج
حاصل تھا جہاں عصمت اقوام کو معراج
اور فقر کی بنیاد پہ توحید کا تھا راج
نے گنبد و ایوان تھے ، نے تخت تھا ، نے تاج
خلوت گہِ یزداں تھا وہ جلوت گہ کامل
احکامِ الٰہی کے ستاروں کی تھی جھلمل

اس گھر کی فضا لیتی تھی تطہیر کی سانسیں
اسلام وہاں لیتا تھا توقیر کی سانسیں
اور نورِ خدا لیتا تھا تنویر کی سانسیں
ہر خوابِ سکوں لیتا تھا تعبیر کی سانسیں
اور حجت خالق کے وہ راحت کی تھی آغوش
دیتی تھی سکوں لوری ، فضا رہتی تھی خاموش

اس لوری کی لَے شوق سے خود سنتے تھے آفاق
پھر شوق کے اک وجد سے سر دھنتے تھے آفاق
اور کرنوں سے دامانِ فلک بنتے تھے آفاق
اور مانگ میں انجم کے گہر چنتے تھے آفاق
قرآں کی تلاوت کی صداؤں کا تھا جھرنا
اس گھر سے تھا تقدیس کی کرنوں نے بکھرنا

تقدیس کے پردوں میں تو تطہیر تھی پلتی
ہر بات سے سچائی کی اک لَو تھی نکلتی
اور زندگی تھی جس کی فضاؤں سے ابلتی
فطرت بھی تھی جس گھر کو صدا دے کے سنبھلتی
خیرہ رہا باطل بھی سدا جس کی چمک سے
مخمور تھی توحید بھی جس گھر کی مہک سے

اس گھر نے ہی تھا دینی روایت کو سنبھالا
سچائی کی آغوش میں اسلام کو پالا
اور خامشیءِ حق کو کیا بولنے والا
اور دائرۂ سِلم سے باطل کو نکالا
اور زندگی کو موت کے چنگل سے چھڑایا
ہر نقش فنا ، آبِ بقا کر کے دکھایا

جس گھر میں جنم لے کے پلی روحِ شریعت
اسلام کے خوابوں میں سجی جس کی حقیقت
پروان چڑھا دین تھا جس گھر میں بہ عصمت
اور جس کی حسیں باہوں میں تھی طاقت و قدرت
جس گھر کے تھے کھلتے سوئے توحید جھروکے
پھر کفر لگا دینے اسے غم کے چرو کے

وہ خانۂ حق عرشِ معظم سے وسیع تھا
آرام پذیر اس میں خداوند سمیع تھا
اور شانِ جلالت میں وہ عالم سے رفیع تھا
وہ بیتِ شرف سجدہ گہ خلق جمیع تھا
دہلیز تو پیشانیءِ جبریلِ امیں تھی
اور عرش کی تھی سقف ، جو اس گھر کی زمیں تھی

پھر آہ کیا کفر نے اس گھر کا گھراؤ
اور ظلم کا روشن کیا ہر سمت الاؤ
اور ڈالا شبِ غم نے پھر آنگن میں پڑاؤ
اللہ کا غضب کھاتا رہا جوش میں تاؤ
لیکن وہ کریم ایسا ، کرم جس کا تھا شیوہ
ہر نخل مظالم پہ چنا عفو کا میوہ

اس گھر میں وہ پلتا ہوا اک وارثِ کمسن
بچپن ہی سے جو عالم اسلام کا محسن
اور عالم امکان کا وہ مالکِ ممکن
وہ عصر کا ، وہ فجر کا مصداق ، چڑھا دن
توحید کے لہجوں میں کھنک جس کے بیاں کی
ہر بات میں شیرینی تھی اللہ کی زباں کی

وہ قیمؐ کونین تو عصمت وہ امم کے
وہ مظہر توحید تو مصدر وہ کرم کے
وہ موجدِ تخلیق ہوئے لوح و قلم کے
صدقے سے ملا قِدم بھی خود جن کے قدم کے
قائم رکھا کونین کو خود جس نے بصد روپ
جس شمس سے فردوس میں رہتی تھی سدا دھوپ

وہ جسم حسیں جس میں لہو حق کا رواں تھا
یہ اسم حسیں اس میں ہدایت کا سماں تھا
اس در سے تو اک درس طہارت کا بیاں تھا
وہ جانِ جہاں ، جانے مراتب میں کہاں تھا
عصمت نے جسے پیار سے پروان چڑھایا
اُمی تھا مگر علم عوالم کو پڑھایا

نور اس کا تھا وہ نور کہ کوہ طور جلا دے
اک برق سے وہ تختیءِ مسطور جلا دے
گر دعوائے دیدن ہو تو صد حور جلا دے
ملکوت سلگ جائیں کئی نور جلا دے
خود نور بھی جل جائے اگر ہو وہ منور
ہو برق اثر بارشِ انوار ہی یکسر

قدرت وہ کہ تقدیر کی تیغوں کو بھی موڑے
گر پھیر لے آنکھیں تو فنا کچھ بھی نہ چھوڑے
کونین کے ہر رشتۂ انفاس کو توڑے
ٹکرائے اگر موت تو سر اپنا ہی پھوڑے
اور پنکھڑی کی رگ میں جو بجلی کو سمو دے
اور آبِ گہر میں ، دمِ لولاک ڈبو دے

اس شان کریمی کی ادائیں وہ دلآویز
نمرود کے تیروں کو کیا جن سے حنا بیز
اور قاتلِ اکبرؑ پہ نگاہیں وہ حیا ریز
اور رخشِ کرم ظلم سے ہوتا رہے مہمیز
وہ شانِ عطا جس کے سب انداز تھے بانکے
حرؑ جیسوں کے دامن پہ گہر عفو کے ٹانکے

جب گھیر لیا ظلم نے اس بیت شرف کو
جستن میں رکھا سامنے اس دُرِّ نجف کو
اور کھول دیا کفر نے وحدت کے صدف کو
پایا نہ مگر مولد کعبہ کے خلف کو
آنگن میں ندھڑک آ گئی تکفیر کی چھاؤں
گویا کہ رکھا کفر نے قرآن پہ پاؤں

حجت نے پر اندازِ کرم ایسا دکھایا
اور قہرِ خداوند سے عالم کو بچایا
اور غیبت توحید کا اک راز بتایا
اور ظلم کی نظروں سے حقیقت کو چھپایا
حالانکہ بشر بابِ جہنم پہ کھڑا تھا
اس ذات نے پر توبہ کا در کھول دیا تھا

آوارہ وطن ہو کے بنا دیں کی پناہ گاہ
عالم کو مگر اس کا نہ افسوس ہوا آہ
راہرو سے ہوئی خالی پھر اسلام کی شاہراہ
اک مادرِ غمگیں پہ پڑا صدمۂ جانکاہ
بیٹے کی جدائی پہ تھیں ممتا کی دعائیں
بیٹے! کبھی دکھ درد تیرے پاس نہ آئیں

پھر اشکوں کے پت جھڑنے لگے فصل عزا سے
اک چشمۂ غم پھوٹ پڑا فرطِ بکا سے
ہلتا رہا خود عرش بھی ممتا کی دعا سے
ماتم کیا پھر بیبیؑ نے کچھ ایسی ادا سے
اس درد پہ اشجار بھی سر پیٹ کے روئے
اور دامن گل گریۂ شبنم نے بھگوئے

مبنی تھی نہ غیبت یہ کسی خوفِ عدو پر
حاصل ہے کسے دید ، گل تازہ کی بو پر
لیکن جو ستم ڈھائے محمدؐ کی بہو پر
خنجر تو وہ خود چلتا تھا امت کے گلو پر
خاموش اے جعفرؒ کہ فسانہ ہے یہ غم کا
دربار میں جانا ، یہ بھی قصہ ہے الم کا

قطعہ

کون منبر کا صحیح حقدار ہے تاریخ پڑھ
دین حق کس کا حسیں کردار ہے تاریخ پڑھ

کون بھاگا ہے علم کو چھوڑ کر میدان میں
کون فتح کا علمبردار ہے تاریخ پڑھ

......☆......

یا مولا کریمؑ

غَیبتِ کُبریٰ

ظاہراً نوابِ اربعہ کا وہ دورِ اقتدار
وہ روپہلی اور سنہری سال (74) ہفتاد و چہار
زندگی ہے ایک ٹھاٹھیں مارتا بحرِ ذخار
ظلم کی آغوش میں پلتے ہوئے لیل و نہار
مہر حق غیبت نشیں ، پر فجر کا انداز تھا
نور کا تڑکا تھا ، اک عالم حریم راز تھا

غیبت صغریٰ کی ہر سو ایک بلوریں قنات
کتم کے باریک پردوں میں نہاں رازِ ثبات
ہلکی ہلکی کہر میں مضمر رموزِ کائنات
ملگجی سی ایک رُت ، دھندلا سا دن ، روشن سی رات
کفر کی تاریک گھٹ مغرب کی مینڈوں پر کبود
اور پس دیوارِ مشرق ، مہر عالم کا وجود

ہر طرف پھیلا تھا توقیعات کی کرنوں کا نور
ظلمتوں کے تلخ طوفاں ، کشتیءِ عرفاں سے دور
جاری و ساری تھے دین حق کے پوشیدہ بحور
دن نہ تھا ظاہر ، افق پر ثبت تھا کیف سحور
قطب اربعہ سوئے منزل ہو چکے تھے راہنما
قہرمان باطلہ تھے حبِ زر میں مبتلا

جُبہءِ اسلام پر اک سو طلاکاری کا چھب
اطلس و دیباج سے قصر شہنشاہی کا پھب
اور کہیں موباف کرتوں میں تھے تعلیم و ادب
مل رہے تھے حسب منشائے احد فرمانِ رب
انس کے جنگل تھے نذرِ آتش عباسیت
جھڑ رہے تھے پئے بہ پئے ایمان کے پودوں کے پت

آدمیت منسلک تھی رشتۂ تطہیر سے
داد ملتی تھی سفارت کی حسیں زنجیر سے
سلسلہ خط و کتابت کا تھا اک تدبیر سے
راہِ حق روشن تھی توقیعات کی تنور سے
اور تھا نوابین سے پیہم خوارق کا صدور
اک تھی ملکوتی فضا اور تھے درخشندہ شعور

کیا سماں تھا جبکہ ستر سے فزوں نواب تھے
اور سبھی شہر امامت کے مقدس باب تھے
جو ہدایت کے صحیفے کے حسیں ابواب تھے
دیدۂ عرفانِ حق کے جو سنہری خواب تھے
اور نیابت کی حسیں مسند پہ تھے جلوہ نما
چشم ظاہر بیں سے مخفی علم کا تھا در کھلا

اک طرف ابن سعید اور ساتھ ہی وہ ابن روح
کھل رہے تھے مقصد قرآں کے تفسیر و شروح
ہر قدم پر ہادیءِ مطلق کی طاعت کا رجوح
اور لبوں پر علم و حکمت کے رواں طوفانِ نوح
تھی ملی مسند خلافت کی انہیں سرکارؑ سے
ملہم ہاتف تھے یہ ، تقدیس کے معیار سے

پھر ابوجعفر محمدؐ کو ہوئی مسند عطا
مُطّلعِ علمِ مَنایا اور بَلایا پر ہوا
پھر نیابت کا شرف ابن محمدؐ کو ملا
آخری نائب تھا یہ اور آخری نجم ہدیٰ
جس کی اک اک بات میں لاکھوں طلسم کن فکاں
منزلِ تعجیل کا تھا یہ بھی میرِ کارواں

پھر خلافت کے محل کے بام و در ابتر ہوئے
سب اسی زیرِ زمیں تحریک پر ابتر ہوئے
زنگ خوردہ عقل کے فکر و نظر ابتر ہوئے
ظالمانِ لشکر زید و بکر ابتر ہوئے
بوم خصلت کفر کا جب خالی ترکش ہو گیا
بوکھلا کر یہ شقی کچھ اور سرکش ہو گیا

کر دیا پھر باطلہ سرگرمیوں کو تیز تر
کود کر پھر رن میں آیا تیغ برّاں سونت کر
کفر کو بیٹھا جو دیکھا کرسیءِ احکام پر
دندناتا پھر رہا تھا ظلم بے خوف و خطر
پھر مؤدت کو، ستم دیوار میں چننے لگا
پارچاتِ سلطنت تظلیم سے بُننے لگا

پھر ملی ابن محمدؐ کو یہ توقیع امامؑ
اے علیؐ سمری تجھے کہتا ہوں میں بعد از سلام
چھ دنوں تک دار فانی پر ترا اب ہے قیام
اور کسی کو مت بنانا اپنا تم قائم مقام
غیبت تامہ کا لازم ہو گیا تھا اب وقوع
جان لے کہ ہو چکی ہے غیبت کبریٰ شروع

لیکن اس غیبت میں میری دید بھی آساں نہیں
تا ستم اور معصیت سے بھر نہ جائے یہ زمیں
اور قساوت سے ہر اک دل ہو گا پھر زنگ آفریں
حب دنیا میں گھریں گے اہل حق اور اہل دیں
پھر زمانے پر کرے گا ایک سفیانی خروج
دہر کے ظلمت کدوں میں کفر کا ہو گا عروج

ہوں نہ جب تک صیحہِ افلاک میں سب مبتلا
میری آمد کے علائم ہوں نہ جب تک رونما
ہوں گے رویت اور نیابت کے بھی دعوے جا بجا
لیکن ایسے ہی ہر اک دعوے کو سمجھیں افترا
مدتِ غیبت میری ابن محمدؐ ہے طویل
کیونکہ قائم ہو چکی ہے رب عالم کی دلیل

پھنس چکا ہے دین حق ، گردابِ استبداد میں
اور نیابت گھر چکی ہے نرغہءِ الحاد میں
بن چکا ہے سومنات اک حاطہءِ بغداد میں
شرک ظلمت زن ہے اب اسلام کے افراد میں
دیکھ کر بگڑی ہوئی نیّات کی خونی نگاہ
لی شبیہِ مصطفیٰ نے ثورِ غیبت میں پناہ

چھ دنوں تک پھر رہا زندہ محمدؐ کا پسر
مخبر عالم کی پھر صادق ہوئی اس پر خبر
چل بسا ابن محمدؐ دارِ فانی چھوڑ کر
منتظر اپنا بنا کر چھپ گیا خود منتظر
ہر طرف ظلمت نے اپنے تیرہ پر پھیلا دیئے
دیدہءِ حق آشنا طاغوت نے چندھیا دیئے

ہو گئی دیوارِ غیبت گنج عرفاں پر کھڑی
فرقت سرتاجِ شرعی پر شریعت رو پڑی
ڈبڈبا کر رہ گئی تب نبض ممکن کی گھڑی
منتشر سی ہو گئی عصمت کے سانسوں کی لڑی
دَآبَۃُ الْاَرْض سے خالی ہوا درجِ زمیں
اور چھپے کہف تقیہ میں مؤدت کے امیں

شارعِ حق ، گردِ باطل سے تمامی اٹ گئی
شانہءِ عالم سے زلفِ لیلیٰءِ شب چھٹ گئی
اور ندی اسلام کی اک دم چڑھی پھر گھٹ گئی
اور کتاب دیں کئی حصوں میں آ کر بٹ گئی
جلوہ گاہِ قصر غیبت کے بھی پردے گر گئے
طوطا چشم انسان کی الفت کے دیدے پھر گئے

سلسلہ نواب کا جب ہو گیا اک دم تمام
حجت حق نے ہدایت کا کیا پھر انتظام
دی عریضے کی رعایت تاکہ ہو حجت تمام
اور ابوالقاسم کو سونپے یہ امورِ حق تمام
آج تک مامور ہے اس کام پر خود ابن روح
اور عریضے کیلئے کرتے ہیں سب اس سے رجوع

نائب سرکارؑ کا یہ آج تک اعجاز ہے
حاظر و ناظر کا حاصل اس کو بھی اعزاز ہے
اور حریم خضروی کا یہ حریم راز ہے
حکمراں ہے آپ پر فطرت کا فطرت ساز ہے
طاقہءِ موج رواں میں بھیج کر ہر اک پیام
اک پیامی کی طرح ہے بھیجتا سوئے امامؑ

قلزم بحر ہدیٰ ہے دہر پہ بہتا ہے یہ
ہے یہ اک حبل توسل اور جگت مہتا ہے یہ
ہو جہاں بھی دے صدا لبیک بھی کہتا ہے یہ
نامہ بر ہے آپ کا اور ہر جگہ رہتا ہے یہ
ہر عریضہ لے کے جائے خدمت سرکارؑ میں
تاک دانِ نورِ حق ہے وقت کی دیوار میں

غیبت سرکارؐ جو قدرت کی اک رمز وضیح
غیبت سرکارؐ اک موسم کا اک حسن صبیح
غیبت سرکارؐ میں انداز ادریس و مسیح
غیبت سرکارؐ پر بالغیب کی نص صریح
اور ہے علم غیب کا غیبت پہ مضمر انشراح
منتظر کی شان میں ہے غیب کی یہ اصطلاح

کیونکہ درسِ معرفت عرفان ہمارا غیب ہے
مقصد قرآن اور ایماں ہمارا غیب ہے
اور نبوت غیب ہے یزداں ہمارا غیب ہے
صاف ظاہر ہے کہ یہ سلطاں ہمارا غیب ہے
غیب رہ کر جس طرح توحید ہے معبود کل
غیب رہ کر یہ مرا سلطاںؑ بھی ہے مسجود کل

غیب ہونے پر نہیں ہوتے فرائض کالعدم
ہے پس پشت آدمی کی بھی محبت محترم
امتحاں غیبت کا دینا رازِ اقوام و امم
یوں نتھر آتے ہیں ایمان و یقیں کے زیر و بم
اس لئے نواب کے تھا سلسلے کا انقطاع
پیٹھ پیچھے کون کرتا ہے حقیقی اتباع

تین صد اور بست و نو ہجری کا وہ تاریک سال
غیبت کبریٰ ہوئی واقع بہ حکم ذوالجلال
عقل اسلامی پہ ابھرے ایسے پیچیدہ سوال
شارعِ حق پر جما رہنا تھا دشوار و محال
صوتِ قرآں درد کی چیخوں میں دب کر رہ گئی
سرخیءِ خونِ شریعت پلپلا کر بہہ گئی

آج دنیا کی طرف انسان کا ہے پھر ہبوط
نعش قرآں ہو چکی ہے پھر غلافوں میں حنوط
ملحدانہ ہو چکے ہیں فکر انساں کے خطوط
دین حق تزکیہءِ انساں سے ہے جعفرؑ قنوط
اب دعا ہی ایک دارو ہے بدلنے کیلئے
منتظر بیٹھے ہیں سارے رات ڈھلنے کیلئے

......☆......

یامولا کریمؐ

اِنتظار

(مناجات)

اے قاضیٔ حاجات سزاوارِ خدائی
آیا ہوں تہی دست لئے جذبِ گدائی
اور تیرے کرم نے میری ہمت ہے بندھائی
رحمت سے تری ، میرے دعا لب پہ یہ آئی
ورنہ تیرے قابل نہ زباں ہے نہ بیاں ہے
شایانِ شا ہستیٔ دریوزہ کہاں ہے

اور وہم و گماں سے ہے بہت بالا تری ذات
تو دافعِ عدوان تو ہی سامع دعوات
خود تو نے تخاطب کی یہ بخشی ہیں مراعات
ورنہ یہ حقیقت ہے کہ چھوٹا منہ بڑی بات
گو لائق دروازۂ قدوس نہیں ہوں
لیکن میں عطا سے تیری مایوس نہیں ہوں

زیبا تو نہیں تجھ سے کہوں دیکھ خدایا
اب کفر کے پنجے میں ہے اسلام کی مایہ
حق گوئی کو ہے ظلم نے طاقت سے دبایا
ہے حرفِ حیا تازہ تمدن نے مٹایا
اب کفر کی تقلید میں الجھے ہیں مسلماں
زُہاد سے خالی ہے تقدس کا شبستاں

اور ہیکل اوہام میں ہے روحِ شریعت
ہے کذب کی چکی میں پسی جاتی صداقت
ہے ورطہءِ بطلان میں اب ملک حقیقت
طوفانِ مصائب میں ہے اب شمعِ مسرت
اسلام ہے آوارہ وطن اپنے وطن میں
ہوتی ہے حنوط آج خوشی ، غم کے کفن میں

ہر صبح میں اب شامِ غریباں کا سماں ہے
اور لاشہءِ حق دوشِ مصائب پہ رواں ہے
طاغوت لئے تعزیۂ کون و مکاں ہے
اب چنگ سے دبتی ہوئی آوازِ اذاں ہے
مظلوم مشیت کا کفن اوڑھ چکے ہیں
اور بردِ خزاں اہل چمن اوڑھ چکے ہیں

اب عیش کی باہوں میں بشر جھول رہا ہے
باطل کا غبارہ ہے پڑا پھول رہا ہے
گل چھرے اڑانے میں خدا بھول رہا ہے
اور شجرۂ ملعون ہی پھل پھول رہا ہے
تقدیس کی میت یونہی ویران پڑی ہے
الحاد کی گڈی سرِ افلاک چڑھی ہے

گردن میں عبادات کے اک طوقِ گراں ہے
اور صبر کے حلقوم پہ خنجر سا رواں ہے
اور حسن و جوانی بھی سرِ نوک سناں ہے
معصومیءِ کونین بھی اب تشنہ دہاں ہے
دروازہ سیادت کا تو جلتا ہے سرِ عام
ہے علم کے شہروں پہ مسلط ہوئی صمصام

اور بازو شجاعت کے سرِ دشت قلم ہیں
ہر موڑ پہ جو نصب ہیں ، باطل کے علم ہیں
اور عسکرِ توحید نظر بندِ ستم ہیں
کل مصلحتیں زر کے نہاں خانوں میں ضم ہیں
آنکھوں میں ہدایت کے بھرے خون کے آنسو
بازار میں پھرتی ہے حیا کھول کے گیسو

قرآن کے اطراف میں منطق کا دھواں ہے
طاغوت کے سجدوں کا جبینوں پہ نشاں ہے
باریدہ مفاسد میں تو رِم جھم کا سماں ہے
اب خونِ سیاست ہی مذاہب میں رواں ہے
سانسوں کا ہر اک جام ہلاہل سے بھرا ہے
عرفاں کا عمامہ تو سرِ طاق دھرا ہے

اب عام ہے طاغوت کے بچھڑوں کی پرستش
رکھتی ہے قدم چاند پہ اب شرک کی تابش
اب پائے عقائد میں ہے ممکن ہوئی لغزش
اب خیمۂ توحید ہے نزدیک بہ آتش
اب عفو کی شہزادی بھی مجبور کھڑی ہے
مظلوم کے دندان پہ ظالم کی چھڑی ہے

ظالم تو یہ چاہیں گے رہے ان کی حکومت
عصیان کی خواہش ہے کہ چھائی رہے ظلمت
رہ جائے اندھیروں میں گناہوں کی حقیقت
تاریکی میں لٹتی رہے تقدیس کی عصمت
ہے تیرے قوانین میں یہ شئے متمکن
ہر رات کے بعد ایک چمکتا ہوا ہے دن

صدیوں سے چلی آتی ہے باطل کی سیاہ رات
مخفی ہے نگاہوں سے وہ قائم کی جلی ذات
ہیں کفر کی بھٹی میں یہ اسلامی روایات
حائل تیرے قانون خدائی میں ہے کیا بات
ہوتی نہیں اسلام پہ کیوں صبح مسفر
کیوں آج بھی یہ مطلع انساں ہے مکدر

اتنی سی دعا ہے تیرے فیضان کے در سے
محروم ہے دھرتی تیری شفقت کی نظر سے
یہ مردہ زمیں تیری نہ یوں زیست کو ترسے
رحمت کی گھٹا دہر پہ یوں ٹوٹ کے برسے
اس خاک کی رگ رگ سے اُبلنے لگے جیون
اور بستر عالم پہ مچلنے لگے جیون

لازم ہے کہ مفقود ہر اندوہِ دروں کر
اور دولتِ باطل کے تو جھنڈوں کو نگوں کر
اور حالتِ باطل کو ہلاکت سے زبوں کر
اور سامریءِ غم پہ مسرت کا فسوں کر
اس ظلم کے لشکر کا نہ اب نام و نشاں ہو
اور شجرۂ ملعون سدا وقفِ خزاں ہو

اس دولت ظاہر کے ہر انداز و ادا چھین
اور جور کے ہاتھوں سے ہر اک تیغ جفا چھین
اور قحبہءِ گردش کی طلاکار رِدا چھین
اور عیش کے ہونٹوں سے تو ساغر کا مزا چھین
شہزادیءِ طاعت کو سرِ تخت بٹھا دے
بولہبِ تکفیر کو سولی پہ چڑھا دے

جو تیرے ہیں ، مرضات کے وہ زیرِ عمل ہیں
اور تیری محبت کے حسیں تاج محل ہیں
دکھ درد کی جھیلوں میں وہ ہنستے سے کنول ہیں
اور اپنی ہی خواہش سے منزہ ہیں اجل ہیں
خاموش ہیں وہ اور میں دعا مانگ رہا ہوں
میں ان کی محبت کا صلہ مانگ رہا ہوں

نافذ تیرا قانون تقدس ہو سرِ عام
روحوں پہ حکمراں ہو ترا جذبۂ اسلام
ہو تخت نشیں آج شہنشاہِ ذوالاکرام
ہر نوک زباں پر ہو لکھا ایک تیرا نام
کر پورے ابھی عدل کے تو جملہ تقاضے
اک دھوم سے نکلیں غم عالم کے جنازے

کر دے ابھی آباد محمدؐ کا گھرانہ
اور خون سے لکھ دے ابھی باطل کا فسانہ
اک دورِ زر افشاں سے ہو معمور زمانہ
اور گردشِ دوراں میں ہو انداز سہانہ
بنیاد ستم قطع کریں ، شرع کی حد سے
شاہی کرے سلطانِ صمد ، شانِ احد سے

اب عدل کی دیواروں میں چن دے یہ ستم کش
طوفانِ مصیبت میں ڈبو دے تو یہ سرکش
معتوب ہوں مقہور ہوں مکفور جفاکش
اور ختم ہو ابلیسی چلتّر کی کشائش
آئیں چمن دہر میں بھرپور بہاریں
اور قلب خزاں پر چلیں کلیوں کی کٹاریں

ہاتف کی ندا آئی ہے مقبول مناجات
دیتا ہے اجابت کا شرف سامعِ دعوات
اس باب سے جاتا نہیں کوئی بھی تہی ہات
جعفرؔ تیرے انداز گدائی کی ہے کیا بات
الہام برستا تھا تیری طبعِ رواں سے
جبریل غزل خوان تھا خامہ کی زباں سے

یا مولا کریمؑ

مُنتظرین

جہانِ کل سے انبیائے ماسلف عظیم تھے
قلوب ان کے نور حق کے سِلم سے سلیم تھے
نبوتوں کی چوٹیوں پہ وہ سدا مقیم تھے
نفوس ان کے عطر بیز و مایۂ نعیم تھے
اور ان سے اسرائیل کے نبی بہت بلند تھے
رُسل تھے اور نگاہِ حق کو وہ بہت پسند تھے

مگر رسولؐ پاک کے ہیں امتی وہ ذی شرف
نہ پہنچے ان کے اوج کو تو انبیائے ماسلف
نبی وہ اسرائیل کے اور ان کی بستہ پاک صف
مگر وہ کل ہیں اِک طرف یہ امتی ہیں اِک طرف
بہت بلند ان سے پھر صحابۂ رسولؐ ہیں
نبی و امتی تو ان کی راہگذر کی دھول ہیں

عظیم تر مگر حسینؑ کے وہ جاں نثار تھے
محافظِ احد تھے وہ حریم کردگار تھے
شہادتِ عظیم کی وفا پہ استوار تھے
صحابۂ رسولؐ ان کی گردِ رہگذار تھے
اور دیدنی تھیں کربلا میں ان کی بے نیازیاں
کہ عظمتوں کو چھو رہی تھیں ان کی پاکبازیاں

دہکتی آگ میں گئے وہ منجنیق پیار میں
تھے بے قرار قلب ، موت ہی کے انتظار میں
فدا کیا امام حق پہ جو تھا اختیار میں
وفا کی اک چٹان تھے حدودِ روزگار میں
گو برچھیوں کی زد میں تھے مگر جری وہ ڈٹ گئے
تھے سرفراز سرفروش ، سر اگرچہ کٹ گئے

اور ان کا انبیا سے بھی موازنہ ہے بے محل
یہ جَلّ شانہٗ کی شانِ حق سے شان میں اجل
اور رفعتوں کی شاخ پر پکے ہوئے وفا کے پھل
تھا ناگوار جن کو موت کی جبیں پہ ایک بل
کہ عزت اور مال و گھر کے ساتھ سر نثار تھا
اور انبیاء بھی دنگ تھے وہ صدقِ دل سے پیار تھا

گر انبیاء کو دیکھئے تو صدق تھا نگاہ میں
انہوں نے دنیا ترک کی تھی آخرت کی چاہ میں
مگر تھا خوفِ مسخ بھی ریاضتوں کی تھاہ میں
ہزاروں مشکلات تھیں صداقتوں کی راہ میں
تھا ان کا فرض آمدہ الم پہ شکر لم یزل
تھے راضی بر رضائے حق ، رضائے حق پہ تھے عمل

ہر اک کو زہد کی سند ملا صحیفۂ سما
مگر کلام پاک تو انہیں ہوا نہیں عطا
اور علم و معرفت ہی سے ملا ہے اوجِ مدعا
معارجِ شرف کی تو ہے علم ہی سے انتہا
پھر آمدہ مصیبتوں پہ صبر کرنا اور ہے
مصیبتوں کو مول لے کے پھر نکھرنا اور ہے

جو انبیاء نہ کر سکے وہ نوجوان کر گئے
وہ شاہِ کربلا کے پاک ناصران کر گئے
مصیبتیں خرید لیں فدا وہ جان کر گئے
وہ پاس اپنے عشق کا ہر امتحان کر گئے
نبیوں کی مدد تو کی تھی خاندانِ پاک نے
اور نصرتِ امام کی تو ناصرانِ پاک نے

نبی بھی ان کی شان پر انگشت در دہاں رہے
دکھوں کے مشتری بنے یہ اہل حق جہاں رہے
اور جذبِ عشق آلؑ کے ،عمل سے ترجماں رہے
اور صبر میں تو طفل و پیر ہمسر جواں رہے
وفا کی تیز دھار تیغ پر قدم جما دیئے
اور آندھیوں سے اپنے عزم کے دیئے لڑا دیئے

رہین دردِ عشق دل تھیں ان کی سر فروشیاں
عدو پہ صیحہءِ اجل تھیں قلب کی خموشیاں
اور جذبِ دل تھا کر رہا وفا کی پردہ پوشیاں
اور موت کو لپٹ رہی تھیں ان کی گرم جوشیاں
اور خونِ دل انڈیل کر جلایا حق کے دیپ کو
اور دے رہے تھے گوہر وفا کرم کی سیپ کو

مگر اماؑم حق کے منتظر تو بے نظیر ہیں
اور غیبت شہ زمن پہ مطلق البصیر ہیں
نہیں ہے کوئی محتسب مگر عمل پذیر ہیں
یہ کاروانِ اہل حق کے میر ہیں امیر ہیں
محیط ہے شبِ ستم مگر وفا کے رنگ ہیں
اور ناصرِ حسینؑ ان کی عظمتوں پہ دنگ ہیں

حقیقتاً تو منتظر ہی افضل زمان ہیں
کہ عظمتوں کے فرق سے زمین و آسمان ہیں
جو سبط مصطفیٰ کے کربلا کے ناصران ہیں
بجا بہت بلند ہیں وہ رِفعتوں کی شان ہیں
مگر جو منتظر ہیں وہ وحیدِ روزگار ہیں
امامِ عصر کے ہمیشہ محو انتظار ہیں

بجا ہے کربلائیوں کی شان ہی تھی شانِ حق
انہوں نے دہر کو دیا ہے معرفت کا ہر سبق
انہوں نے حل کیا ہے خود وفا کا عقدۂ ادق
انہی کی ضربِ عشق ہی سے کفر کا تھا رنگ فق
مچل رہے تھے تاج و تخت ان کے پاک پاؤں میں
طلا و زر کی اک کھنک تھی کفر کی صداؤں میں

انہوں نے ٹھوکروں سے تاج و تخت کو اڑا دیا
خیالِ اِقتدار ، صدقِ قلب سے جلا دیا
مصیبتیں خرید لیں تو گھر کا گھر لٹا دیا
اور ہدیہءِ امامِ حق میں اپنا سر کٹا دیا
وہ مسکرا کے ظلم کی چتا میں آئے کود کر
اور ان کے حق میں رحمتِ خدا بھی آئی عود کر

موازنہ ہو ان سے منتظر کی مشکلات کا
پتہ چلے بشر کو تب حقیقی واقعات کا
نہیں ہے ممکن اس طرح احاطہ ایسی بات کا
کہ منتظر بلند ہے امامؑ ممکنات کا
کہ ان کے امتحان کی تو آخری تھی موت حد
جو دیکھئے تو انتظار موت سے بھی ہے اشد

یہ فرق ہے کہ کر رہے ہیں وہ اگرچہ سر فدا
تو ظاہراً بظاہراً امامؑ حق کا ساتھ تھا
چراغ بیت لم یزل تھا سامنے ہی جل رہا
اور ظاہراً امامؑ حق تھا مشکلوں میں گھر چکا
وہاں تو شاہِؑ حق سے منہ کو موڑنا بھی کفر تھا
مخالفت تو اک طرف ہے چھوڑنا بھی کفر تھا

اور خاندانؑ پاک بھی تو خود شریک کار تھا
ہر ایک فرد سب کے ساتھ تھا ستم اٹھا رہا
صحابیوں پہ ہو رہی تھی ظلم کی جو انتہا
تو وقف ظلم ساتھ تھے وہ اہل بیت مصطفیٰ
ادھر وہ تیر دیکھ کر رواں خیام کی طرف
ہوئی تیار موت پر صحابیوں کی صف کی صف

مگر یہاں تو دوستی کا اور ہی ہے امتحاں
نظر کے سامنے نہیں حقیقی میر کارواں
ہے انتظار موت سے اشد ترین بے گماں
مخالفت پہ تل چکا ہے جب ضمیر کن فکاں
نگاہ سے دلانے والا شرم بھی کوئی نہ ہو
ہے کس قدر کٹھن کہ انتظار بھی بہ صبر ہو

موازنہ صحابیوں کے صبر سے کریں اگر
تو غیبت شہٌ زمن بھی سامنے ہو سر بہ سر
انہوں نے جو کیا تھا وہ امامِ حق کو دیکھ کر
ثبات عشق کو تھی کافی شاہِ حق پہ اک نظر
وہ دیکھ کر ایمان لائے یہ نہیں تھی انتہا
اور غیب پر یقین تو نصیب منتظر ہوا

یہ دیکھئے تو دیکھنے نہ دیکھنے میں فرق ہے
کہ دیکھنا نہ دیکھنا تضادِ غرب و شرق ہے
نہ دیکھ کر جو مان جائے وہ یقین خرق ہے
یہ وہ کرم ہے جس میں ایک منتظر ہی غرق ہے
نظر کے سامنے ہے وہ امامِ حق جہاں رہے
نہیں ہے کوئی فرق وہ عیاں رہے نہاں رہے

اسی سے منتظر کی شان عقل سے بلند ہے
فصیل معرفت تو انہی کے تہہِ کمند ہے
خدا کو ان کا سونا اور جاگنا پسند ہے
اے جعفرؑ ان کی شان پر خرد کی راہ بند ہے

امم ہیں جن کے انبیاء ، یہ اس کے منتظر بنے
ہے جن کا منتظر خدا ، یہ اس کے منتظر بنے

اے کردگار اپنے منتظَرؑ کا منتظِر بنا
اور اصل انتظار کا تو مدعا بھی کر عطا
اور منتظَرؑ کے وصل سے دلوں کو بخش دے ضیا
اور منتظَرؑ کی شان سے ہمیں بھی کر تو آشنا

اور تیرے منتظَرؑ کے منتظر تمام شاد ہوں
ملے مرادِ قلب اور ہمیشہ بامراد ہوں

......☆......

یا مولا کریمؐ

کُشتگانِ اِنتظار

کشتگان انتظار مرحبا صد مرحبا
زیر گیتی بیقرار مرحبا صد مرحبا
لائق صد افتخار مرحبا صد مرحبا
جذبہء حق کا خمار مرحبا صد مرحبا
آپ کے دل کی لگن ایک تعجیل فرج
دل میں صد رشک چمن ایک تعجیل فرج

خاک میں جسم حسیں رونق بازارِ عشق
خاک مس کردہ کفن زر فشاں انبارِ عشق
خلوتِ تربت ہوئی حجلہء انوار عشق
نور کی پنہائیاں نگہت گلزار عشق
شان تربت آپ کی قبہءِ نورانیت
اور یہ میلا سا کفن جبہءِ نورانیت

ہر کفن کی تار تار نور خالق کی کرن
قدس کی چینِ جبیں اس کفن کی ہر شکن
رونمائی کیلئے ادھ کھلے بند کفن
اور یہ چہرے کی ضیا پرتو شاہِ زمن
رخ کی ابدی تازگی چشمہءِ آبِ حیات
منکشف جس کے حضور سینکڑوں رازِ ثبات

رخ پہ یہ تابندگی طغرائے حق کی پھبن
بادلوں کی اوٹ میں چاند کی جیسے کرن
نیم باز آنکھوں کی لو یاسیت پہ خندہ زن
انتظارِ شاہِ حق مردمک کا بانکپن
تربت جنت نشاں موسم باغِ ارم
جس کی سب راہ داریاں زندگی کے پیچ وخم

اور یہ سونے کی ادا زندگانی محو خواب
اور یہ چھاتی کا سکوت پیکر حسن و شباب
اور کفن کی ہر شکن جذبہءِ حق کا جواب
اک حیاتِ جاویداں ساتھ ہی پا در رکاب
ہاتھ میں سمٹی ہوئی ایک تیغِ آبدار
موت پر فاتح ہوا جذبِ اصلِ انتظار

قبر میں شان جلوس ایک یوسف چاہ میں
ڈوب کر نکلے ہو تم منتظرؑ کی چاہ میں
یوں محبت بے قرار چاہِ دل کی تھاہ میں
جیسے چشم موسوی حق کی جلوہ گاہ میں

گہری خاموشی کی تہ زرد چہرے پر عیاں
قلب میں بھی خیمہ زن زندگی کا کارواں

دل کی گہرائی میں تھے کتنے ارماں تہ نشیں
لب پہ تعجیل فرج کار فرما انگبیں
روح میں یادِ خدا لیلیٰءِ محمل نشیں
ذہن میں یوم خروج فرصتِ خلدِ بریں

ہر نظر پاکیزگی ہر تمنا پاکباز
فکر اک گنجِ گراں عقل اک وحدت کا راز

آپ کا طرز عمل جس میں فکر خضروی
سونپ کر سوئے ہو تم جس کو اپنی زندگی
اور نچھاور جس پہ کی تم نے اپنی ہر خوشی
اب عیاں ہونے کو ہے سلطنت اس ذات کی

یہ تمنا آپ کی جلد ہی بر آئے گی
آئیں گے شاہِ مسیح زندگی مل جائے گی

اس خموشی کی قسم چشمِ گریاں کی قسم
قلبِ مضطر کی قسم روئے خنداں کی قسم
آہِ سحری کی قسم چاکِ داماں کی قسم
زردیءِ رخ کی قسم نبضِ جنباں کی قسم

یہ تمہارا مقبرہ صرف مٹی کا نہیں
اس کی مینا کاریاں جن میں حوروں کی جبیں

مُہرِ مِہرِ آفتاب اس پہ ثبت جاویداں
اس کے ہر ذرے پہ ہے مسکراتی کہکشاں
اس کی ہر اک خشت میں قالبِ فطرت کی جاں
اس کی یہ کھلتی فضا عطر کی روحِ رواں

یہ تمہارے مقبرے نازکن فردوس پر
رحمتوں کے آشیاں مقبروں کے بام و در

چل رہا ہے جب تلک یہ زمیں کا فرفرا
ہے یہ الراحیل کی جب تلک بانگ درا
زندگی ہے دہر پر جب تلک نغمہ سرا
جب تلک ہے چرخ پر کہکشانی کوبرا

آپ کا جاہ و حشم دہر کی جاویدیت
آپ کا جسم حسیں مقصد لولاکیت

اے زمینِ مدفنِ منتظر ہوشیار باش
یہ امانت ہیں تری ہو نہ ان کا راز فاش
تیری کوتاہی نہ ہو روئے نازک پر خراش
ہو نہ ان کے خواب میں تجھ سے پیدا ارتعاش
یہ تھکن سے چور ہیں کیونکہ ہیں شب زندہ دار
چین سے سوئیں سدا کشتگان انتظار

اے زمیں محتاط رہ کون ہیں یہ محو خواب
ان کے اک اک بال کا تجھ کو دینا ہے جواب
تجھ سے گر غفلت ہوئی ہو گی تو وقف عذاب
ہر کفن کی تار کا تجھ سے میں لوں گا حساب
ان کی عظمت دیکھ کر ان کو آنکھوں میں سلا
ان ہی کا ممنون ہے تیرا اور میرا خدا

اے زمیں آ جائے نہ جب تلک ربِ زمیں
یہ امانت پال لے تجھ کو رہنا ہے امیں
یہ ہیں رب الارض کے جاں نثارِ بہتریں
اور تیری وجہِ بقا ان کے جسم نازنیں
تو انہیں گودی میں لے با ہزاراں احتیاط
ان کے اوپر تان دے اپنی تو بردِ نشاط

دل یہی ہے منتظر جن کی دھڑکن العجل
جن کے لب پر کھل گئی مثل گلشن العجل
جن کی گریاں چشم کا پاک ساون العجل
جن کی راتوں کیلئے روزِ روشن العجل

سو گئے تربت میں جو اپنی آنکھیں کھول کر
پی گئے جو موت میں زندگی کو گھول کر

کھو نہیں سکتا کبھی منتظر آنکھوں کا نور
ہو نہیں سکتا کبھی بے ثباتی کا صدور
کیونکہ ہے نزدیک تر مولائے کل کا ظہور
عنقریب ہونے کو ہے بَعِثَ مَنْ فِی الْقَبُوْر

از زمیں تا آسماں اک گھٹا چھانے کو ہے
رات اب چھٹنے کو ہے روزِ حق آنے کو ہے

اے امامِ عصر کے جاں نثارو الوداع
اے طرید وقت کے غمگسارو الوداع
اے زمیں کی گود کے چاند تارو الوداع
اے حریم عشق کے راز دارو الوداع

ہم ملیں گے آپ سے حق کے اس تہوار میں
پیش ہوں گے جب کبھی عصر کے دربار میں

گر ہو مقبول نظر میری الفت کا خراج
فکر خستہ کی دعا اور محبت کا خراج
آپ کی خدمت میں ہے اس عقیدت کا خراج
ہدیہ یہ چند حرفِ خام اور مؤدت کا خراج
جعفرؑ خستہ عمل انہی سے منسوب ہے
جو امامؑ عصر ہے آپ کا محبوب ہے

قطعہ

حسینؑ زندگی ہے کائنات زندہ ہے
یہی حیات ہیں ، صوم و صلواۃ زندہ ہے

ہے نوک نیزہ پہ ثابت کیا یہ عالم پر
کہ میں ثبوت ہوں اللہ کی ذات زندہ ہے

......☆......

یامولا کریمؐ

دیدار

ہے وقت سحر ہوتا ہے اعلان یہ ہر جا
کعبے میں پہنچ جائے ہر اک مومن مولا
میں دوڑا تو خود سوئے حرم آن میں پہنچا
حیراں ہے خرد آج ہوا معجزہ کیسا
پیہم حرم کعبہ میں ہے بارشِ انوار
معلوم نہیں کیسی خوشی کا ہے یہ تہوار

وہ دیکھو تو ہے کون کھڑا کعبے کی چھت پر
یہ کوئی نبی ہے یا ولی ہے یا پیمبر
آذاں کی بھی آواز ہے کیا اللہ اکبر
کعبے پہ عیاں ہے گویا توحید کا پیکر
یہ دبدبہ ، یہ رعب ، یہ حشمت ، یہ جلالت
ابرو کے اشارے میں ہے محصور قیامت

ہاں غور سے دیکھوں تو سہی کون حسیں ہے
یہ ساکنِ افلاک ہے یا ربِ زمیں ہے
انساں سے مشابہ تو ہے انساں تو نہیں ہے
خالق ہے یا رُتبے میں یہ خالق کے قریں ہے
مخلوق میں یہ حسن ، یہ اجلال کہاں ہے
اس حسن پہ مخلوق کو خالق کا گماں ہے

وہ حسن کی تعلیلِ حسیں چہرۂ زیبا
اک چاندنی کا ٹھہرا ہوا دودھیا دریا
یا گویا کنول نور کا اک جھیل میں کھلتا
جوبن کی بدریا سے وہ خورشید نکلتا
پیشانی سے پھوٹتی ہوئی مَوْعِدَ ھُمُ الصُّبْح
والیل الٹتی ہوئی مَوْعِدَ ھُمُ الصُّبْح

ہر پہلو میں بالیدہ ہے معیارِ جوانی
یہ پھیلی ہوئی چھاتی یہ کہسارِ جوانی
ڈھلتے ہوئے درپن پہ یہ آثارِ جوانی
یہ جسم کی ہر لوچ سے اظہارِ جوانی
اعضاء کے تناسب سے بدن حسنِ مجسم
آنکھوں میں مسرت ہے تو لب ہائے تبسم

زیبا رخِ روشن پہ ہے بینیءِ منور
دونوں طرف اس کے جو ہیں دو آنکھیں برابر
ہے وسط میں بینی پہ یہ آنکھوں کا ہے منظر
گویا شب معراج کا منظر ہے یہ رخ پر
یہ بینی صفا پردۂ اَسرارِ جلی ہے
اِک آنکھ محمدؐ ہے تو اِک آنکھ علیؑ ہے

آنکھوں کی سپیدی میں یوں پتلی کی ضیا ہے
بحر ابیض میں جوں مقام خضرا ہے
یوں نورِ نظر آنکھ کی پتلی میں چھپا ہے
جیسے نگہِ خلق سے پوشیدہ خدا ہے
پتلی یہ نہیں نورِ اِلٰہی سے بھری ہے
دستارِ رِسالتؐ ہے ، سرِ عرش دھری ہے

اَبرو یہ نہیں ، آبروئے حق کا نشاں ہے
قمقام کا صمصام کا اعجاز یہاں ہے
ابرو یہ نہیں ، سیف اِلٰہی کی زباں ہے
جو عین اِلٰہی کے تحفظ کو عیاں ہے
پیشانی کی ہیبت سے یوں مرعوب قلم ہے
پیشانی قلم کی جو ہے قرطاس پہ خم ہے

چہرہ جو ہے خورشید تو زلفیں ہیں یہ شبگوں
دن رات ہیں یکجا ، میں ذرا جا کے تو دیکھوں
ہے شب بھی سیاہ ، دن بھی چمکتا ہے یہ بیچوں
خورشید پہ مارا ہے گویا رات نے شبخوں
عجلِ فرَجَ کی ہے صدا ہفت فلک پر
ہنستے ہیں ستارے دُرِ دنداں کی چمک پر

یہ قامت بالا ہے تو عارض یہ ہیں ضاحک
وہ قوتِ تنویم نظر ، جرأتِ ناوک
اٹھے بھی نظر گر تو وہ پہنچے نہ قدم تک
تسلیم خرد کرتی ہے جبار بلا شک
اس طرۂ دستار کی کیا شان ہے واللہ
طرہ یہ نہیں گویا ہے شد زبر بر اللہ

پہلو میں جو پر بستہ ہے ، جبریل امیں ہے
یہ محو رکوع عیسیٰءِ افلاک نشیں ہے
یہ تین سو تیرہ کی بھی صف کیسی حسیں ہے
ان میں سے جو ہر فرد ہے خورشید زمیں ہے
توصیف میں ہے عقل ، پہنچ اپنی پہ نازاں
ناداں ہے یہ نازاں ہے ، یہ نازاں ہے یہ ناداں

میں دیکھ رہا ہوں یہ خرد جانے کہاں ہے
ہاں بولوں میں کیسے کہ زباں خود بے زباں ہے
دل پوچھتا ہے کون یہ سلطانؑ زماں ہے
یہ کون ہے ، کیا نام بتاؤں ، کہ عیاں ہے
توشیح مسدس سے ہے مترشح یہ پیہم
یہ مہدیؑ کونین ہے سلطانؑ عوالم

پھر جاء الحق کہہ کے کہا اللہ اکبر
قبضے پہ رکھا ہاتھ لرزنے لگا پیکر
بجلی کی طرح تیغ نکل آئی تڑپ کر
ملکوت کے بھی خوف سے تھرانے لگے پر
اک جھرجھری آئی مجھے میں چونک کے اٹھا
جعفرؔ یہ مرا خواب تھا ، تعبیر ہوئی کیا؟

......☆......

یامولا کریمؐ

اِلتماس

اے دعاؤں کے سمیع اے کہ خداوند ازل
سب کی امید کا مرکز تری درگاہِ اجل
میری پژمردہ نگاہوں میں ہے رحمت کا محل
تیری بخشش ہی سے کھلتے ہیں امیدوں کے کنول
ہم غریبوں کی طرح تجھ سے طلبگار نہیں
تیرے در پاک کے سائل ہیں خریدار نہیں

تیرے آگے ہی دراز ہوتے ہیں یہ دست دعا
تیرے آگے ہی کشادہ ہے یہ دامانِ گدا
چشم امید کا مرکوزِ نظر تو ہے سدا
قلب مضطر کو سکوں بخشتا ہے ذکر ترا
چند آنسو ہی سفارش کیلئے لائے ہیں
ظلم کی دھوپ نے جو درد سے پگھلائے ہیں

آلِؑ اطہار کے آلام پہ دل روتا ہے
اور شب تیرۂِ اسلام پہ دل روتا ہے
حفظِ اسلام کے انجام پہ دل روتا ہے
شام ہوتی ہے تو پھر شام پہ دل روتا ہے
آنکھیں ان درد بھرے اشکوں سے جب اٹتی ہیں
قلبِ حساس کی نازک سی رگیں پھٹتی ہیں

وہ حسیں پھول بہاروں نے جنہیں پالا تھا
جن کو تطہیر نے آغوش میں خود ڈالا تھا
وہ ہر اک پھول تو کعبہ سے بہت بالا تھا
تو ہی ان دونوں کی تقدیس کا رکھوالا تھا
بھیجا کعبہ کی حفاظت پہ ابابیلوں کو
کیوں مسلط کیا ہابیل پہ قابیلوں کو

اور وہ انوارِ مقدس تو ہیں اس شے سے علیٰ
اپنی خواہش سے منزہ تھے ، منزہ ہیں سدا
اور وہ ہر حال رہے تابع مرضاتِ خدا
انتقام ایک طرف دیتے تھے دشمن کو دعا
ان کی وہ شان کے شایاں تھا کیا جو بھی کہیں
اور ترے عدل کا قانون بھی کچھ ہے کہ نہیں؟

اپنے قانونی تقاضوں پہ ذرا کر لے نظر
عدل کرنے میں ہے لازم کہ پس و پیش نہ کر
انتقام ان کا تو لے ، سونت کے تقدیر و قدر
ہو عیاں مقصد حقا کا کلِ اثنا عشر
عزل باطل سے ہو یوں جشن مسرت کا سماں
کرمک نجم سے ہو پھول جھڑی کا ہکشاں

تیرا فرمان ہے جب ہو گا ظہورِ قائم
بَغْتَةً ہو گا دو عالم پہ سرورِ قائم
ہو گی مَوْعُدُ ھُمُ الصُّبْح سحورِ قائم
لَیلَةِ الْوَاحِدَہ میں پھیلے گا نورِ قائم
ہاں اسی شب کو تو مَوعُودُ ھُم الصُّبح بنا
ہو براہیم کا گلزار یہ مومن کی چِتا

ظلم کی کھولتی شب دہر پہ ہے چھا بھی چکی
دین اسلام کی اب آنکھ ہے کجلا بھی چکی
اب مسرت کو ہے اک موت کی نیند آ بھی چکی
طولِ غیبت سے شریعت تو ہے مرجھا بھی چکی
جس نے نعمات سے عالم کو نوازا ہر دم
عین مظلومی کی حالت میں ہے روتا پیہم

جس کو جو کچھ ہے ملا ، صدقہءِ قائمؑ سے ملا
اتنے نعمات کا امت نے دیا ہے یہ صلہ
اپنے محسن پہ ستم ڈھانے پہ سب صرف کیا
بہہ رہی ہے اسی انداز سے الٹی گنگا
اے خدا اب نہ بڑھا ظلم کو ، تو مہلت سے
سلب کر لے سبھی نعمات لعیں امت سے

آل اطہارؑ کے غم سہنے میں تھا راز یہی
ظاہر و نافذ ہو عالم پہ وہ آئین جلی
اور عبادات کا مرکوز ہو ربِ ازلی
اب تو مخلوق پہ حجت ہے تمام ہو بھی چکی
عذر اب باقی زمانے کا نہیں کوئی رہا
جلد کر عالم امکان میں اک حشر بپا

رب العزت تجھے مولاؑ کی گزارش کی قسم
حق میں شیعوں کے جو کی تجھ سے ، سفارش کی قسم
زیر خنجر ہمیں شیعوں کی سپارش کی قسم
سنگ زادوں کی وہ اس تیروں کی بارش کی قسم
آج شبیرؑ کے ہم شیعوں پہ بن آئی ہے
خستہ و چاک مری بردِ شکیبائی ہے

جس پہ قائم ہے جہاں ، وہ ہے امید قائمؑ
اے خداوند دکھا جلد وہ عید قائمؑ
لائے خورشید جہاں تاب نوید قائمؑ
اور ہو ظالم پہ عیاں روزِ وعید قائمؑ
شیعہ اب پنجہءِ ظلمت میں پھنسے جاتے ہیں
دنیا و عقبیٰ سے محروم ہوئے جاتے ہیں

بھیج اس کو جو ترا غیب ہے سلطانِ ہدیٰ
ظلمتوں کے جو سمندر میں ہے اک شمس ضحیٰ
علم و عرفان کی جو اصل ہے بارِیدہ گھٹا
سقف مرفوع ہے انساں کیلئے بہر خدا
زندگی موت کے جبڑوں میں چبی جاتی ہے
روشنی ظلمتوں کے ٹھٹھ میں دبی جاتی ہے

اب شب فسق نے عالم کو ہے پھر ڈھانپ لیا
زد میں طاغوتی ہواؤں کے ہے اب حق کا دیا
کفر ہر روز کوئی ظلم دکھاتا ہے نیا
ظلم کے تیز تھپیڑوں میں ہے دیں ڈول رہا
دیں کے پودوں سے یہ شادابی ہے نوچی جاتی
حق کی گردن ہے یدِ غم سے دبوچی جاتی

اب ضرورت ہے کہ تقدیسِ امم ظاہر ہوں
مطلعِ دہر پہ اب ابر کرم ظاہر ہوں
شمسِ دیں ، قاطعِ آلامِ ظُلم ظاہر ہوں
روحِ لولاک پہ لہراتے علم ظاہر ہوں
چشم ہستی ہنسے ، مخمور شرابی ہو کر
ڈورے خوشیوں کے چمک جائیں گلابی ہو کر

شجر عُزیٰ کے پجاری ہوں تہہ تیغ الم
اور ہوں لاہوت کی منزل پہ محبوں کے قدم
عالم افروز ہو عالم پہ ، شہنشاہِ امم
اور ہو جعفرؑ کی دعاؤں پہ اجابت کا کرم
اب عزازیل کے چیلوں کو کرم بھوگ ملے
قلب اعدائے ملاعیں کو سدا روگ ملے

......☆......

یامولا کریمؐ

وجودِ ہادیؐ

علیہ الصلوات والسلام

ہر چیز میں لازم ہے کوئی ہادی و راہبر
جیسے تن انسان میں ہے قلب مقرر
ہر گام پہ کرتا ہے ہدایت جو برابر
کرتا ہے یہ سامان ہدیٰ خالقِ اکبر
ہر ملک میں لازم ہے کہ کوئی راہنما ہو
انساں کے تحفظ کیلئے ظل خدا ہو

اس مملکت دنیا کا انداز ہے کچھ اور
ہے مادہ پرستی کے پڑاؤ میں پڑا دور
عصیان کے شعلوں میں بشر گھرتا ہے فی الفور
خالق نے بھی انساں کو بچانا تھا بہر طور
ہر قوم میں اک ہادی کا فرمان سنایا
ہر دور میں اک ہادی دیں اپنا بنایا

ہادی بھی تو ایسا کہ جو توحید نما ہو
اور حاضر و ناظر ہو ، زمانے کی بقا ہو
تکلیف میں انساں کی ، جو دارُو ہو شفا ہو
شیطاں ہو غوی جس جا ، وہاں وہ بھی ہدیٰ ہو
توحید نما جو کہ بصیر اور سمیع ہو
خالق کا جو کہ مرکز اوصافِ جمیع ہو

ہاں حضرت ابلیس کا قائل ہے زمانہ
قرآن میں بھی لکھا ہے خود اس کا فسانہ
وہ دشمن انسان ہے ، عصیاں کا خزانہ
کرتا ہے کھلم کھلا وہ گمراہ بہ بہانہ
دعویٰ تھا کیا اس نے یہ دربارِ جلی میں
بہکاؤں گا انسان کو اندازِ خفی میں

جو لوگ سمجھتے ہیں تجھے ملجا و ماویٰ
بندے وہ ترے خاص ہیں بس ان کے علاوہ
انسان پہ بولوں گا میں عصیان کا دھاوا
رگ رگ میں سمو دوں گا میں گمراہی کا لاوا
انساں کے ایاغوں میں لہو بن چلوں گا
اور چاروں ہی اطراف سے میں حملہ کروں گا

ارشاد ہوا جاؤ تجھے دی ہے اجازت
تا وقت معین ہے عطا کی تجھے مہلت
آدم کی اس اولاد کو بہکا تو بہ شدت
اموال میں اولاد میں بھی کر لے تو شرکت
لیکن یہ حقیقت ہے جو انساں کا خدا ہے
شیطان کو مہلت بھی تو خود اس کی عطا ہے

خالق کا عطا کرنا وہ ابلیس کو مہلت
مخلوق کو پھر رکھنا وہ محروم ہدایت
مخلوق پہ مترادف ظلم ہے یہ حقیقت
شیطان تو موجود ہے مجبور ہے خلقت
ہادی کے بغیر عالم مخلوق خدا ہے
مترادف تظلیم نہیں ہے تو یہ کیا ہے

ہے اس لئے عقلاً بھی ضروری یہ جہاں پر
جب تک ہے وجودِ شرِ ابلیس گماں پر
موجود سدا ہادی رہے کون و مکاں پر
انساں کو لپکنے دے نہ جو نخل زیاں پر
بھٹکائے جو ابلیس ، ہدایت کرے ہادی
اغوا کرے ابلیس ، حفاظت کرے ہادی

جب تک کہ ہے موجود یہ گمراہ کنندہ
انسان کی گردن میں ہے ابلیس کا پھندہ
تخلیق میں کمزور ہے پیدا ہوا بندہ
بہکانا شب و روز ہے ابلیس کا دھندہ
گر ہادیءِ مطلق نہ ہدایت پہ ہو مامور
انساں تو گناہ کرنے پہ ہو جائے گا مجبور

اس شکل میں عصیاں پہ تو مجبور ہے خلقت
مجبور ہے خلقت کہ نہیں کوئی ہدایت
پھر کیسی جزا کیسی سزا کیسی قیامت
بیکار رہی دوزخ و جنت کی حقیقت
لیکن یہ حقیقت ہے کہ منان ہے رحمان
وہ چاہتا ہے بھٹکیں نہ مجبور سے انسان

لیکن جو بشر خود بھی ہو محتاجِ ہدایت
ہرگز نہیں ہو سکتا وہ ہادی بہ حقیقت
ہو سکتا ہے ہادی وہ جو ہو مبدءِ رحمت
اور جس کے سرشتن میں ہدایت ہو بہ فطرت
جس ہادی کی خود طاعت مطلق کا ہو فرماں
جو شکل میں مخلوق ہو ، اظہار میں یزداں

شیطان تو دنیا میں ہر اک جا پہ ہے حاضر
انسان مگر دیکھنے سے اس کے ہے قاصر
بھٹکاتا ہے ، لیکن ہے مرئیات سے باہر
پوشیدگی میں ہادی بھی انساں کا ہے ناصر
جس طور سے بہکاتا ہے انساں کو وہ چھپ کر
غیبت میں بھی ہادی یوں ہدایت کا ہے مصدر

ہادی تو ہے غیبت میں بھی کر سکتا ہدایت
اس نور سے لرزیدہ ہے ابلیس کی ظلمت
اک کفر کا داعی ہے ، تو اک داعیِ قدرت
ہے قوتِ ہادی بھی تو توحید کی قوت
یَھْدِاللّٰہ کا جس شخص پہ ہوتا ہے ارادہ
ابلیس کا پڑتا نہیں گردن میں کلادہ

تخلیق عوالم سے یہ قانون خدا ہے
حجت سے جہاں خالی نہیں ہے نہ رہا ہے
ہر قوم میں اک ہادی ہے قرآں میں لکھا ہے
اجرائے ہدایت سدا خالق سے ہوا ہے
فرمایا نبیؐ کو بھی بشیراً و نذیرا
وافر ہے جہاں کیلئے رحمت کا ذخیرہ

ثقلین کا امت کو ہے فرمانِ رسالت
دو چیزیں گراں مایہ ہیں سن لو میری امت
ہے ایک کتاب اللہ ، تو ہے دوسری عترت
ان سے ہی تمسک رکھو اے اہل شریعت
اک دوسرے سے ہوں گے نہ اک پل کو جدا یہ
کوثر پہ مجھے پائیں گے خود روزِ جزا یہ

ہے آج کتاب اللہ تو موجود جہاں میں
ہر فرد اسے جانتا ہے کون و مکاں میں
اور امت مسلم کے زباں زد ہے بیاں میں
اور ترجمہ موجود ہے ہر ایک زباں میں
عترت سے بظاہر کوئی موجود نہیں فرد
قرآن سے یکجاں ہو ، مجاہد ہو جواں مرد

عترت سے کوئی لازمی موجود تو ہو گا
سروؐر کے اسی قول سے مقصود تو ہو گا
اک ہادیِ کل ، مظہر معبود تو ہو گا
جس کی یہ شہادت ہے وہ مشہود تو ہو گا
قرآن ہے موجود اگر تا بہ قیامت
ہو گا کوئی موجود گراں مایۂ عترت

بارہ میرے نائب ہیں یہ سرورؐ کا ہے ارشاد
طرفین نے لکھا ہے یہ فرمان بہ اسناد
ہر جا پہ مگر قید میں بارہ کی ہے تعداد
مسند پہ نبی کے تو کئی بیٹھے ہیں افراد
ہر مکتبۂ فکر کے بیسوں خلفا ہیں
تعداد میں گننے سے جو بارہ سے سوا ہیں

ہاں مذہب شیعہ ہی میں اک اثنا عشر ہیں
اول ہیں علیؑ علم الٰہی کے جو در ہیں
اور بارہویں وہ محسن تخلیق بشر ہیں
وہ مہدیؑ و حجت ہیں ، جو اوجھل بہ نظر ہیں
اسلام کی دنیا کے وہی وجہِ بقا ہیں
گو پردۂ غیبت میں ہیں ، مامور ہدیٰ ہیں

شیعوں کو تو تسلیم ہے سرکارؑ کی غیبت
غائب ہیں وہ خضر عیسیٰ و الیاس کی صورت
اتنا تو سمجھتے ہیں سبھی حامل سنت
دنیا میں اسی ذات کی ہونا ہے وِلادت
چالیس برس کہتے ہیں غیبت میں رہیں گے
چالیس برس بعد خروج اپنا کریں گے

چالیس برس ہی کی یہ غیبت کے ہیں قائل
سرکارؐ کے ہر فرقہ نے لکھے ہیں فضائل
حل ہوتے ہیں اس بات سے اب سارے مسائل
اس ذات کے ہیں ، ان کی کتابوں میں شمائل
یہ قول ہیں سچ مانتے یَـنْطِق کے امیں کا
کافر ہے جو منکر ہے وجودِ شہؑ دیں کا

گو شمس ہدیٰ غیب کے پردے میں ہے پنہاں
پر نورِ خداوندی کی کرنوں کی ہے باراں
مرکوز ہر اس دل پہ ہیں ، وہ ماہِ درخشاں
جو قلب کے ایمان کی راحت کے ہیں خواہاں
ابلیس کی تخریب سے بچ جاتے ہیں وہ دِل
آغوشِ تقدس میں سکوں پاتے ہیں وہ دِل

مَنْ مَّاتَ کی اس نص میں ہے اس بات کا اظہار
جو وقت کے ہادی کے معارف سے ہے بیزار
موت اس کی جہاں پر ہے جہالت کی سزاوار
قرآن میں بھی کہتا ہے خود قادر و جبار
جب یوم ندا آئے گا اٹھیں گے یہ سارے
ہادی ہی کے سب نام سے جائیں گے پکارے

جو عصر کے ہادی کو نہ پہچانتا ہو گا
اور مہدیؑ دوراں کو نہیں جانتا ہو گا
خالق کو بھی گو رب جہاں مانتا ہو گا
خلاق کو رزاق بھی گردانتا ہو گا
وہ اَعمیٰ کا مصداق ہے اندھا ہی اٹھے گا
فردوس کی خوشبو کو بھی وہ پا نہ سکے گا

من جانب توحید اے سلطاںؑ! تو مدد کر
اے ہادیِ کل ، مہدیؑ دوراں تو مدد کر
جاتا ہے سوئے نار یہ انساں تو مدد کر
جعفرؔ تو ہے غلطیدہ بہ عصیاں تو مدد کر
جعفرؔ کو بچا لے کہ تو عالم کا ممد ہے
میرا دلِ ناپاک گناہوں پہ بضد ہے

شیطان کی اولاد نے ہیں جال بچھائے
مسجودِ ملائک پہ ہیں عصیاں کے سائے
خواہاں ہے یہ شیطان بشر بچنے نہ پائے
آدم سے ہزیمت کا وہ بدلہ تو چکائے
یا تو نہ تھا ملکوت کا مسجود بنانا
ورنہ مجھے ابلیس کے ہاتھوں سے بچانا

یامولا کریمؐ

جزائرِ خضریٰ

جو کھولی دارالسلام میں نے بلاد خضرا پہ آنکھ ٹھہری
فضا مقدس، حسیں مناظر، ہوا معطر، سماں سنہری
وہ میٹھے میٹھے معین چشمے اور اس میں جھیلیں وہ گہری گہری
وہ سرمئی بادلوں کے جھرمٹ کھلی ہوئی وہ فضائے شہری
پھر ابن فاضل کو ساتھ لے کر سفر کا میں نے کیا ارادہ
تصوروں کی حسین کشتی میں ہم رواں تھے بطرزِ سادہ

رواں تھی موجوں کے دوش پر وہ ہماری ناؤ عجب سماں تھا
وہ ناخدا اپنا عشق محکم ، تو جذبِ الفت کا بادباں تھا
وفا نے پتوار کو سنبھالا کہ شوق ہی میر کارواں تھا
زباں پہ نعرہ تھا العجل کا ، جھکا ہوا ہم پہ آسماں تھا
سیاہ سمندر کی تلخ موجوں سے کھیلتی جا رہی تھی نیّا
بڑے سکوں سے تھے دو مسافر کہ دست قدرت ہی تھا کھویّا

گذر گئے سولہ دن سفر میں تو دیکھا پھر اک عجیب منظر
وہ بحر ابیض سفید پانی کہ جیسے سیماب کا سمندر
وہ دودھیا دودھیا سی لہریں وہ ماہتابی میں غرق یکسر
ہر ایک سیلی تھی جل پری جو تھی چاندنی میں چلی نہا کر
تھی ذائقہ میں تو انگبینی وہ رنگ اس کا لبن نما تھا
کہ جس کی ہر بوند میں بقا تھی ، بقائے آبِ بقا بنا تھا

وہ پاک خضرا کی سر زمیں کا حصار محکم سفید پانی
برائے اعدا عذابِ قدرت وہ سرسرِ موت کی روانی
مزہ تھا اس میں فرات جیسا حیات اس میں تھی جاویدانی
نہا کے مہتاب اس سے نکلے روپہلی کرنوں کی وہ جوانی
یوں دھیرے دھیرے رواں تھی ناؤ کہ نکلا خورشید جگمگا کر
اٹھیں جو نظریں تو پاک خضرا کو دیکھا اپنی جبیں جھکا کر

تھا سامنے اک حسین ساحل جو حسن عالم کی جلوہ گاہ تھا
کہ جس کی آغوش میں سکوں تھا ادب کے مرکز کی جو نگاہ تھا
جزیرۂ پاک دین حق کی بقا کا اک دامن پناہ تھا
سنہری سپنوں کی ایک جنت بشر کے معراج کی وہ راہ تھا
ہماری کشتی نے با ادب ہو کے اس کے دامانِ حق کو چوما
تھا شور موجوں کا اک ترنم کہ جس پہ دل بھی دھڑک کے جھوما

ہم اپنی کشتی سے نیچے اترے کہ دیکھیں اس کو ہم آگے بڑھ کر
تھا اک تراشیدہ کوہ مرمر کہ جس کی چوٹی کے عین اوپر
تھا سات قلعوں کا اک تسلسل وہ کوہ تھا کوہِ سنگ مرمر
وہ ماربل کی شفاف اینٹوں پہ جچتی یاقوت کی وہ جھالر
زمردیں اس کے بام و در تھے گیاہ کے قالین سبزی مائل
ہر اک روش پر گداز سبزہ اور اس پہ کمخواب کے شمائل

وہ سنگ مرمر کی ہر عمارت کہ جس سے خیرہ تھی چشم ہستی
وہ سارے بازار جگمگاتے نہ آشنائے بلندی پستی
وہ رونقوں سے عجب بہاراں فضائے عالم پہ ایک مستی
اور ان میں لوگوں کا اک سمندر اور ان پہ تقدیس سی برستی
شفاف سڑکوں کے گرد اشجار ان پہ اثمار لہلہاتے
پرندے ان پر حسیں فرشتے اور العجل کی صدا لگاتے

وہاں کے افراد خوش سیئر اور خوبصورت کہ دلنشیں تھے
قدیں جوانی کا اک فوارہ لباس پھبتے کہ وہ حسیں تھے
عبادتوں کے نشاں جبیں پر دمکتے چہرے کہ مہ جبیں تھے
وہ شان ورفعت میں اک تقدس بڑے امیں تھے کہ پاک بیں تھے
دے ان کے اوضاع کو دیکھ کر آپ خوش خیالی کی داد عالم
وہ ربط و الفت کہ دیکھ کر جس کو کہہ اٹھے زندہ باد عالم

اور سامنے دیکھی ایک مسجد جو جامعِ مسجدِ جمیع تھی
وہ اس کے مینار اونچے اونچے بڑی کشادہ بڑی وسیع تھی
اور اس کے گنبد تو اخضری تھے کلس کی عظمت بڑی رفیع تھی
تھی شان فنکار کا نمونہ ہزاروں لوگوں کی مستطیع تھی
منقش اور زر نگار گنبد ستوں جواہر نگار اس کے
کواڑ زریں و احمریں تھے وہ بام و در یادگار اس کے

اور اس میں لوگوں کا اک سمندر تھا موجزن پر بڑا سکوں تھا
اور آگے منبر سجا ہوا تھا کہ حسن بھی جس پہ سرنگوں تھا
اور ایک شہزادۂ بہاراں خطاب کرنے میں محو یوں تھا
تھا علم و عرفاں کا ایک چشمہ اور اس کا ہر لفظ اک فسوں تھا
سراپا عظمت تھی ، آدمیت کے پیراہن میں یہ تھا ہویدا
وہ سیدالشمّس دیں محمدؐ کہ روحِ فطرت تھی ان پہ شیدا

ہوئے جو حاضر ہم ان کی مجلس میں پیش آئے ملاطفت سے
سفر کی زحمت کا حال پوچھا تھے پورے دانندہ مصلحت سے
نوازش اور مہربان لہجے میں ہم سے فرمایا تمکنت سے
تمہارے آنے کا تم سے پہلے تھا کہہ دیا ساری مملکت سے
اور جاؤ مسجد کے ایک حجرے کو اپنی آرام گاہ بنا لو
تھکان تم پر ہوئی ہے غالب وَنومَکُم سے تھکن نکالو

ہوا جو واں پہلا جمعہ وارد تھی چھا گئی ہر طرف عبادت
صدائے آذان پر سب آئے جمع ہوئے سب ہوئی اقامت
نمازِ جمعہ کی دو رکعتوں پہ قصد واجب پہ باندھی نیت
ہر اک نمازی کی سجدہ گاہ پر انڈیل دی تھی خدا نے رحمت
کی آغا سید نے خود امامت صدائے تکبیر کیا عجب تھی
خشوع سے ہر دل دھڑک رہا تھا صدا کی تاثیر کیا عجب تھی

نماز ان کی عظیم تر تھی کہ اس سے عرفانِ حق طلوع تھا
قیام ان کا بڑا حسیں تھا ، سراپا عصمت مگر رکوع تھا
سجود میں بندگی کی حد تھی ، صدائے ربی میں کیا خشوع تھا
قنوت میں اَلّٰھُمَّ کُنْ تھی، برستی آنکھوں میں کیا خضوع تھا
وہ روحِ عشق امامِ آخر عبادتوں میں مچل رہی تھی
تھا جذبۂ انتظار جس میں سلگ کے ہر آہ نکل رہی تھی

کی عرض ہم نے اے آغا سید یہ نیت قصد واجبی تھی
کہا کہ شرطِ وجوب موجود تھا ہاں نیت مری یہی تھی
کی عرض ہم نے کہ کیا وہاں ذاتِ صاحبؑ الامر آ چکی تھی
کہا نہیں وہ نہیں تھے آئے حقیقت اس میں چھپی ہوئی تھی
امامِ حق کے ہی امر سے ان کا میں بھی ہوں ایک خاص نائب
نیابت اپنی ہے سونپی مجھ کو ، کہیں جسے مظہر العجائب

یہ پوچھا ہم نے کبھی زیارت امامِ حق کی بھی تم نے کی ہے
کہا کہ میرے پدر تھے کہتے کہ میں نے ان کی صدا سنی ہے
اور جد اعلیٰ تو تھے مشرف کہ یہ سعادت انہیں ملی ہے
خدائے عالم کی یہ عطا ہے جسے ملے مستحق وہی ہے
جنہیں میسر ہیں یہ معارج اسی نے تفویض کر دیئے ہیں
بقدرِ ظرف اس کی مصلحت نے یہ عہدے سب کو عطا کیئے ہیں

ہے بعض کو انبیا بنایا ، ہے بعض کو اوصیا بنایا
کسی کو حجت قرار دے کر جہاں کا راہِ ہدیٰ بنایا
خدا نے خود بین خلق و خالق انہی کو ہے راستا بنایا
زمیں نہ حجت سے خالی رکھی دلیل ہی کو بقا بنایا
ہلاکتِ ہالکان دنیا میں ہو اگر تو دلیل پر ہو
نجاتِ کل ناجیان دنیا میں ہو اگر تو دلیل پر ہو

ہے حجت کبریا کے نائب پہ ناگزیر ان کا حق جتائیں
کرم امامِ زماں کا پیہم عوام میں جو بہ حفظ لائیں
سفیر ہوں اور جو واسطہ ہوں فرائض انساں کو جو بتائیں
مگر وہ نائب ہے شاہِ حق کا امامِ حق جس کو خود بنائیں
رہے نہ قائم یہ دور گردش اگر نہ محور ہوں خاص نائب
یہ خلق ساری تباہ ہوتی ، مٹا کے رکھ دیتے یہ مصائب

اور دوسرے دن عجیب موسم تھا اور ہر طرف تھا سماں سہانا
چمک رہا تھا دمکتا سورج عیاں تھا کرنوں کا آشیانہ
کریم سید تو چاہتے تھے وہ اپنے گلشن ہمیں دکھانا
ہمارے ہاتھوں میں ہاتھ دے کر میانِ گلشن ہوئے روانہ
ہر ایک پودا سروں پہ گل کا کلاہ رکھے کھڑا ہوا تھا
تمام ذرات کی انگوٹھی میں ایک ہیرا جڑا ہوا تھا

حسین نہروں میں ایک کندن سی دھوپ اٹھلا کے بہہ رہی تھی
یا نور سحری کی آبشاروں سے صبح شرما کے بہہ رہی تھی
یا چاندنی کی تھی ماہتابی جو رنگ بدلا کے بہہ رہی تھی
یا آبِ در نجف کی برفانیت تھی پگھلا کے بہہ رہی تھی
اور اس میں چینچل سی شوخ لہروں کا کسمسا کر لچک کے بہنا
کبھی کناروں کو چھیڑ دینا کبھی ہوا سے جھجک کے بہنا

حسین مناظر سے لطف لیتے یوں جا رہے تھے برنگ مستی
ملا پھر ایک آدمی کہ جس کے تھی رو سے تقدیس سی برستی
پشم کی دو چادریں تھا اوڑھے کہ جن سے تھی حبِ زر شکستی
کیا سلام اس نے جھک کے ہم کو تھی نرم لہجے میں حق پرستی
یہ ہم نے پوچھا اے آغا سید یہ کون ہے ذیوقار انساں
کہ زہد کی زر سے یہ غنی ہے بلندیوں کا معیار انساں

انہوں نے فرمایا دیکھو اس سمت سامنے ہے جو کوہ احمر
بلند و بالا جو سر اٹھائے کھڑا ہے وسط چمن میں تن کر
ہے وسط میں اس کے ایک چشمہ کہ جس کا پانی بھی ہے معطر
اور اس کے پہلو میں ایک قبہءِ نور ہے رازِ حق کا مظہر
گھنے درختوں کی لمبی شاخوں نے اس کو ہے ہر طرف سے گھیرا
یہ آدمی ہے اسی کا خادم ، ہے اس پہاڑی پہ اس کا ڈیرا

بروز جمعہ تو صبح کو میں ہوں پڑھنے جاتا وہاں زیارت
زیارت شاہِ دین پڑھ کر نماز پڑھتا ہوں دو رکعت
وہاں سے ملتا ہے اک صحیفہ ، ہے جس سے ہوتی مجھے ہدایت
تمام حالات ہفتہ بھر کے نوشتہ کرتی ہے خود امامت
پہاڑ پر تم ضرور جانا ، تجھے ہے ماذون اس پہ چڑھنا
زیارتِ شاہِ دین پڑھ کر تو دو رکعت نماز پڑھنا

سویرے اٹھ کر عبور کرتے تمام باغات کو ہم آئے
وہ کوہِ احمر کہ جس کے دامن میں تھے چھپے راحتوں کے سائے
پھر اس پہ چڑھ کر جو ہم نے دیکھا نظر کہیں نہ قرار پائے
گھنے درختوں کی ٹھنڈی چھاؤں میں تھے خموشی نے پر بچھائے
اور وسط میں اک حسین چشمہ جو لمبی شاخوں نے ڈھک لیا تھا
اور اک شجر اس پہ یوں جھکا تھا کہ پر فشاں اک ملک کھڑا تھا

اور اس کے جھرنے کی کیا صدا تھی کہ حور لوری سی گا رہی تھی
ہوا کے جھونکوں کی تیز نظریں ہر ایک ٹہنی لجا رہی تھی
چلے تھے رومانِ چین و راحت نظر ہر اک شئے چرا رہی تھی
وہ سبزہ کہ اک عروسِ ہریالی بال کھولے نہا رہی تھی
سدا وہ شاداب ہو نہ کیوں کر پلیں جو آبِ حیات پی کر
خزاں پہ ہنستے تھے ، موت کو بھی چڑا رہے تھے ہمیشہ جی کر

اور اس پہاڑی پہ کھڑ کے دیکھا تو باغ کچھ یوں سجا ہوا تھا
گھنے درختوں کی ان قطاروں میں ربط گویا بڑھا ہوا تھا
اور ان میں الفاظ کی سی بندش کہ اک صحیفہ کھلا ہوا تھا
حسیں درختوں کے ربط سے گویا ایک قرآں لکھا ہوا تھا
زِ بائے بسم اللہ تا بہ والناس ، سارے میدان پر عیاں تھا
اور اس نوشتن میں ایک گلزارِ خطی صاف کا سماں تھا

وہ بالا قبہ کہ بام و در سے برس رہی تھی عجیب صولت
خموشیوں نے تھا سر جھکایا کہ تھی مسلط خرد پہ ہیبت
نماز ہم نے وہاں ادا کی ، شہؐ زمن کی پڑھی زیارت
اور اس کے گنبد کی شان پر تو نثار ہوتی تھی ہفت جنت
وہ قبہ گویا بڑا سا موتی تھا جو تراشیدہ مثل گنبد
وہ سرخ کندن سی ماہتابی کہ جو تھی تابندہ مثل گنبد

پھر آ کے خدام سے ملے ہم یہ پوچھا ہم نے اے پاک انساں
تمہارے سجدے میں خم ہیں قدسی ، تمہیں ہو معراجِ علم و عرفاں
حضور میں سے کسی نے کی ہے زیارتِ تاجدارِ امکاں
وہ ہنس کے بولے ارے برادر زیارت ان کی نہیں ہے آساں
ہمیں تو اس باب میں کسی سے بھی گفتگو کی نہیں اجازت
یہ راز وہ ہے کہ عقل انساں نہ درک میں پا سکے حقیقت

اور آخری بار ہم نے پوچھا جو سید شمس کے نسب کا
انہوں نے فرمایا پانچویں پشت میں ہے بیٹا زمیں کے رب کا
اور صاحب الامران کے جد ہیں یہ ہے خلف خود شہِ عرب کا
انہیں کی پشتوں میں آ رہا ہے یہ عہدہ نواب منتخب کا
یہ ذی حشم ذی وقار سید ہی ارض خضرا کے حکمراں ہیں
ہیں خلفِ صالح امامِ حق کے رموزِ قائمؑ کے رازداں ہیں

وہیں پہ تھے ہم کو نیمہءِ مہ کا جمعہ آیا بہار بن کر
نماز پڑھ لی تو بابِ مسجد پہ شور گونجا برنگِ لشکر
جو پوچھا ہم نے ہے شور کیسا تو آغا سید یہ بولے ہنس کر
اسی علاقے کے امراء کا ہے ایک لشکر تیار یکسر
ہے ان کا دستور چڑھ کے گھوڑوں پہ کرتے ہیں انتظار اس دن
یہ انتظارِ فرج پہ آتے ہیں ہو کے سارے تیار اس دن

ہم ہو کے ماذون باہر آئے تو دیکھا لشکر کھڑا ہوا ہے
سوار سارے سلاح لگائے تھے ان میں اک حشر سا بپا ہے
تھے لاکھوں پیدل کثیر مجمع کہ جس سے میداں بھرا ہوا ہے
زباں پہ نعرے ہیں العجل کے دعائے تعجیل کی صدا ہے
اور تین سو تیرہ امراء تھے نشانِ غزوہءِ بدر تھے وہ
اَلَیسَ الصُّبْحُ پکارتے تھے کہ ساکنِ لیل قدر تھے وہ

کی عرض آقا کہ ہو گا کب یہ خروجِ سلطانِ دیں جہاں میں
انہوں نے فرمایا وقت اس کا نہیں ہے انسان کے گماں میں
علائم اس کے ضرور ہوں گے عیاں نوشتہءِ کن فکاں میں
صدائیں تین آسماں سے گونجیں گی ، اس زمانے کے سائباں میں
یہ پہلی آواز ہو گی جاگو ہے دن قیامت کا سر پہ آیا
دگر صدا ہو گی لعنت اس پر کہ آلؑ پر جس نے ظلم ڈھایا

اور آخری بار قرصِ خورشید سے عیاں ہو گا نورِ قدرت
زمانہ دیکھے گا اس حسیں کو بشر نما ہو گی جس کی صورت
صدائے آخر ہے جاگو لوگو مٹی ہے باطل کی آج ظلمت
خروجِ قائم ہوا ہے عالم پہ ختم ہے آج طولِ غیبت
اور ذوالفقارِ جنابِ حیدرؑ کرے گی عرض آقائے ہدیٰ کو
اٹھو اے آقا کرو تہہ تیغ آج ہر دشمن خدا کو

یہ پوچھا ہم نے کہ سیدی کیا دیا تھا یہ شاہِ حق نے فرماں
مری زیارت کا جو کہے ، وہ ہے کذب کرتا ، ہے جھوٹا انساں
کہا کہ فرمایا تھا انہوں نے مگر تھا اس میں یہ راز پنہاں
یہ مصلحت تھی جو اس میں مضمر کہ مومنوں کو تھا خطرۂ جاں
وگرنہ پردہ ہے دشمنوں سے ، یہ دوستوں سے نہیں ہے پردہ
نہیں زیارت سے جو مشرف نہیں وہ مومن بہ حال و فردہ

وہ دور باطل تھا ظلم چھایا ، تھا اہل ایماں کو سخت خطرہ
عباسیوں کی تھی راجدھانی تھا اہل عرفاں کو سخت خطرہ
جو دیکھنے کا تھا دعویٰ کرتا ، تھا اس ہی کی جاں کو سخت خطرہ
اور کفر کے ہاتھ بڑھ چکے تھے ، تھا دین و ایماں کو سخت خطرہ
ہاں اب تو کوئی خطر نہیں ہے کہ رقص فرما ہے شادمانی
ہیں شہر آباد ان کے بیٹوں کے اور امنگوں پہ ہے جوانی

کئی جزائر ہیں صاحب الناحیہ کے بیٹے ہی حکمراں ہیں
مبارکہ میں ہے پاک طاہرؑ جو ظاہرہ ہی میں ضو فشاں ہیں
اور عبد رحماں ظلوم میں ہیں جو پر مسرت ہیں شادماں ہیں
اور ہیں براہیم صافیہ میں کہ جن کے دیہات زعفراں ہیں
اور ہیں عناطیس میں تو ہاشمؑ ، ہے جن کی عظمت کا بول بالا
یہ ملک پسرانِ شاہِ دیں ہیں ، ہے نظم جن کا بہت نرالا

کی عرض ہم نے یہ چاہتے ہیں یہیں گزاریں حیات ساری
خروج تک ہم یہیں رہیں اور نشہ سا تعجیل کا ہے طاری
مزہ یہاں انتظار کا ہے عطا ہوا کیف آہ و زاری
کہا انہوں نے تمہارے بارے میں مل چکا ہے یہ حکم باری
مراجعت کے تمہارے احکام آ چکے ہیں کہ لوٹ جاؤ
یہاں پہ رہنا ہے نا مناسب ، جہاں کو یہ داستاں سناؤ

یہ حکم سن کر بصد اداسی بصد الم ہم ہوئے روانہ
تھے پاؤں بوجھل ، بجھا ہوا دل ، فراقِ شہر شہؑ زمانہ
اور آخری بار شہر حق پر نگاہ کی ہم نے طائرانہ
تڑپ کے آنسو مژہ پہ آئے نگہ کے سجدے تھے عاشقانہ
دعا کا دامن دراز کر کے وہاں یہ جعفرؔ نے کی دعائیں
یہ ملک مولاؑ سدا سلامت حقیقی خوشیوں کی ہوں گھٹائیں

......☆......

یامولا کریمؐ

تعجیل فرج

بسم اللہ سے ہر آن دعا اپنی شروع کر
پھر والیٔؐ خضرا سے بصد صدق رجوع کر
عرفان کا خورشید مرے دل میں طلوع کر
یہ عرض شہِؐ دیں سے بصد عجز و خشوع کر
اک سانس کا گر شکر کریں اے شہؐ امکاں
ممکن نہیں تا حشر بھی پورا کرے انساں

یا شاہِ جہاں آپ سنیں عرض ہمارا
کوئی نہیں اے بحر کرم تیرا کنارا
ہر قلب شکستہ کو ہے اک تیرا سہارا
ہر چیز پہ رہتا ہے کرم آپ کا نیارا
ہر ٹوٹے ہوئے دل کی یہ فریاد ہے مولا
اب مونس تنہائی تری یاد ہے مولا

ہیں ظالم و بے دین بنے دین کے والی
انصاف سے معمورۂ عالم ہوا خالی
ہوتی ہے یہاں ظلم کی ہر صبح نرالی
ہیں رنج و مصیبت میں گھرے تیرے موالی
یہ دنیا تو ہر ظالم و کذاب کی جا ہے
مومن کیلیۓ مجلسِ صد جور و جفا ہے

اتنی ہے صدا آپ سے اے مالک کونین
بن آپ کے آتا نہیں مومن کو یہاں چین
آ جاؤ ابھی دنیا پہ اے محور ثقلین
مومن کریں معراج ، ملے بوسۂ نعلین
در سے تیرے کوئی بھی نہیں لوٹا ہے خالی
آقاؑ ہوں تیرے در کا تو اک میں بھی سوالی

مولاؑ جو نہ میں آپ کے در پاک پہ آؤں
اے میرے کریم آقاؑ میں کس باب پہ جاؤں
مشکل میں بغیر آپ کے میں کس کو بلاؤں
پھر کیوں نہ میں سر اپنا ترے در پہ جھکاؤں
میرے لیے کونین کے سلطان تمہیں ہو
ہو مظہر یزدان تو یزدان تمہیں ہو

پھر آؤ زمانے پہ اے عظمت کے نگیں آج
پردہ کو اٹھا دو اے میرے پردہ نشیں آج
ہے ظلمت عصیاں سے سیاہ ساری زمیں آج
اب آپ کے آنے سے بنے خلد بریں آج
رحمت کے خزانوں کو زمانے پہ لٹا دو
اسلام کی پھر شمع نئے سر سے جگا دو

اب سایہ فگن ارض پہ پھر ابر بقا ہو
آپ آئیں زمانے پہ ابھی دور نیا ہو
یوں رتبہ بڑھے اس کا کہ یہ ارض سما ہو
گیتی کیلئے آپ ہی رحمت کے خدا ہو
بے چین دلوں کو بھی قرار آئے کسی دن
کونین میں پھر فصلِ بہار آئے کسی دن

آپ آئیں کہ کٹ جائے ابھی ظلم کی زنجیر
جل جائے ابھی کفر کے الحاد کی جاگیر
مسمار ہو عالم سے بواطل کی یہ تعمیر
اب ختم زمانے سے ہوں یہ کافر و بے پیر
اب مرتبہءِ دین کی ہو جلد بحالی
ہو جائے ابھی کفر سے دنیا سبھی خالی

آپ آئیں ملے دہر کو ہر دکھ سے رہائی
ہر آن دلِ زار کی ہو عقدہ کشائی
ہر سمت ہو ملکوت نے یہ دھوم مچائی
عصیان سے پاکیزہ ہوئی ساری خدائی
آپ آئیں کہ رحمت کی گھٹا دہر پہ چھائے
اور امن سدا برکھا میں رنگ رلیاں منائے

جو روتے ہیں دن رات انہیں شاد کریں آپ
گھر آل محمدؐ کا بھی آباد کریں آپ
اعدائے ستم پیشہ کو برباد کریں آپ
اور ختم یہ بیماریءِ سجّادؑ کریں آپ
آپ آئیں یہاں جلد غریبوں کی دعا ہے
دنیا میں جفا کاری سے اک حشر بپا ہے

آپ آئیں یہاں احمدؐ مختار کے صدقے
آپ آئیں یہاں حیدرؑ کرار کے صدقے
آ جایئے عباسؑ وفادار کے صدقے
آ جایئے ہر محسنِ غفار کے صدقے
ہو آل نبیؐ جلد ہی گھر پاک میں آباد
خوں رونے سے باز آئیں میرے آقائے سجّادؑ

اے مالکؑ کونین زمانے کو سجا دو
ہر ظلم کی ہر ظالم و جابر کو سزا دو
اور پردۂ اسرار کو چہرے سے ہٹا دو
اعدائے ملاعین کو بس اتنا بتا دو
جبار ہیں ، قہار ہیں ، ستار ہمیں ہیں
اور اصل میں کونین کے مختار ہمیں ہیں

ہے ہم نے ہی کونین کی ہر شے کو سجایا
لوح و قلم و عرش کو ہے ہم نے بنایا
اور موسیٰ کو تھا اپنا جلو ہم نے دکھایا
اور اپنی عبادت کا ہے عالم کو بتایا
ساجد جو ہے کونین تو مسجود ہمیں ہیں
ہیں عبد نبی جن کے وہ معبود ہمیں ہیں

ایوان محبت کو سجا دو ابھی جعفرؑ
فانوسِ محبت کے جگا دو ابھی جعفرؑ
دنیا کو یہ اعلان سنا دو ابھی جعفرؑ
بر راہ سخی آنکھیں بچھا دو ابھی جعفرؑ
یہ نخل دعا اپنا ثمر لائے گا اک دن
سلطانِ جہاں دنیا پہ آ جائے گا اک دن

یا مولا کریمؑ

زیارتِ ناحیہ

(حصہ اول)

یارب امامِ حق کا جہاں میں ظہور ہو
ساطح زمیں سے تا بہ سما حق کا نور ہو
عالم پہ طاری عدل کا کیف و سرور ہو
گیتی سے جلد ختم یہ فسق و فجور ہو
آلِ نبی کا سارے زمانے پہ راج ہو
ہر شاہ شاہِ دین کا زیرِ خراج ہو

وہ صاحب الزمان وہ آل نبیؐ کی شان
وہ سطوتِ رسولؐ وہ ابن علیؑ کی شان
وہ ذات ، ذاتِ پاک وہ ذاتِ جلی کی شان
وہ حجت مبین ، حسنؑ عسکری کی شان
وہ غمگسار و وارثِ سلطانِ کربلا
پڑھتے ہیں وہ زیارتِ ناحیہ ، صد بکا

آتے ہیں صبح و شام مزارِ حسینؑ پر
کرتے ہیں یوں کلام مزارِ حسینؑ پر
کہتے یا امامؑ مزارِ حسینؑ پر
پڑھتے ہیں یہ سلام مزارِ حسینؑ پر
ہر بین میں ہے سوزِ محبت کی انتہا
کرتے ہیں وہ زیارت ناحیہ کی ابتدا

آدم پہ شیث پر ہے اور ادریس پر سلام
اور نوح و ہود و صالح و موسیٰؑ نیک نام
اور ابراہیم ، حضرتِ اسحاق خوش کلام
داؤد و یوسف اور شعیب ذی احتشام
اور اسمٰعیل و حضرت ایوب پر سلام
یونس پہ اور سلیماں پہ یعقوب پر سلام

ہارون و یحییٰ زکریا عبداللہ پر سلام
اور حضرت عزیر پہ روح اللہ پر سلام
اور سرورِؐ جہان حبیب اللہ پر سلام
ان کے اخیِ خاص پہ وجہہ اللہ پر سلام
فرمایا السلام علیٰ سیدہؑ بتول
اور مجتبیٰؑ پاک جو ہے پیکر رسول

اس پر سلام جو کہ ہے مظلومؑ کربلا
راہِ خدا میں زخمی جو کہ انتہائی تھا
اور جان دے کے جس نے جہاں کو بچا لیا
مخفی اور آشکارا جو طاعت گزار تھا
اس خاک سے جہاں کو حصولِ شفا ہوا
قبہ ہے تو مقامِ قبولِ دعا ہوا

فرمایا السلام علیٰ ابن مصطفیٰ
فرمایا السلام علیٰ ابنِ مرتضیٰ
فرمایا السلام علیٰ ابن سیدہؑ
تجھ پر سلام سدرہ و ماویٰ کے منتہیٰ
شاہِ صفا و وارث زمزم سلام لے
آلودہ خاک و خون میں پیہم سلام لے

اے پنجتن کا پانچواں سلطانؑ کربلا
خیمہ بھی جس کا ظالموں نے چاک کر دیا
وہ بیکس و غریب جو غربت کی انتہا
اور درد ناک طرزِ شہادت جو پا گیا
مجہول نسب لوگوں کا مقتول لے سلام
اے کربلا کے ساکن و مقبول لے سلام

برسا لہو شفق سے ملائک بھی رو دیئے
سلکِ وفا میں صبر کے گوہر پرو دیئے
ہر دل میں دین حق کے جواہر سمو دیئے
ہذیاں کے داغ نوک سناں پر ہی دھو دیئے
رتبے تمام حق کے انہی پر تمام ہیں
نو بیٹے جن کے تا بہ قیامت امامؑ ہیں

ان پر سلام تھے جو گریبان لہو میں تر
سوکھے ہوئے تھے پیاس سے جو ہونٹ سر بسر
تھے ٹکڑے ٹکڑے لاشہءِ اطہر تمام تر
بعد از وفات لٹ گئے جو تپتی ریت پر
اعضائے پاک جسموں سے جن کے ہوئے جدا
نیزوں پہ جن سروں کو اٹھائے تھے اشقیا

اس پر سلام کرب و بلا میں جو لٹ گیا
اس پر سلام جس کا گلا وقف ظلم تھا
جس کا مزار وادیءِ غربت میں تھا بنا
رو کر شفق نے خون بصد غم یہی کہا
اللہ کی راہ میں جور و جفا کا قتیل ہے
واللہ پھر بھی مانند قدرت جلیل ہے

ان پر سلام جو کہ گریباں دریدہ تھے
اور جسم پاک خاک و لہو میں طپیدہ تھے
جن کے نفوس راہِ خدا میں رسیدہ تھے
اور جن کے ہونٹ بھی گلِ حرماں رسیدہ تھے
رنگ جن کے تیز دھوپ میں تغیر ہو گئے
رُؤْيَا الَّتِیْ کی آپ ہی تعبیر ہو گئے

ان پر سلام جاری تھا زخموں سے جن کے خوں
لیکن جو سر تھے ، طاعت باری میں تھے نگوں
جن کے جسد پہ زخم کا چلتا نہ تھا فسوں
چھائے لباسِ سبز کے زخموں پہ لالہ گوں
ان پر سلام سر جو کہ نیزوں پہ چڑھ گئے
بالیدگی میں عرش خدا سے بھی بڑھ گئے

ان پر سلام جو ہوئیں شہزادیاں حزیں
گھبرا کے اپنے خیموں سے باہر جو آ گئیں
تطہیر کے نقاب میں پنہاں مگر رہیں
کرتے تھے ظلم جن پہ بصد ناز اہل کیں
ان پہ سلام غم میں جو طاعت گزار تھیں
سرِ نہاں تھیں عصمتِ پروردگار تھیں

پیہم سلام میرا ہر اس رکنِ دین پر
پسران خلفِ صالح و مستشہدین پر
اور ان کی ذریت کے سبھی ناصرین پر
ملکوت پر سلام جو اترے زمین پر
میرا قتیل غربت و مظلومؑ پر سلام
اس کے حسین برادرِ مسمومؑ پر سلام

اکبرؑ پہ اور اصغرؑ بے شیر پر سلام
ان کے وجودِ پاک کی تشہیر پر سلام
اصغرؑ کے سوکھے حلق کے اس تیر پر سلام
خیموں میں روتی ملکہؑءِ تطہیر پر سلام
اس پر سلام جو کہ شبیہ رسول ہے
اور باغ سیدؑہ کا گراں مایہ پھول ہے

ان پر سلام سر ہوئے جسموں سے جو جدا
مطلوب شاؑہِ دین کی جن کو رہی رضا
اور حق امامؑ حق کا جہاں کو بتا دیا
اس پر سلام جو کہ ہے مظلوم بے نوا
کوئی مدد کے واسطے تیار بھی نہ تھا
غربت میں جن کا کوئی مددگار بھی نہ تھا

ان پر سلام جو تن اطہر برہنہ تھے
جو آسمانِ صبر کے اختر برہنہ تھے
آغوشِ سیدہؑ کے گلِ تر برہنہ تھے
بن میں رسولؐ پاک بھی خود سر برہنہ تھے
نہ تین روز تک جو مسافر دفن ہوئے
آخر دفن ہوئے بھی تو غیر از کفن ہوئے

اس پر سلام جو ہے دو عالم کا شہنشاہ
محسن ہے عاصیوں کا رسالت کا ہے گواہ
اور خاک پاک آخری جن کی ہے تکیہ گاہ
قبہ ہے جن کا خالقِ عالم کی جلوہ گاہ
اوجِ مراتب ان کے خرد سے بعید ہیں
ذبحِ عظیم دنگ ہے یہ وہ شہید ہیں

اس پر سلام ہے جو کہ تقدیس کبریا
جبریل کو بھی جن کی غلامی پہ فخر تھا
اور میکائیل جھولا جھلاتا تھا بارہا
کی عہد شکنی جن سے ، مظالم ہوئے روا
تن پاک جو تھا زخمی رہا پھر بھی قبلہ رو
اس پر سلام جس کا تھا ناحق بہا لہو

اس پر سلام ذبح جو پیاسہ ہی ہو گیا
غسل اپنے خوں سے جس نے تن پاک کو دیا
نیزوں کے گھونٹ پیاس میں دیتے تھے اشقیا
اور آبِ تیغ جس نے بصد شوق پی لیا
اہل قراء نے دفن کیا جس کا پاک تن
ہاں دفن ہو گئے پہ رہے پھر بھی بے کفن

اس پر سدا سلام لٹا جو کنارِ جو
اور جو ہوا شہید اقارب کے روبرو
بیٹوں کے خوں سے جو ہوا عالم میں سرخرو
جن کو رضائے حق کی رہی پھر بھی جستجو
شہ رگ پہ جس کے ظلم کا خنجر رواں ہوا
تنہا جو دشمنوں کو ہٹاتا رہا سدا

اس پر سلام جو کہ ہے سلطانِ بحر و بر
سر کٹ گیا پہ کفر کے آگے جھکا نہ سر
کوئی ممد نہ اس کا ، عدو تھے تمام تر
اس پر ہزار جان سے قرباں ہو یہ پسر
جو ریش پاک خون سے یکسر خضاب تھی
واللہ وہ ریش ، ریشِ رسالت مآب تھی

رخسار تھے تو بوسہ گہِ ختم انبیاء
جن کو شگفتہ دیکھ کے ہوتے تھے مرتضٰی
سورہ نظر کو پڑھ کے جسے چومیں سیدہؑ
رخسار وہ کہاں اور کہاں خاکِ کربلا
ان آئینہءِ نور سے رخسار پر سلام
ان کے لباس پاک کی ہر تار پر سلام

ان پر سلام تھے دُرِ دنداں جو آبدار
جن پر تھے تاجِ عرش کے گوہر سدا نثار
ان پر چھڑی کا چلنا بصد ظلم بار بار
عابدؑ کا دیکھ دیکھ کے رونا بے اختیار
اس بیکس و غریب کو زیبا سلام ہے
مجبور اور قتیل جفا جس کا نام ہے

اجسام جن کے دشت میں یکسر تھے بے کفن
ان پر سلام جو تھے غریب اور بے وطن
خاک شفا کے برد میں تھے جن کے پاک تن
جنگل کے جانور بھی ہوئے آ کے نالہ زن
شدت کی دھوپ میں تھے پڑے جسم نازنیں
اور بھیڑیوں کی مثل تھے چوگرد اہل کیں

ان پر سلام جسم لہو میں تھے جو نہاں
قرآن پارہ پارہ ہے ، حالت سے تھا عیاں
تیغ و سناں سے ٹکڑے ہوئے جن کے تھے وہاں
سب وحش و طیر کرتے تھے آ کر آہ و فغاں
ان پر سلام جن پہ تقدس کی تھی نظر
جسموں کو دانت آ کے لگاتے تھے جانور

یہ فقرہ پڑھ کے سوچ میں پڑتا ہے ہر بشر
جسموں کو دانت آ کے لگاتے تھے جانور
لیکن حقیقت اس کی بتا دوں تمام تر
خلاقِ دو جہاں کا تھا اک امرِ مستتر
انسان سوچتا ہے معانی ہیں اس کے کیا
کیوں وحشیوں نے لاشہءِ اطہر کو مس کیا

تاویل اس کی ہے کسی عالم نے خوب کی
جنگل کے جانور تھے جو روتے تھے وہ سبھی
وہ تیر جسم پاک میں ، وہ فرطِ بیکسی
اور دانت بھی لگانے کا مقصد تھا بس یہی
دانتوں سے تیر کھینچتے تھے جسم پاک سے
کرتے تھے جمع لاش کے ٹکڑے وہ خاک سے

مقصد تو اصل یہ ہے کہ وہ وحش و طیر سب
کرتے تھے سجدہ لاش کا رو رو کے با ادب
لاشوں کو بوسہ دے کے وہ کہتے ہائے غضب
آتی نہیں قیامتِ کبریٰ ، ہے کیا سبب
دشت بلا ہے ، سیدؑہ کا نورِ عین ہے
افسوس زیب خاک نبی کا حسینؑ ہے

تجھ پر سلام اے ناصرِ مظلوم کربلا
ہے قبلہ گاہ جن و ملک جن کا مقبرہ
لاکھوں سلام آپ پہ بھیجے نہ کیوں خدا
طاعت میں اس کی جبکہ تمہارا ہے سر کٹا
اے مالکِ رسول ہمارا سلام لے
حق کا سلام سیدِ عالی مقام لے

اس پر سلام پھول جو ہے خار سے جدا
اس پر سلام جو کہ ہے فرزند مرتضٰی
جس کو ہوئے ہیں طاہرؑ و اطہر پسر عطا
کہتے ہیں جس شہید کو سلطانؑ کربلا
زندہ تھا اور زندہ ہمیشہ ہے اس کا نام
لاکھوں ہیں جن کے نام پہ اللہ کے سلام

یا مولا کریمؑ

زیارتِ ناحیہ

(حصہ دوم)

فرماتے ہیں ناحیہ میں سرکارؑ زمانہ
یوں واقعہ کربل کا سناتے ہیں فسانہ
ہیں چاہتے یہ واقعہ لوگوں کو سنانا
یہ مرثیہ پڑھتے ہیں سدا نورِ یگانہ
اور ان کے تخاطب میں شہید شہدا ہیں
جو ان کے جد اعلیٰ ہیں مقبولِ خدا ہیں

جب ظلم لگا ہاتھ بہت آگے بڑھانے
ہلکا سا جو پردہ تھا لگا رخ سے ہٹانے
گمراہی لگی کفر کے چیلوں کو بلانے
خالق کی طرف رخ کیا خاصانِ خدا نے
اور آپ تو اس وقت حرم ہی میں مکیں تھے
اور ظالموں سے دور تھے اور گوشہ نشیں تھے

محراب میں رہتے تھے سدا محو عبادت
اور دنیا کی لذات سے تھی آپ کو نفرت
عصیان سے بچنے کی سدا کرتے ہدایت
اور حق سے ہوا کفر تبھی طالب بیعت
اور علم خداوند کو بیعت سے تھا انکار
طے کر لیا بننا ہے ہمیں جاہد فجار

اولاد بنی ہاشم و اصحابِ وفا دار
اس دور میں تھے آپ کے غمخوار و مددگار
اور دعوت حق دینے کو فوراً ہوئے تیار
اور طاعت خالق کا دیا درس بہ تکرار
طغیان و خبائث رہے ہر آن مقابل
اور حجت اتمام رہا آپ کا حاصل

اور توڑ دیا کفر نے پھر عہدِ حقیقت
خالق کو پسِ پشت کیا ، توڑ دی بیعت
اور قہر اِلٰہی میں گھری ان کی شقاوت
کی آپ کے اجداد سے گستاخی کی حرکت
پھر تیغ و سناں لے کے وہ میدان میں آئے
پھر آپ نے تلوار کے جوہر وہ دکھائے

اور جنگ کے گردے میں وہ دھنس جانا مسلسل
اور جنگ کے گھرے وہ غبار اور وہ ہلچل
اور حیدرؑ کرار کی تلوار سے زلزل
کفار کے اس خون سے وہ دشت میں جل تھل
ہر خوف و ہراس آپ سے کئی کوس پرے تھا
اور فرشِ زمیں آپ کے حملوں سے ڈرے تھا

مایوس ہوئے فتح سے جب مصدر لعنت
پھر مکر کے وہ جال بچھاتے تھے بہ شدت
سفیانی اداؤں سے کی پھر ایسی شرارت
پھر پانی سے محروم ہوئی آپ کی عترت
شمشیروں سے بڑھ کر وہ لگے تیر چلانے
ظلم آپ کی جانب لگا پھر ہاتھ بڑھانے

اور آپ کی حرمت کا خیال ان کو نہ آیا
پھر آپ پہ اور ساتھیوں پر ہاتھ اٹھایا
سامان کے بھی لوٹنے میں ترس نہ کھایا
احساسِ گناہ ان کی شقاوت نے مٹایا
اور جنگ کے گردے میں دھنسے آپ تھے مولاؑ
ہر ایک اذیت میں پھنسے آپ تھے مولاؑ

وہ صبر دکھایا کہ تھے ملکوت بھی حیراں
اور ظالموں کے ظلم سے افلاک تھے گریاں
اور ظالموں نے گھیر لیا دین کا سلطاںؑ
زخموں پہ کئی زخم لگانے لگے شیطاں
مہلت نہ تھی دم لینے کی ، کوئی نہ تھا غمخوار
تنہائی کے عالم میں نہ تھا کوئی مددگار

خیموں کی طرف ظالم و فجار تھے آتے
تنہا تھے حضورؑ ان کے ہجوم آ کے ہٹاتے
مستوروں کو اور بچوں کو تنہا تھے بچاتے
تنہا تھے پہ ہر ایک اذیت تھے اٹھاتے
کفار نے پھر آپ کو گھوڑے سے گرایا
یوں بھاگتے گھوڑے سے گرے عرش ہلایا

کفار کے گھوڑے تھے جسد پاک کچلتے
ہر سمت تھے نیزے و تیر آپ پہ چلتے
اور کرب سے ہر بار تھے پہلو کو بدلتے
اور جسم سے تھے خون کے چشمے سے ابلتے
پیشانی پہ تھا موت کا اس وقت پسینہ
اور وقف مظالم تھا شہؑ دین کا سینہ

ہاتھوں کو تشنج سے وہ پھیلانا مسلسل
اور پاؤں کو پھیلانا و سمٹانا مسلسل
ماتھے پہ پسینہ سا وہ آ جانا مسلسل
خیموں کی طرف دیکھتے رہ جانا مسلسل

وہ نیم وا آنکھیں ، وہ سوئے خیمہ نگاہیں
حالانکہ یہ حالت تھی ، پسر یاد نہ آئیں

اور آپ کا گھوڑا سوئے خیام پھر آیا
ڈھلکی ہوئی تھی زین فرس ، ہائے خدایا
جب اہل حرم نے اسے اس حال میں پایا
گھوڑے پہ سوار ان کو نہ راکب نظر آیا

ناموس نبی خیموں سے بے بس نکل آئے
تھے بالوں کو کھولے ہوئے تطہیر کے سائے

سب اہل حرم کرتے تھے تب آپ کا ماتم
منہ پر کیا ماتم تو ہوئیں آنکھیں بھی پرنم
پردے کا نہ تھا دھیان وہ روتے رہے پیہم
اور اپنے بزرگوں کو بلاتے تھے بصد غم

اور قتل گہِ شہؑ کی طرف سب تھے روانہ
کہتے تھے کہاں غیب ہے سلطانِ زمانہ

افسوس کہ اس وقت تھا یہ درد کا منظر
گستاخ تھا ملعون ازل صدرِ حسین پر
اور بیٹھا ہوا پھیرتا تھا حلق پہ خنجر
مس کرتا تھا خود ہاتھوں سے وہ ریش معنبر
ہاتھ اس کے دم ذبح تھی وہ ہند کی تلوار
ہر وار سے وہ عرش ہلاتا تھا کئی بار

ساکن ہوئے جب دست و قدم آپ کے مولّا
اور رشتۂِ انفاس بھی تب آپ کا ٹوٹا
کفار نے سر پاک کو نیزے پہ اٹھایا
اشرار نے خیموں کی طرف پاؤں بڑھایا
روتے تھے سبھی اہل حرم آہ و بکا تھی
کیا سیدؑ مظلوم کے کنبے پہ جفا تھی

اور اہل حرم کو بھی وہاں قیدی بنایا
پابند جفا کر کے پھر اونٹوں پہ بٹھایا
سجادؑ بھی زنجیروں میں جکڑا ہوا آیا
تھا عصر کا وہ وقت سروں پر نہ تھا سایہ
گرمی تھی پسینے کو ترس جاتے تھے چہرے
لو چلتی تو گرمی سے جھلس جاتے تھے چہرے

جنگل میں بیابان میں جاتے تھے پھرائے
وہ راستوں کا ربط ، کئی شہر بھی آئے
ہاتھ اہل حرم نے پسِ گردن تھے بندھائے
باپردہ تھے سب اہل حرم ، سب تھے پرائے
آگے جو ہوا ظلم وہ کہنے سے ہوں قاصر
کہنے کو تو کہہ دوں یہ، میں سہنے سے ہوں قاصر

ویل ان پہ جو فاسق تھے جو فاجر تھے شقی تھے
اور قاتل فرزند رسولؐ عربی تھے
تھے دشمن صیام و صلوات ایسے غوی تھے
جو تا بہ ازل دشمن اولادِ علیؑ تھے
ایماں کی عمارت کو بڑے ظلم سے ڈھایا
قرآن کی آیات کو ہر آن جلایا

اور آپ کے اس قتل سے سرورؐ بھی ہیں مظلوم
مظلوم بھی ایسے کہ ہیں بدلے سے بھی محروم
بن آپ کے قرآن ہے بے وارث و مغموم
ہے حق کو بہت دکھ اے میرے آقا و مخدوم
تکبیر میں جاں اور نہ تہلیل میں روح ہے
قرآن کی تنزیل نہ تاویل میں روح ہے

اسلام میں تبدیلی ہوئی ، قتلِ شریعت
گمراہیوں کے زور میں فتنوں کی تھی کثرت
اسلامی عقائد میں مفاسد نے کی شرکت
دنیا پہ عیاں ہو گئی باطل کی حقیقت
اور قبر محمدؐ پہ سنانے کوئی آیا
اور آپ کی جد پاک کی تربت کو ہلایا

رو رو کے وہ کہتا تھا کہ اے سیدؐ لولاک
ہے قتل ہوا آپ کا فرزند حسینؑ پاک
اور آپ کے ناموس کو خود ظالم و سفاک
دیتے ہیں اذیت کہ وہ کل آل ہے غمناک
اور اہل حرم قید کے صدمے ہیں اٹھاتے
امت کے مظالم سے ہیں وہ اشک بہاتے

اور رونے سے جن آنکھوں کو لازم تھا بچانا
امت پہ تھا یہ فرض نہ تھا جن کو رلانا
آنکھیں وہی روتی ہیں ہے مسرور زمانہ
اس شخص کا تھا قبر پہ صرف اتنا سنانا
اور قلب نبیؐ قلق سے خود محو بکا تھا
پرسا انہیں پھر سارے نبیوں نے دیا تھا

اور آپ کی مادر نے سنی جب یہ حقیقت
مضطر ہوئی روح بھول گئی آپ کو جنت
پھر اترے ملک دھرتی پہ طاری ہوئی رقت
حیدرؑ بھی نوحہ گر ہوئے اور روتی تھی فطرت
حورانِ جناں کرتی تھیں تب آپ کا ماتم
پھر ارض و سما روتے تھے اس درد سے پیہم

پھر مچھلیاں گریاں ہوئیں، رونے لگے دریا
خود رکن و مقام اور پہاڑوں پہ تھا گریہ
پھر مکہ و کعبہ میں بھی محشر ہوا برپا
اور حل وحرم روتے تھے اور کرتے تھے نوحہ
مکہ کے در و بام بھی گریاں ہوئے سارے
افلاک بھی پھر چاکِ گریباں ہوئے سارے

پھر آگے سبھی سیدؐ والا کی دعا ہے
اور جس کے تخاطب میں دو عالم کا خدا ہے
اور واسطہ اجداد کا خالق کو دیا ہے
اور اپنے لئے خیر کا اظہار کیا ہے
جعفرؒ بھی دعا کرتا ہے اس ذات علیٰ کو
اب راج ملے منتقم آلِؐ عبا کو

یامولاکریمؐ

علائم خروج

بسم اللہ سے فردا کے تو حالات بیاں کر
توفیق طلب کر کے قلم کو تو رواں کر
مداحیِ ممدوحِ خدا زیبِ زباں کر
مضمونِ کہن طبعِ رواں سے تو جواں کر
جب ہو گا خروجِ شاہِ امکان جہاں میں
انصافِ خدا پھیلے گا تب کون و مکاں میں

سرکارؐ کا فرمان ہے اک ہو گا زمانہ
مٹ جائے گا کونین سے یہ حق کا فسانہ
عصیان سدا کفر کا گائے گا ترانہ
اس وقت عیاں ہو گا میرا نورِ یگانہ
جس دور میں ظاہر ہو گا ذیشاں میرا قائمؑ
دنیا پہ عیاں پہلے یہی ہوں گے علائم

ہو جائیں گی سب عورتیں بیگانہ حیا سے
اولادیں بہت ہوں گی ، پہ تولید زنا سے
ہوں گی وہ سبھی عورتیں نسلِ شرفا سے
جو فاحشہ عریاں ہوں گی ، عصیاں کی وبا سے
اکثر شرفا موت کے تب ہوں گے طلبگار
مومن سبھی ہو جائیں گے تب زیست سے بیزار

جہلا کا اور اطفال کا منبر پہ نبی کے
کہلانا خطیب اپنے تئیں ، کرنا وہ لے دے
اور طالبِ دولت ہوں گے اکثر علما سے
جو لوگ ہوں گے پست وہ صرف اتنا کریں گے
کروائیں گے بالیدہ محلات وہ تیار
اور علم کے طالب ہوں گے دولت کے طلبگار

پھر سود کا عالم میں رواج ایسا چلے گا
لعنت کی اسی بھٹی سے کوئی نہ بچے گا
اغلام کی لعنت ، تو شراب عام چلے گا
اور تنگ لباسوں میں یہ انسان رہے گا
عورت سے مقارب ہوں گے یہ مرد سر عام
کمزور و ضعیف ہو گا اسی دور میں اسلام

مردوں کی سی شکل اپنی بنائے گی ہر اک زن
پھر انجمن اور کلب میں جائے گی ہر اک زن
تحصیل معاش اپنی بنائے گی ہر اک زن
مردوں سے فزوں کام چلائے گی ہر اک زن
اور مرد تو خود مردوں سے تزویج کریں گے
اور عورتوں کی شکل میں بن ٹھن کے رہیں گے

ختم ہو گا سلام اور یہ مر جائے گا اسلام
اور وقت ملاقات سلام ہوں گے بہ دشنام
رہ جائے گا دنیا میں تو اسلام کا بس نام
پھیلے گی فحاشی تو زنا ہو گا سرِ عام
خود عورتیں ہی عورتوں سے شادی کریں گی
بالوں کو وہ کوہان سی تشکیل بھی دیں گی

کثرت ہو گی عورات کی ، پردہ ہو گا مفقود
عصمت ہو گی اس دنیائے عورات سے نابود
اسلام کے دامن میں ہو گی کفر کی بہبود
دنیا ہو گی تب دین ، تو عورت ہو گی معبود
اور کفر کی تقلید مسلمان کریں گے
تہذیب و تمدن میں یہ مل جل کے رہیں گے

اسلامی ممالک میں بھی ہو جائے گی وسعت
بازاروں کے مل جانے کی پیدا ہو گی صورت
بن جائے گا قم مرکز علم تشعیت
بھیجے گا بجائے نجف احکامِ شریعت
سب ملکوں میں یہ لوہے کی پٹڑی بھی بچھے گی
جمہوری نظام آئے گا شاہت بھی مٹے گی

بغداد تباہ ہو گا ، یہ بصرہ بھی مٹے گا
عربوں میں کوئی ملک نہ عسرت میں رہے گا
آبادی میں مکہ و مدینہ بھی بڑھے گا
کوفہ و نجف میں نہ کوئی فرق رہے گا
طاعون کی اور قحط کی ہو جائے گی شاہی
شہروں کی یہی آفتیں کر دیں گی تباہی

اور ملک عرب روسیوں کا ہو گا ٹھکانہ
انگریزوں کو اس دم ہے فلسطین میں آنا
اک جنگ کا سامان یاں دیکھے گا زمانہ
پھر مصر کے سلطان کو ہے قتل ہو جانا
پھر چینی بھی سب عربوں پہ خود حملہ کریں گے
کچھ عرصہ وہ برباد انہیں کرتے رہیں گے

پھر مشرق و مغرب میں ، جزیرۂ عرب میں
لگنا ہے گہن صورت ترتیب عجب میں
پھر زلزلے آئیں گے تباہی کے سبب میں
اور مرگ مفاجات بھی ٹوٹے گی طرب میں
اور کثرتِ آلاتِ غنا ہو گی جہاں میں
محفوظ کوئی ہو گا نہ اس دورِ زیاں میں

مشرق کی طرف سے ہو گی اک آگ نمودار
ہفتہ جو رہے گی اسی دنیا پہ شرر بار
پھر عرب ممالک ہوں گے فتنوں میں گرفتار
اور چاند پہ انسان پہنچ جائے گا یکبار
اسواریاں بھی تیز تر ہو جائیں گی ایجاد
پھر ہوں گی وہی کثرتِ اموات کی بنیاد

ایران سے ختم ہو گی قدیمی یہی شاہت
اور ساٹھ بشر لائیں گے دعوائے نبوت
اور دنیا پہ پھر ہو گا دھواں ، آگ بکثرت
برساتِ مسلسل سے بھی پیش آئے گی دِقت
قرآن و مساجد میں طلاکاری چلے گی
انسانوں کے مسخ ہونے سے تہباری مچے گی

پھر عدن کی گہرائی میں اک آگ جلے گی
دھرتی کی فضاؤں میں بہت گرمی پڑے گی
برسات کئی روز تواتر سے رہے گی
کوفہ میں فسادات کی اک موج اٹھے گی
دھنسنا ہے کئی شہروں نے آغوشِ زمیں میں
اور زلزلے مچلیں گے بہت جوشِ زمیں میں

اور برج جدی میں کوئی دمدار ستارہ
ہو جائے گا پیدا لئے انداز نیارا
چند اور ستاروں کا وہاں ہو گا نظارا
اور ان کا قرن ہوگا عجب رنگ کا دھارا
افلاک سے تب آئے گی دلدوز کوئی چیخ
ہر چیز لرز جائے گی خود تا حد مریخ

پھر نفس ذکیہ بھی عیاں ہوں گے اچانک
اور کعبہ میں قتل ان کو بھی ہونا ہے بلا شک
مغرب سے نکل آئے گا خورشید ظہر تک
پھر دنیا میں آ جائے گا بھونچال بھیانک
دجال خروج اپنا اسی وقت کرے گا
اس وقت نہ دنیا میں کوئی حق پہ رہے گا

سفیانی کا اس وقت خروج ہو گا جہاں میں
اور ظلم بھڑک اٹھے گا تب کون و مکاں میں
پھر سید حسنی بھی عیاں ہوں گے ایراں میں
جانا ہے انہیں خدمتِ سلطانؑ زماں میں
کرمان سے ملتان کو وہ فتح کریں گے
دنیا کے شہنشاہ خراج انہی کو دیں گے

پھر عیسیٰ مسیح اتریں گے افلاک سے اس دم
دجال کو وہ قتل کریں گے لب زمزم
یہ قرب قیامت ہی کے آثار ہیں پیہم
اس دور میں ہر سمت میں چھائے ہوں گے ظلم
ہو جائیں گے بند توبہ کے کل باب اسی دن
شرمندۂ تعبیر ہوں گے خواب اسی دن

پھر نکلے گا خورشید بھی دنیا میں اسی آن
اور اس سے عیاں ہوں گے علیؑ ناطقِ قرآن
عالم کو سنائیں گے وہ اس طرز کا فرمان
آیا ہے میرا لعلؑ ہر اک درد کا درمان
کچھ ایسی سلاست ہو گی مولاؑ کے بیاں میں
ہر فرد اسے سمجھے گا خود اپنی زباں میں

فرمائیں گے آیا ہوں میں دنیا کو جگانے
آئے ہیں میرے لعل تو باطل کو مٹانے
آیا ہوں محبوں کو یہی مژدہ سنانے
بخشا ہے شرف گیتی کو رحمت کے خدا نے
نفرت گہِ عالم ابھی ہو جائے گا جنت
مٹ جائے گی کونین سے عصیاں کی حقیقت

کعبہ پہ عیاں ہوں گے جو توحید کے سلطاںؑ
سورج سے علیؑ لوگوں میں کر دیں گے یہ اعلاں
دلبندِ نبیؐ ، فخرِ حسنؑ ، اور یہ میری جاں
ہے مفضل و موتور ، ضحیٰ ، منعم و احساں
اب حسرتِ دل ظلم کی ، مظلوم نکالیں
مظلوم لہو اپنے کا اب خون بہا لیں

جاگیں وہ جو ہیں کبر کی آغوش میں سوئے
مقسوم کو ہیں غلطیءِ کردار سے کھوئے
عصیاں سے جو دامانِ عمل اپنا بھگوئے
ہیں کشتیءِ اعمال جو عصیاں میں ڈبوئے
انجام پہ اک بار نظر اپنے تو ڈالیں
خود اپنے گناہوں کی سزا آپ اٹھا لیں

لو سن لو کہ ہے پھر سے جواں چرخِ کہن آج
اور نور سے معمور ہے دھرتی کا چمن آج
غنچوں کے بھی خنداں ہیں مسرت سے دہن آج
آتے ہیں نظر موت کے ہاتھوں میں رسن آج
اب امن کا خوں دہر کی رگ رگ میں رواں ہے
اور تخت نشیں ابدی مسرت کا جہاں ہے

بیداد کی ، الحاد کی جاگیر مٹی ہے
اور باطل مردود کی تصویر مٹی ہے
اور کفر کے اعمال کی تکفیر مٹی ہے
اس سحر جہاں خیز کی تاثیر مٹی ہے
ابلیسی تخاریب کی توبیخ ہوئی ہے
اب پاک ستم سے گویا تاریخ ہوئی ہے

جعفرؑ تو اسی وقت کے دیدن کی طلب کر
اور خواہش تعجیل فرج وقفِ ادب کر
اور جھنڈے دعاؤں کے تو عرشوں پہ نصب کر
اور قلب کی یکسوئی ، اجابت کا سبب کر
یارب تو دِکھا مجھ کو وہی دورِ بلا خیز
جب کفر پہ قائم کی ہو شمشیرِ شرر ریز

یامولا کریمؐ

استقبال

جب کوئی فرماں روا آتا ہے بہرِ اقتدار
مملکت کرتی ہے پہلے اس کا پیہم انتظار
اس کے استقبال کو خواص رہتے ہیں تیار
اس کا جشنِ تاج پوشی رشکِ صد جشن بہار
ہیں پر ہوتی اس کے استقبال کی تیاریاں
بینروں سے ہر طرف ہوتی ہیں پھر گلکاریاں

اس کی آمد کی وہ جب تاریخ ہو جاتی ہے طے
انوی ٹیشن کارڈ ہوتے ہیں روانہ پئے بہ پئے
اور مراحل سارے استقبال کے ہوتے ہیں طے
اور فضاؤں میں مسرت کی تھرک جاتی ہے لَے
اور ائر پورٹ اس طرح کرتے ہیں تب آراستہ
ہر طرف ہوتے ہیں بینر جھنڈیاں پیراستہ

والیءِ کونین کا دنیا میں جب ہو گا ظہور
تین سو تیرہ جو کہ خواص ہیں ہوں گے جو دور
انوی ٹیشن کارڈ ان کو پہنچ جائیں گے ضرور
پھر وہ استقبال کو آئیں گے مولاؑ کے حضور
ایک شب میں وہ پہنچ جائیں گے استقبال کو
اور سجا دیں گے وہ استقبال کے پنڈال کو

اور ائر پورٹ ان کا وہ صحن حرم بیت خدا
ان کا طیارہ اترنا ہے تو در مروا صفا
گویا رن وے ہے صفا مروا کی وہ جائے صفا
دہر کو اعزاز بخشیں گے وہ جب نورِ علی
تین سو تیرہ وہاں پہنچیں گے تب قبل از ظہور
گائے گا نغمے خوشی سے بانورا وقت سحور

پھر وہ رن وے پر کھڑے ہوں گے برنگ احترام
ہر طرف موزوں نظر آئے گا ہر اک انتظام
ان کا طیارہ عیاں ہو گا تو ہو گی دھوم دھام
یہ صدا گونجے گی تب اهلاً و سہلاً یا امام
اور وہ طربیہ ترانے خود الاپے گی فضا
جن کی دھن پر رقص فرما ہوں گے ملکوتِ سما

اور وہ طیارہ خلاؤں کا شناور ذی حشم
آ کے پھیلائے گا رن وے پر پرِ ابر کرم
اب اتر آئے گا دھیرے سے بہ طرز محتشم
اس میں خود جلوہ فگن ہوں گے وہ سلطانِ امم
اور پھر سیڑھی لگے گی ہو گی اک شانِ وضیع
اور پذیرائی کو طیارے میں جائیں گے مسیح

ہوں گے طیارے کے در سے جب عیاں رازِ خفی
ہو گا سورج کے سپیکر سے یہ اعلان اس گھڑی
ہوشیار اے عالم انسان ، کہ حق کا ولی
ہو چکا ہے ظاہراً ظاہر جو ہے وجہِ جلی
با ادب اور با ملاحظہ ہوشیار ، ہشیار شو
دورِ باطل می رود ، ظاہر شدہ یک دورِ نو

ہو گا کیا اکیس توپوں کی سلامی کا سماں
جن کو صیحہ آسمانی ہے سمجھتا یہ جہاں
سربراہ اور پھر سبھی نواب جھک جائیں گے واں
ہو گا سجدوں کا تواتر جذبِ دل کا ترجماں
پھر کریں گے پیش گلدستے عروسانِ چمن
مسکرا دیں گے خوشی سے وہ میرے شاہِ زمن

پھر چڑھیں گے ڈائس پر آ کر امامؑ ذیوقار
ڈائس بھی وہ ڈائس کہ جو خانۂ پروردگار
اور جو مسجودِ جہاں جبریل کی جو یادگار
دو نبیوں نے کیا محنت سے خود جس کو تیار
ہوں گے شاہ جلوہ فگن اس پر سلامی کیلئے
اور نبی پنڈال میں ہوں گے غلامی کیلئے

سازِ فطرت دے گا تب قومی ترانے کی صدا
اور فلیگ آل محمدؐ کا وہاں لہرائے گا
سی او سی سرکارؑ سے آ کر کرے گا استدعا
انسپکشن کیجئے سرکارؑ اب افواج کا
بحریہ ، بری ، فضائیہ سبھی تیار ہیں
آپ کے دیدار کو جو محو انتظار ہیں

اب میں ان افواج کی تفصیل بھی کر دوں بیاں
بحریہ میں تو سمندر کی وہ کل خلقت وہاں
اور بری فوج کے کل انبیا ہوں گے جواں
اور فضائی فوج میں ملکوت کی وہ ٹولیاں
بدر میں جو آئے تھے کرنے محمدؐ کی مدد
پھر وہی شاہین لوٹیں گے بہ فرمان احد

بحریہ میں وہ جواں دیکھیں سمندر کی جو تھاہ
آبدوزیں وہ کہ جو جمنے نہ دیں خود پر نگاہ
بحری بیڑا وہ جو دے بھٹکے نبیوں کو پناہ
فوج کی تعداد وہ مثل نجوم و مہر و ماہ
نوح کے طوفاں سے جو کھیلیں تو کیا تعریف ہے
خضر کو یہ فخر ہے وہ بحریہ کا چیف ہے

انبیا و ماسلف بھرتی تمامی فوج میں
اور وہ یونیفارم میں جچتے عوامی فوج میں
اور قدم ان کے برابر خوش خرامی فوج میں
زندگی کا ماحصل راحت مدامی فوج میں
جو تھے پوشیدہ تقیہ کی مدامی کینٹ میں
کس قدر چوبند ہوں گے وہ علیؑ رجمنٹ میں

اور فضائی فوج کے شاہیں ہمیشہ پر فشاں
ایک ہی جست ان کے آگے از زمیں تا آسماں
وہ ہوا کی تند لہروں میں لگاتے ڈبکیاں
جو کہ طوفانوں کی جوشش میں کریں غواصیاں
گر جھپٹ جائیں تو قطعہ لوط کا اوندھا کریں
اور وہ تیزی یوں کہ زلف رعد کو گوندھا کریں

ہاں انہیں افواج سے صحن حرم بھر جائے گا
پھر سپہ سالار فوراً ڈائس کے پاس آئے گا
اور فلیگ اسلام کا اک شان سے لہرائے گا
پھر شہنشاہِ جہاں چشم کرم فرمائے گا
وہ کرے گا عرض جھک کر اے شہنشاہِ کریم
آپ کی مشتاق ہے آقا تری فوجِ عظیم

پھر اتر کر ڈائس سے آئیں گے سلطانِ جہاں
ہو گی فالن فوج وہ دین خدا کی پاسباں
سربراہ اس فوج کا آگے بڑھے گا قدر داں
بحریہ کی فوج ہو گی خضر کے زیر کماں
اور وہ بری فوج میں ہوں گے تمامی انبیا
سربراہ اس کے بنیں گے خود محمدؐ مصطفیٰ

ڈائس سے اتریں گے جب وہ آقائے یزداں وقار
تب کریں گے پیش ان کے شاہِ مرداں ذوالفقار
پھر چلیں گے ساتھ بیٹے کے بہ شان کردگار
پھر معائنہ وہ کریں گے فوج کا با افتخار
انبیا تن کر کھڑے ہوں گے سلامی کیلئے
اور وہ پر بستہ ملک ہوں گے غلامی کیلئے

سقف کعبہ پر پھر آئیں گے امؔام اتقیا
پھر ترانا ملک موؔلا کا بجائے گی فضا
اس کی دھن ہی پر سلامی کی پھر ہو گی ابتدا
مارچنگ کرتے ہوئے آئیں گے سارے انبیا
پھول برسائے گی فطرت ہوں گے عیسٰی پیش پیش
شانِ حق سے گارڈ آف آنر کیا جائے گا پیش

پھر فراغت پا کے تقریب سلامی سے وہیں
اپنے منتظرین سے فرمائیں گے ربِ زمیں
میرے استقبال کو آئے ہو تم اہل یقیں
آج دیکھو عالمیں یہ کس کے ہیں زیرِ نگیں
مقتدر عالم پہ دیکھو ہے تمہارا منتظَر
اب نظر کے سامنے ہے جو کہ تھا پیشِ نظر

دیں گے پھر کعبہ پہ تب آذان خود روح الامیں
اور اقامت آپ فرمائیں گے خضرا کے مکیں
پھر امامت کیلئے آگے بڑھیں گے شاؔہِ دیں
شاؔہ کے قدموں میں جھک جائے گی عیسٰی کی جبیں
اس نمازِ حق میں ہو گا صد عبادت کا مزا
لطف سجدوں کا بڑھے گا ، سامنے ہو گا خدا

دیں گے شہؑ اِذنِ وغا افواج کو بعد از نماز
خود قیادت کر کے لشکر کو کریں گے سرفراز
ذوالفقارِ حیدرؑی کے فتح سے راز و نیاز
قہرِ خالق میں گھرے گا ہر عدوئے حیلہ ساز
جب نیام پاک سے نکلے گی تیغِ شعلہ وش
دیکھ کر پھر برقِ ایمن آئے گا موسیٰ کو غش

تیغ وہ کہ آب جس کی آبشارِ برق و رعد
آب وہ کہ جس میں لہراتی سی پن بجلی کی جعد
آب وہ کہ دم جو لے خون عدو پینے کے بعد
اس کی کرنوں ہی سے چھن چھن کے عیاں ہو روزِ سعد
آب وہ کہ آبدیدہ خوف سے چشم جبل
جل پری کی گود میں جلتا ہوا وہ جل اجل

اس کی برش بھی ہوا کا نرم آنچل کاٹ دے
اور رگِ بادِ صبا یہ شوخ و چنچل کاٹ دے
اور یہ قصر ظلم کا جبر مسلسل کاٹ دے
لیلیٰءِ ظلمت کا یہ بوسیدہ محمل کاٹ دے
آبدار ایسی دلوں کے آبلوں کو پھوڑ دے
آب وہ کہ آگ اس کی قلب آہن توڑ دے

رہ کے جو پرآب اور دنیا میں ہے بے آب بھی
خونِ اعداء خشک کر دے ، دشت کو سیراب بھی
شانِ آب و تاب بھی اور ہر گھڑی بے تاب بھی
تیز تر خوناب بھی تیزاب بھی زہراب بھی
دھار اس کی پر خطر اور حسن میں نیناں شکار
چشمِ حورِ عین میں ہو جس طرح کاجل کی دھار

آب وہ خوش آب جس سے بجھ سکے بدلے کی پیاس
آب وہ کہ جو بقائے ملک حقا کا اساس
آب وہ جس سے حیاتِ دائمی خوشیوں کو راس
آب وہ کہ دیکھ کر پرواز کر جائیں حواس
شاہد طناز سا چلنا چھبیلی چال میں
موت کی چھاتی کا جسم اس کے فنا جنگال میں

لشکر اعداء میں جو اک موت کی چلتی پون
جس کے ہر دم کامرانی چوم لے بڑھ کر چرن
وہ پرستاں کا بھی دل موہ لے دکھائے جب پھبن
جو رہی تقدیر کی تدبیر پر نت خندہ زن
تاب اس کی آب کی لائیں نہ خود روح الامیں
اس کے بھی پر کاٹ دے چاہے اگر حفظِ زمیں

آب اس کی جس کے باشیدن میں اجزائے بشر
آبدار اس آب سے ہر دم رہا حق کا گھر
کاٹ اس کی سانس لے چورنگ باطل کاٹ کر
تیز تر یوں آب کہ ہو دامن صحرا بھی تر
اس کے جوہر ، جوہرِ آبِ فنا بھی کھینچ لیں
خونِ باطل سے جو کشت دینِ حق کو سینچ دیں

ہاں اسی تلوار کو لے کر بڑھیں گے شاہِ دیں
اور ہزاروں عالموں کو قتل کر دیں گے وہیں
پھر مدینے میں چلے آئیں گے وہ روح الامیں
معنی اِلَّا اَقْرَبُ وَ کُلُّ عَقْرَب کل لعیں
کھود کر قبریں نکالیں گے انہیں بیر و دلیر
ان کے لٹکانے سے تب سرسبز ہو گی خشک بیر

کئی یہودی اور نصرانی کریں گے حق قبول
جو ہیں نا مسلم انہیں اسلام کا ہو گا حصول
اور مسلمانوں پہ ہو گا قہر قدرت کا نزول
کیونکہ حق پہ معترض ہوں گے یہی اہل جہول
دین حق مانگیں گے وہ برہان کے اظہار سے
آئے گی توریت تب انطاکیہ کی غار سے

از سر نو دین حق کو دیں گے وہ آقاؐ رواج
اک نشیمن میں رہیں گے امن سے باز و دراج
ہو گا ٹھیک از دین حق ، ادیانِ کلی کا مزاج
یُظْهِرُهٗ کی شان ہو گا والیءِ خضرا کا راج
عدل اور انصاف کا کچھ اس طرح ہو گا ظہور
اپنا ہی کلمہ زمانے سے پڑھا دیں گے حضور

ہاں وہی اسلام کے سپنے کا ہے تعبیر دور
اور وہی ہے دور اصل اسلام کی تصویر دور
اور مسرت شادمانی کی ہے اک تنویر دور
حق کی اس شان ہمایونی سے پر توقیر دور
کر دعا جعفرؔ کہ آئے آج وہ دورِ حسیں
زہر باطل سے ہے مردہ ، پھر ہو زندہ یہ زمیں

......☆......

یا مولا کریمؐ

ہم کون ہیں؟

جب نظر پڑتی ہے میری حال کے ماحول پر
ڈبڈبا جاتی ہے فرطِ غم سے میری چشم تر
خشک ہو جاتا ہے میرا دجلۂ فکر و نظر
دھم سے گر جاتے ہیں عقل و فہم کے سب بام و در
آنکھ میں پھرتا ہے دربارِ یزیدی کا سماں
شیشہءِ احساس کی چبھتی ہیں دل میں کرچیاں

اک طرف منبر سے اٹھتی جام و ساغر کی کھنک
ساتھ ہی جشن مسرت کے وہ طبلوں کی دھنک
اور سنہری کرسیوں میں طفل کمسن کی ہمک
اور وہ ملبوس حریری پر کشیدہ سی چمک
اور نشے سے چور ذہنوں پر تکبر کا غبار
آگہی کا دامنِ رنگیں جنوں سے تار تار

خدمت اعیان پر خواجہ سرا مامور ہیں
عیش اور تفریح پر تیرہ قبا مامور ہیں
نغمۂ بربط پہ کچھ نغمہ ادا مامور ہیں
عطر باری پر سدھائے سے ہما مامور ہیں
تیرہ و تاریک شکلیں دورِ فکر و رنج سے
دل کو بہلاتی ہے عشرت رات بھر شطرنج سے

جھاڑ فانوسوں کی جھلمل سے مچلتے قہقہے
اور صبوحی قلقلوں میں سے ابلتے قہقہے
نفرتوں کی آنچ سے جمتے پگھلتے قہقہے
سنگی دیواروں سے ٹکراتے سنبھلتے قہقہے
وہ صنم ابن صنم صہبا کی باہوں میں خجل
ایک خرمستی کے عالم میں تہہِ بارِ عمل

ہر طرف خلقِ تماشائی کا اک بحرِ رواں
طنزیہ فقروں کی چوٹیں اور سلگتی پھبتیاں
لشکر مفتوح پر پٹتی مسلسل تالیاں
ان سے ٹکراتی ہوئی معصوم بیکس سسکیاں
قسمت اسلام پر ہنستا ہوا جم غفیر
آدمیت کی جبیں پر نا امیدی کی لکیر

وسط میں آیاتِ عصمت کا وہ اجڑا کارواں
چار جانب سے وہ سجتی سی طلائی کرسیاں
نور کے کہرے میں مضمر قدس کی پرچھائیاں
پردۂ تطہیر میں لپٹی ہوئی مجبوریاں
ہر کفِ پا میں ورم ، ہر پائے اطہر نیلگوں
اور پریشاں بال ، بالوں میں جما شہدا کا خوں

اور ہر اک رخسار پر خاکِ شفائی زرد زرد
اور وہ زلفوں کی پریشانی کا عالم گرد گرد
کرب سے تھکتے ہوئے چہروں سے اٹھتا درد درد
خوف سے پتھرائے جسموں کی حرارت سرد سرد
اور کہیں معصوم نظروں میں سوالِ بیکسی
اور کہیں بوڑھے سے قدموں میں تھکن سے کپکپی

مقصد تطہیر کی کڑیوں کا زنجیری سماں
اک قطاری سلسلے میں منسلک کل بیبیاں
سب سے آگے اک امامِ وقت وہ بھی خوں فشاں
پشت پر ان کے رکھے ماتھا کوئی نوحہ کناں
اور مرتب اس طرح اول سے تا آخر قطار
پردہ فرمائی کا اک عالم بہ شانِ کردگار

اور سرِ شبیرؑ منبر پر دھرا ہے بے محل
چل رہی ہے وہ دُرِ دنداں پہ چوبی مورچھل
دست ظالم سے لبِ نازک پہ ہلکا سا عمل
درد کی کائی میں وہ ہنستا سا شبیریؑ کنول
اس تجاوز سے تو عالم کی بھی نبضیں تھم گئیں
اور مشیت کے لبوں پر پپڑیاں سی جم گئیں

جھولتے لہراتے نیزوں پر کئی پر نور سر
خشک ہونٹوں سے جمالِ عصر کی پھٹتی سحر
خاک و خوں کی مُمتزِج سی تہہ لب و رخسار پر
ایک یاقوتی فضا میں سرخ دنداں کے گہر
تخت کے آگے امامِ عصر ہے خوں رو رہا
چشم فطرت پر ہے سکتہ ، آج ہے کیا ہو رہا

بد روحوں کے ٹھٹھ لگے ہیں حلقہءِ دربار میں
ہنس کے شامل ہو رہے ہیں کفر کے کردار میں
بہہ رہے ہیں کچھ مگر مظلومیت کی دھار میں
گر کوئی روتا ہے تو انسانیت کے پیار میں
اور نہیں احساس ان کو عصر کے سلطاؑن کا
کر رہے ہیں سوگ وہ ، مظلومیت کی شان کا

پھر یہی لاکھوں تماشائی ہیں اس سے بے خبر
یہ امامؑ وقت ہی ہے سامنے با چشم تر
خون کے آنسو رواں ہیں شیشہءِ رخسار پر
گر کوئی روتا ہے تو مظلومیت کو دیکھ کر
ورنہ سب محو تماشہ ہیں مسرت کیلیئے
کوئی اب تک بھی نہیں تیار نصرت کیلیئے

ہاں یہی ماحول ہے گر دیکھیئے تو حال کا
سامنے خوں رو رہا ہے ماحصل کل آلؑ کا
جو امامؑ عصر ہے ، شاہد ہے وہ اعمال کا
تلخ ہے اب بھی رویہ ظلم کے عمال کا
آج بھی محو تماشہ دہر کے چشم و نظر
آج بھی رسوائیوں کی زد میں ہے عرفاں کی زر

کچھ اسی ماحول سے لیتے ہیں راحت کا مزا
آلؑ کے غم سے بھی لطف اندوز ہیں اہل خطا
کچھ تماشائی بہ چشم تر ہیں از راہِ جفا
اور خیال ان کو نہیں ہے نصرتِ سرکاؑر کا
کرسیوں پر ڈٹ چکے ہیں کچھ بہ اندازِ غرور
کچھ کے ہونٹوں لگ چکا ہے بادۂ زر کا سرور

اور یزیدی درس سے جاری ہیں یہ ادیانِ ظلم
اور ہے افواہوں کی دھکا پیل میں سامانِ ظلم
ٹوٹنے کی اب نہیں ابن زیادی تانِ ظلم
کچھ تو بے پرواہ ہیں کیسا ہے یہ طوفانِ ظلم
رات وہ پیشی کی تو تھی چار پہروں ہی کی شب
یہ شبِ دربار تو ہے تیرہ صدیوں کا غضب

عقل کا یہ کیس ہے احساس کے دربار میں
کیا ہے پوزیشن ہماری عصر کے تہوار میں
مجلسیں برپا ہیں کیا یہ الفت سرکارؐ میں
یا ہمارا سوگ ہے انسانیت کے پیار میں
ہم سرِ نوکِ سناں ہیں یا ستمگاروں میں ہیں
ہم تماشائی ہیں یا پردے کے غمخواروں میں ہیں

تخت پر ہیں یا کھڑے ہیں خاک پر ہو کر اسیر
رو رہے یا چلاتے ہیں مزاحی تند تیر
چشم تر ہیں یا کہ اک ہنستا ہوا جم غفیر
زندہ لاشیں ہیں یا پتھرائی ہوئی کوئی ضمیر
سقف پر محو تماشہ ہیں کہ بازاروں میں ہیں
سنگ برساتے ہیں یا مجبور درباروں میں ہیں

کرسیوں پر ہم ڈٹے ہیں یا ہیں محبوس تعب
محو ہیں شطرنج میں یا زیرِ منبر مضطرب
دے رہے ہیں ہم کو پیشی یا ہیں مصروفِ طرب
پی رہے ہیں ساغرِ صہبا یا ہیں ہم تشنہ لب
ہم ڈھلکتے اشک ہیں یا ہم کھنکتی پھبتیاں
ہم سلگتی سسکیاں ہیں یا ہیں پٹتی تالیاں

ہم ہیں معمارِ ستم یا ہم ہی دیواروں میں ہیں
ہم ہیں قاتل یا کہ مظلوموں کے انصاروں میں ہیں
لا اِلٰہی میں ہیں ہم یا جے کی للکاروں میں ہیں
گردنوں میں ہم ہیں شامل یا کہ تلواروں میں ہیں
کس قدر سچے ہیں ہم اس دعوائے اسلام پر
سوچئے احساس کا یہ کچا چٹھا دیکھ کر

صاف ہے احساس کا یہ فیصلہ ہم کون ہیں
سوچتا ہوں کون یہ بتلائے گا ہم کون ہیں
خود بخود ہے طے ہوا یہ مرحلہ ہم کون ہیں
صاف کہتا ہے یہ دل کا آئینہ ہم کون ہیں
اس سے آگے اب تخئیل کو نہیں اذن سفر
جعفرؔ اب آگے ہے اک خاموشیوں کی راہ گزر

یا مولا کریمؐ

کوکبِ دُرّی

خلاقِ ازل نورِ سماوات و زمیں ہے
جاوید ہے وہ نور ، وہی نورِ مبیں ہے
مشکواۃ کی زینت ہے کہ وہ مرکز دیں ہے
محراب میں مصباح کی صورت جو مکیں ہے
مصباح زجاجہ میں ہے محفوظ ہوا سے
جو کوکب دُری سا ہے انوار و ضیا سے

وہ نور ہوا شجر مبارک سے منور
زیتون کا وہ شجر وہ انوار کا مظہر
جو شرقی نہ غربی ہے بہ انداز تقدر
چلتا نہیں جس نور پہ دن رات کا چکر
سورج کا طلوع اور غروب اس سے بہت دور
اور شمسی نظاموں کی نفی کرتا ہے وہ نور

نزدیک سے وہ نور درخشاں ہو اچانک
وہ نور بغیر آگ کے رخشاں ہو اچانک
ان ظلمتوں میں وہ مہِ تاباں ہو اچانک
وہ نورِ خدا حشر بداماں ہو اچانک
وہ نور علیٰ نور ہے وہ نورِ تیقن
اس نور سے ہے دہر کی سمتوں کا تعین

مقصودِ خدا ہوتی ہے جس شخص کی عصمت
اس نور کی جانب اسے ہوتی ہے ہدایت
امثال سے کھلتی ہے یہاں اس پہ حقیقت
ہر چیز کے تو علم کی دانندہ ہے قدرت
کیونکہ نہیں اس رحمت یزداں کا کنارہ
یَھدِی اللّٰہ کا ہوتا ہے پھر اس سمت اشارہ

محراب ہیں وہ گھر جو بَیُوْتِ اِذْنِ اللّٰہ
رفعت جنہیں دیتا ہے جہاں میں ذکر اللہ
مصباحِ درخشاں ہے وہ نورِ اسد اللہ
وہ مہدیؑ ءِ کونین وہ روحِ کرم اللہ
غیبت کے زجاجہ میں جو محفوظ سدا ہے
لِیَطفَعُ نُورَاً یہ مَتِمَّ کی بقا ہے

غیبت کے جو فانوس میں اک کوکب دُری
جو شجرۂ زیتون مبارک کی تجلی
وہ تین وہ زیتون تو ہے ذات علیؑ کی
لیتا ہے قسم جن کی مرا خالق ازلی
شرقیت و غربیت عالم کا وہ برزخ
اور وقت کی شمسیت عالم کا وہ برزخ

نزدیک ہے وہ نور زمانے پہ عیاں ہو
اور درجۂ تکمیل پہ اتمام نشاں ہو
بینا ابھی اس نور سے کوریدہ جہاں ہو
اس نور کی تدریج اگر زیب زباں ہو
ہر عقل کی بالیدگی کہہ دے گی سر طور
وہ نورِ علیٰ نور علیٰ نور علیٰ نور

وہ نورِ خداوند نہیں وقت کا پابند
وہ نور وہاں ہے کہ جہاں وقت ہے پابند
نے رات نہ دن ہے کہ ہے وہ نورِ خداوند
یہ ماہ و برس کیسے وہاں ہوں گے برومند
جب سال نہ ہوں ، راز کوئی کیسے یہ پائے
اس نور کی پھر عمر کوئی کیسے بتائے

وہ تیرہ ہی صدیاں ہوں یا ہوں تیرہ ارب سال
جب وقت ہی جامد ہے وہاں کیسے مہ و سال
اس نور کی تقدیم کا حاصل ہو کسے حال
جبریل کو ملتا نہیں اس حال کا پاتال
یہ کہنا بھلا اتنی بڑی عمر کہیں ہے
سن جاہل مطلق کہ وہاں وقت نہیں ہے

خالق کی یہ مرضی ہے کہ دے جس کو بھی رفعت
ہادی کی طرف چاہے کرے جس کی ہدایت
امثال سے چاہے جسے سمجھائے حقیقت
غائب کو عیاں کر دے ، وہ چاہے پسِ غیبت
وہ چاہے جسے بخشے اقامت یہ دعا کی
توفیق کی سب بات ہے اور شانِ عطا کی

وہ نورِ سماوات و زمیں ہادیءِ دیں ہیں
جو کوکب دُری ہیں جو مصباحِ مبیں ہیں
غیبت کی جو قندیل میں ہیں ربِ زمیں ہیں
محفوظ ہیں فانوس میں غائب بھی نہیں ہیں
ہے رب کا انہیں اِتم پہ لانے کا ارادہ
اور کفر کا ہے ان کے بجھانے کا ارادہ

کوشاں بھی رہیں جتنے یہ کفار جفا توز
افواہوں کی سازش میں رہیں پلتے شب و روز
رنگ لائے گی مظلوم کی ہر آہِ جگر سوز
برمائے گا ہر سنگِ ستم نالہءِ دل دوز
ہر رات کی ظلمت میں چمکتے ہیں ستارے
روشن ہوں گے اس رات میں ارمان ہمارے

اس شترِ تقدر کی بدل جائے گی کروٹ
ابھرے گی انہیں زینوں سے اسلام کی آہٹ
چلتے ہوئے رک جائیں گے تکفیر کے راہٹ
اُٹھ جائے گا اک روز یہ توحید کا گھونگھٹ
ہو جائے گا تاریک مظالم کا مقدر
پس جائیں گے یہ ظلم کے ہیلپر ، ایجی ٹیٹر

(Helper , Agitator)

پھر پھوٹ کے بہنے کو ہے اب داد کا لاوا
اور حق کا نشاں ہو گی ہر اک موجۂ ساوا
اور ہو گا تہہ تیغ یہ عصیاں کا چھلاوا
تیار ہے پھر عدل پہ دوزخ کا پڑاوا
ٹکرانے کو ہے عدل مظالم کے گلو سے
تلوار کے زنگ اتریں گے باطل کے لہو سے

جعفرؔ کسے معلوم کہ یہ امر جلی ہے
اس امر خداوند میں اک رازِ خفی ہے
اک کنزاً مخفی کی یہاں مہر لگی ہے
اس مہر کا ناسخ جو ہے ربِ ازلی ہے
معلوم نہیں ربِ جلی کون ہے کیا ہے
وہ عینِ خدا ہے کہ وہی عین خدا ہے

قطعہ

بشر کے ذہن کو دیکھا تو انتہا نہ ملی
بشر سی قدسیوں کو بھی خرد رسا نہ ملی

تلاشِ مرتبہء ہادیِ زماں میں مگر
خرد نے ڈھونڈنا چاہی تو ابتدا نہ ملی

......☆......

یامولا کریمؑ

احسانِ عظیم

امامؑ زمانہ وہ محسن ہمارا
جو ہر اک کا طوفانِ غم میں کنارا
جو انسانیت کی بقا کا سہارا
ہدایت کا اک جگمگاتا ستارا
زمانے پہ سارے ہیں احسان اس کے
ہیں ممنون انسان و یزدان اس کے

زبانوں کو گُر بولنے کا سکھایا
نگاہوں کو رویت کا حامل بنایا
سماعت کو درسِ سماعت پڑھایا
اور مشام کو سونگھنا بھی بتایا
اور جسموں کو دی ناتوانی میں طاقت
اور روحوں کو دی خونِ دل کی حرارت

دیا درس انساں کے فکر و نظر کو
اور پرواز دی عقل کے بال و پر کو
اور دی زندگی دھڑکنوں کے شرر کو
ممیّز کیا فکر کے بام و در کو
تنفس کی آمد میں فرحت سمو دی
تنفس کی شد میں مسرت سمو دی

مسخر کیا عالم کن فکاں کو
مرتب کیا عالم انس و جاں کو
سنوارا محبت سے کون و مکاں کو
دیئے درس تسخیر وہم و گماں کو
دیا لحن داؤدی نازک رگوں کو
دی حساسیت مغز کے لبلبوں کو

ضرورت کی ہر چیز کر دی فراواں
ہوائے مفرح ہوئی جنس ارزاں
ہر آب و خورش کا مہیا ہے ساماں
زمیں آسماں سب ہوئے وقف انساں
پھر انساں کو تہذیب نو سے نوازا
اور اس دین فطرت کی ضو سے نوازا

بشر کی تھی ملحوظ خاطر ہدایت
محبت سے معمور کی اس کی فطرت
شعوری حدوں میں بنائی حقیقت
ضمیروں پہ فرمانروا کی شریعت
اس انساں کو دو طاقتوں سے سجایا
اسے خیر و شر کی حدوں میں بسایا

تصور دیا ذہن کو خیر و شر کا
اور مرکوز خود کو کیا ہر نظر کا
خرد کو کیا راہبر ہر بشر کا
اور صارف کیا اس کو ہر خشک و تر کا
رہی بے طلب اس کی ہر شئے فراواں
کہ چلنے لگا ابن آدم کا فرماں

ہوئی اس کی توفیق انساں کو حاصل
ترقی کے ہونے لگے طے مراحل
ستارے بنے عقل انساں کی منزل
ہوئی زیر پا چاند تاروں کی جھلمل
پھر آہن میں احساس کا خون دوڑا
لہو موت کا حکمتوں نے نچوڑا

عطا ہو گئے انس کو علم و حکمت
ملی اک حیات ابد کی بشارت
حقائق سے ہونے لگی یوں وضاحت
عیاں کفر کی پائی عقلی قباحت
پھر اس کی کریمی نے اقدار بدلے
اچھائی برائی کے معیار بدلے

برسنے لگا ٹوٹ کر ابر رحمت
کہ انساں سمجھ لے خدا کی حقیقت
جو نیکی تھی انسان کی دین فطرت
ملی اس پہ رہنے میں جاگیر جنت
عطا کر کے بن کر خریدار آیا
فنا لے کے جاویدیت ساتھ لایا

دیا دل کو نیکی کا اس نے ارادہ
کیا اس نے نیکی کو آسان و سادہ
عمل کا کیا راستہ پھر کشادہ
اور توفیق دی پھر عمل کو زیادہ
رہِ حق پہ انگلی پکڑ کر چلایا
پھر اس کی جزا میں خزانہ لٹایا

مگر اس پہ کیا ہے بشر کا رویہ
کہ بخشی ہے جس نے صراطً سویّہ
میسر ہے جو سب ہے جس کا عطیہ
وہ محسن جو ہے انبیاء کا بقیہ
ہر اک سانس میں جس کے لاکھوں ہیں احساں
یہ محسن کا احساں سمجھتا ہے انساں؟

وہ سب پر کرم کی نظر کرنے والا
گناہوں سے بھی در گذر کرنے والا
خیالوں کی دل سے قدر کرنے والا
دکھوں میں مدد پیشتر کرنے والا
کیا جو بشر نے مناسب یہی ہے؟
یہ ہے ظلم یا جذبۂ دوستی ہے؟

بشر نے یوں احساں کا بدلہ چکایا
کہ حق بھی اسی شاہِ حق کا چھپایا
اور ہر ظلم ڈھایا نہ کچھ رحم کھایا
ستم کر کے خود ذکر ان کا دبایا
کجا شکر اس کا ، نہ احسان سمجھا
انہیں خود سے بھی کم یہ انسان سمجھا

زمانہ ستم ان پہ ڈھائے یہ خوش ہے
وہ گر خوں کے آنسو بہائے یہ خوش ہے
جہان ان کو ہردم رُلائے یہ خوش ہے
زمانہ انہیں گر ستائے یہ خوش ہے

یہ احسان کے بعد ہی دشمنی ہے
یہی اہل عالم کی محسن کشی ہے

ہوئے ان کے اجداد وقف سمیت
ملا دردناک ان کو طرزِ شہادت
سرِ عام لائے یہ ناموسِ عترت
اور زندان میں زہر تک آئی نوبت

ہوئے بے وطن شاہِ دیں کمسنی میں
نہ رکھی گئی کسر محسن کشی میں

ستم ہے نہ حق ان کا کوئی بتائے
زباں پر کوئی نام تک بھی نہ لائے
غضب ہے سب احسان ان کے چھپائے
ہیں نا آشنا آج اپنے پرائے

کیئے غصب القاب اہل ستم نے
فراموش رکھا ہے اہل قلم نے

کسی دل میں احساس ان کا اگر ہے
تو پھر اہل عالم کی اس پر نظر ہے
ستم کش اسی پر سدا دست شر ہے
مصائب میں ہی زیست ان کی بسر ہے
فتاویٰ کی رو سے ستم کا ہدف ہے
وہی مردِ حق درد و غم کا ہدف ہے

یہ محسن کا احساں جتانے سے روکیں
دعاؤں میں آنسو بہانے سے روکیں
یہ فریاد بھی لب پہ لانے سے روکیں
یہی منتقم کو بلانے سے روکیں
یزیدی تمنا کے یہ ظلم زادے
ہیں دل میں چھپائے یزیدی ارادے

یہ جتنا بھی چاہیں سدا ظلم ڈھائیں
ہر اک منتظر پر یہ فتوے لگائیں
یہ چاہے محبوں کو جتنا ستائیں
اے جعفرؔ انہیں صرف اتنا بتائیں
کہ اب دور حق عین سر پر کھڑا ہے
ستم کو تو اب حق سے پالا پڑا ہے

یامولا کریمؑ

وفاداری

ہے شب عاشور اور ہے چاند دُھندلایا ہوا
گنبد صحرا پہ سناٹا سا ہے چھایا ہوا
اپنا آنچل اک اداسی نے ہے پھیلایا ہوا
گہری مایوسی نے ہے اک درد بکھرایا ہوا
اک طرف دریا کی موجوں میں ہیں کچھ سرگوشیاں
گوش بر آواز ہیں چاروں طرف خاموشیاں

ایک خیمہ ہے جہاں بیٹھے ہوئے ہیں شاہِ دیں
راکب دوش نبیؐ ہے خاک پر مسند نشیں
ہیں کہیں اکبرؑ کھڑے عونؑ و محمدؑ ہیں کہیں
آج کچھ کہنے کو ہیں شہزادۂ روح الامیں
سامنے بیٹھے ہوئے ہیں کل بہتر جاں نثار
سب سے فرمانے لگے ہنس کر امامِ ذیوقار

اے میرے پیارے عزیز دوستو اور بھائیو
میرے بابا اور نانا کے صحابی دیکھ لو
میں نہیں کہتا کہ اب میرے لئے تم جان دو
یہ بھی اب لازم نہیں کہ تم مرے بن کر رہو
دیکھ لو تم آج امت کا رویہ اور ہے
جس کا ہے آغاز وہ مظلومیت کا دور ہے

اب مجھے گھیرے ہوئے ہے یہ جو کل افواجِ شام
یہ تو سب آئے ہیں میری ہی عداوت پر تمام
اور انہیں لینا نہیں تم سے تو کوئی انتقام
دشمنی رکھتی نہیں تم سے یہ قوم بے مرام
رات کا یہ وقت ہے بالکل نہ اب گھبرایئے
میں خوشی سے اب اجازت دے رہا ہوں جایئے

کیونکہ یہ نو لاکھ تو ہیں صرف اک میرے عدو
یہ بہانا چاہتے ہیں صرف اک میرا لہو
کھینچ لائی ہے انہیں بن بر میں میری جستجو
ایک مجھ ہی سے یہ بیعت کی ہیں کرتے گفتگو
تم سے تو ہرگز نہیں ان کو عداوت اور عناد
میرے ہی سر کا ہے متلاشی لعیں ابن زیاد

سر جھکا کر رہ گئے لیکن بہتر سر فروش
آنکھ میں آنسو اُمڈ آئے ، مگر لب تھے خموش
ضبط کے دامن میں دب کر رہ گیا الفت کا جوش
قلب کی دھڑکن میں سے اٹھا مؤدت کا خروش
بڑھ گئی رقت ہر اک کی ، غم سے گردن جھک گئی
سانس کی تسبیح کے دانوں کی حرکت رک گئی

شہؑ نے فرمایا ہو گر اجر رسالت کا ملال
میں امامؑ عصر کہتا ہوں بہ حق ذوالجلال
ذہن میں لاؤ نہ اب ترکِ شہادت کا خیال
مان لو یہ بات میری تم اگر بے قیل و قال
میں بروز حشر دوں گا اجر شہدا کی طرح
خلد سونپوں گا تمہیں خود اپنے قرباء کی طرح

ہو اگر یہ خوف کہ ہو گا جہاں یوں طعنہ زن
دشمنوں میں چھوڑ کر بھاگے ہو نورِ پنجتن
تم اسی حیرت میں ہو اے دوستو گر غوطہ زن
حل میں اس کا بھی بتاتا ہوں بہ رب ذوالمنن
ساتھ لے جاؤ تم اپنے سارے ناموسِ نبیؐ
بچ سکیں سادانیاںؑ غیرت کا بھی حل ہے یہی

کوئی طعنہ دے تو کہنا اس لئے ہم آئے ہیں
پردۂ ناموسِ احمدؐ ہم بچا کر لائے ہیں
ہم نبیؐ کی بیٹیوں ہی کو بچانے آئے ہیں
پردۂ تطہیر کی تشہیر سے گھبرائے ہیں
ایک انجانی کسک مضمر تھی غم کی اوٹ میں
درد کے نشتر تھے ان فقروں کی دھیمی چوٹ میں

ہر طرف شبیرؑ نے دیکھا یہ فرماتے ہوئے
یہ بھی ممکن ہے کہ تم بیٹھے ہو شرماتے ہوئے
شرم آتی ہو ہمارے سامنے جاتے ہوئے
اور آنکھوں کی حیا سے چپ ہو گھبراتے ہوئے
شہؑ نے فرمایا کہ اکبرؑ گل کرو فوراً دیا
اب اندھیر ہو ، کہ جانے میں نہ مانع ہو حیا

بجھ گئی شمع نظر سے چھپ گئے سلطانِ دیں
جب اندھیر چھا گیا بولے یہ شاہِ عالمیں
اب تو جانے میں تمہارے شرم بھی حائل نہیں
ہاں چلے جاؤ میں راضی ہوں کرو مجھ پر یقیں
اس اندھیرے میں کچھ آوازوں کی پھر آئی صدا
اک اندھیرے میں تھا گویا دوستوں کا فیصلہ

بعد چند لمحوں کے فرمانے لگے شاہِ امم
پھر ذرا شمع جلا دو اب ذرا دیکھیں تو ہم
بڑھ کے پھر عباسؑ نے روشن کی قندیل حرم
بارِ دیگر روشنی نے جب لیا اک دم جنم
سامنے تبدیلیءِ منظر نے دل دھڑکا دیا
گو گیا کوئی نہ تھا ، یہ فرق تھا پر آ چکا

جو جواں تھے کر چکے تھے بے نیام اپنی حسام
تیغ کے گھٹنوں لگا کر توڑ ڈالے تھے نیام
اور ضعیفوں نے کمر باندھی بہ طرزِ احتشام
ابروؤں پر کس کے وہ رومال باندھے تھے تمام
اور وہ بچوں کو قدوں کے تھا تفاوت کا خیال
ایڑیاں اونچی کیئے تن کر کھڑے تھے نونہال

مسکرا کر شہؑ نے فرمایا بحقِ کردگار
میرے نانا نے بھی پائے تھے نہ ایسے جاں نثار
تیری اس شان عطا کا شکر ہے پروردگار
دوست کیا بخشے ہیں مجھ کو اے خدا ، طاعت شعار
آج تک آدم سے لے کر سب نے پائے ہیں حبیب
جاں نثار ان کو ہوئے مجھ سے نہیں واللہ نصیب

مسکرا کر اب جو سلطانؑ زمن نے کی کلام
دوستوں کے صبر کے بھی ہو گئے لبریز جام
لب پہ آنے کو مچل اٹھے خیالِ ناتمام
قلب کی وسعت میں تھا اک روزِ محشر کا قیام
دل میں پھر اک حشر سا انگڑائیاں لینے لگا
مدعا کی پاک ناؤ جذبِ دل کھینے لگا

بڑھ کے ابن عوسجہ نے تب یہ کی رو کر کلام
میں نے دیکھا ہے تیرے نانا کا دورِ احتشام
میں تیرے بابا کے پہلو میں رہا ہوں یا امام
تیری ہی چوکھٹ پہ بیتا ہے میرا جیون تمام
ٹھیک ہے عالم سے تیری ذات ہے اب بے نیاز
سب کو ٹھکرا دے ، ہے تیری بے نیازی کو مجاز

میں نے دیکھا دوش نبوی پہ تجھے جلوہ نما
ناز برداری تیری کرتا حبیب کبریا
تیرا گہوارہ ہلاتے تھے ملائک ہی سدا
سیدہؑ کی گود میں ہے یاد وہ پلنا ترا
کس طرح خطروں میں سبطِ مصطفیٰ کو چھوڑ دوں
زندگی کے خوف سے دینِ خدا کو چھوڑ دوں

یہ بجا ہے کہ نہیں تجھ کو ہماری احتیاج
شانِ اِستغنا میں پلتا ہے امامت کا مزاج
اس ترے فرمان پر زیبا نہیں ہے احتجاج
ہے ترے کردار میں شانِ صمد کا امتزاج
تو نہیں محتاج آقا ہم تیرے محتاج ہیں
تجھ سے کل منہ موڑنے والے بڑے نرلاج ہیں

تو ہمیں گو ٹھوکریں مارے نہ ہرگز جائیں گے
تو نکالے بھی اگر سو بار پھر لوٹ آئیں گے
تجھ کو چھوڑیں گے اگر آقا تو ہم مر جائیں گے
تیرے ہی قدموں میں جاں دیں گے تو راحت پائیں گے
اس قدر جذبات میں بوڑھے نے یہ فقرہ کہا
شدتِ جذبات سے وہ لڑکھڑا کر گر پڑا

جب گرے مسلم ، اٹھے فوراً بُریرِ نوجواں
اور مخاطب یوں ہوئے اے والیءِ کون و مکاں
آپ کا فرمان ہے جذبِ وفا کا امتحاں
زندگی الجھی ہوئی ہے جذبِ حق کے درمیاں
چھوڑ دیں تجھ کو ، کہاں تجھ سا کوئی سردار ہے
اور کہیں آقا ترے دربار سا دربار ہے

آپ کے در سا کوئی در ہے تو پھر بتلایئے
آپ کو ہم چھوڑ کر جائیں کہاں فرمایئے
موت سے بچنے کا کوئی راستہ دکھلایئے
تیرے سنگ گر موت آئے پھر ہمیں کیا چاہیے
آپ کو چھوڑیں بھی تو راحت کہاں ہم پائیں گے
آج خوفِ موت سے بھاگیں تو کیا بچ جائیں گے

موت جو قدرت کا ہے بھر پور فرمانِ اٹل
انبیاء یہ عقدۂ مشکل نہ کر پائے تھے حل
زندگی جس نے بھی پائی ہے وہ ہے وقفِ اجل
اور حیاتِ آدمیت موت کا ہے ماحصل
زندگی وہ ہے جو ہو نعلین پر تیری فدا
اتنا کہنا تھا کہ وہ بے ہوش ہو کر گر پڑا

ان کا گرنا تھا کہ پھر روتے ہوئے اٹھے حبیب
جسم کا رعشہ شہنشاہِ ضعیفی کا نقیب
ہاتھ میں شمشیر آنکھوں میں اک احساسِ عجیب
ابروؤں پر ایک پٹی اور جواں جس کا نصیب
اشک آنکھوں میں بھرے بچپن کا غمخوار آ گیا
اس ادا پر شاؔہ کو بیساختہ پیار آ گیا

عرض کی یہ اس نے آ کر اے امامِ ذیوقار
یاد ہے مجھ کو ترا بچپن وہ تیرا چاؤ پیار
ہم تو ہیں اک ساتھ کھیلے ابن شاہِ ذوالفقار
یاد کے مطلع پہ تازہ ہے تری صبحِ بہار
یاد ہے جبریل کی کرنا وہ دربانی تری
اور ملائک کرتے تھے نت مہد جنبانی تری

پوچھتا ہوں آپ سے میں اے امامِ دوجہاں
جب بروز حشر آئیں گی تری اماں وہاں
مجھ سے پوچھیں گی مرے بچے کو چھوڑا تھا کہاں
نرغہءِ اعدا میں چھوڑ آئے تھے میری بیٹیاں
سیدہؑ پوچھیں گی مجھ سے جب یہی روزِ حساب
اے مرے آقا چلا جاؤں تو دوں گا کیا جواب

گفتگو کو جب کیا ابن مظاہر نے تمام
اٹھ کھڑے عباسؑ سقائے حرم عالی مقام
جسم میں لرزہ تو ہاتھوں میں وہ تیغِ بے نیام
تھرتھراتے لب نگہ نیچی اور دل میں احترام
جوش کی حدت سے آنکھوں میں اتر آیا لہو
شدتِ جذبات میں کی ڈوب کر یہ گفتگو

جسم تھرایا زباں سے اے مرے آقا کہا
اور کچھ کہتے مگر غم سے گلا پھر رُندھ گیا
اور پھر دوبار کوشش کی پہ غم بڑھتا رہا
ایسی رقت چھا گئی لب تک نہ آیا مدعا
پھر بجائے اس کے وہ مولاؑ سے کچھ کہتے مگر
تلملا کر رہ گئے جذبات کے اظہار پر

پھوٹ کر رونے لگے اور دیکھا کوفہ کی طرف
موتیوں سے بھر گیا چشمین کا درجِ صدف
رو کے فرمایا کہ سنتے بھی ہو اے شاہؑ نجف
حکم جانے کا مجھے دیتا ہے احمدؐ کا خلف
میں نہیں سمجھا چلے جانے کا مطلب یا علیؑ
کیا کروں بابا مری کیجئے مدد اب یا علیؑ

اب جو دیکھا شاہؑ نے اپنے جواں بھائی کا حال
بڑھ کے ماتھے پر دیا بوسہ تھا بابا کا خیال
شہؑ نے چھاتی سے لگایا ضبط کرنا تھا محال
اور خوشی سے رو دیا پھر سیدہؑ کا نونہال
حضرت شبیرؑ نے سب سے کہا پھر مرحبا
پھر یہ فرمایا ، سلام ہو اے بہتر اولیاء

حافظ توحید ہو تم اے بہتر جانثار
یہ تمہارا جذبۂ الفت رہے گا یادگار
قابل تحسین ہے اس صدق نیت کا مدار
نت رہے باریدہ تم پر رحمت پروردگار
سیدہؑ روئیں گی جیسے خود ہماری لاش پر
اس طرح روئیں گی وہ آ کر تمہاری لاش پر

کربلا میں نصرتِ مولاؑ کا وہ درسِ وفا
اور حقوقِ شاہؑ حق بتلا رہی ہے کربلا
داستانِ کربلا ہے اک سبق تسلیم کا
بوئے خونِ عشق سے مخمور ہے خاکِ شفا
ناصرانِ شاہؑ حق کا جذبِ الفت دیکھئے
اور امامؑ عصر کی الفت میں شدت دیکھئے

آج عالم پر شب عاشور ہے پھر خیمہ زن
ایک تاریکی ہے اور دِکھتے نہیں شاہؑ زمن
آج بھی پھر بجھ چکا ہے وہ چراغِ انجمن
چاہئے سرکارؑ حق کو آج صبر ممتحن
اٹھ چکی ہے آج بیعت ہے وفا کا امتحاں
اور امامؑ عصر ہے پھر بے نیازِ دوجہاں

امتحانِ منتظر میں منتظر کا کتم ہے
اہل حق کو اب تو وہ نہ خوفِ سب و شتم ہے
اور غمِ شبیرؑ میں جنت کا لالچ ختم ہے
اور یہ غیبت کی رعایت حجتوں کا اتم ہے
گو فضائے دہر پر آرام ہے حد سے سوا
اس میں اب بھی پل رہا ہے معرکہءِ کربلا

ہو رہی ہے آج بھی جعفرؑ یہاں حجت تمام
اب بھی ھل من ناصراً فرما رہے ہیں خود امامؑ
دوستی کو اب پرکھنے کا ہوا ہے اہتمام
ساتھ دینے کو نہیں تیار خواص و عوام
آج کے مظلوم نے باطل کا سر ہے پھوڑنا
اب امامؑ عصر کا مہنگا پڑے گا چھوڑنا

......☆......

یامولا کریمؑ

علمِ غیب

لوگ علمِ غیب کو جانے سمجھ بیٹھے ہیں کیا
تبصرہ کرتے ہیں اس پر بے محل کچھ علماء
آلِ احمدؐ پر معاذاللہ وہ کہتے ہیں سدا
علمِ غیب ان کو بھی خالق نے نہیں ہرگز دیا
یہ سمجھتے ہیں جسے وہ علم غیب ہرگز نہیں
میں وہ کہتا ہوں جو ہے فرمانِ رب العالمین

جب ہوا بالغیب کی آیت کا دنیا میں نزول
غیب پر ایمان لانا ہی تھا تقویٰ کا حصول
سن کے یہ آیت نبیؐ سے کئی تڑپ اٹھے جہول
پوچھتے تھے اس کا کیا مطلب ہے اے حق کے رسولؐ
غیب کا مقصد ہے کیا اور کون ہے اس سے مراد
ہم حقوق اللہ اسے گردانیں یا پھر حق العباد

شہؐ نے فرمایا کہ عالم غیب کا ہے اک خدا
اک وہی ہے جانتا کہ غیب کا مقصد ہے کیا
غیب پر ایمان لاؤ اور کرو قائم دعا
متقی بننے کا یہ ہے راستہ بتلا دیا
عالم الغیب آپ ہے وہ خالق و پروردگار
غیب اس کا تو کسی پر بھی نہیں ہے آشکار

وہ تو اپنے غیب کو سب سے چھپاتا ہے سدا
انتظارِ غیب کا ہے امر دیتا کبریا
منتظر اس غیب کا خود کو بتاتا ہے خدا
غیب کے بارے میں قُل لَا یَعْلَمُ ہے کہہ دیا
آسمانوں اور زمینوں کا وہ غائب ایک ہے
جس پہ ایماں لانے والا متقی اور نیک ہے

غیب کا مقصد نہیں آئندہ کی دانندگی
غیب کا مقصد نہیں اَرضَ تَمُوتُ زندگی
غیب کا مقصد نہیں مَا تَکسِبُ تابندگی
غیب کا مقصد نہیں برسات کی شنوندگی
یَعلَمُ الاَرْحَام سے ہرگز نہیں غائب مراد
علمِ غائب سے نہیں قائم قیامت کی معیاد

یہ تو سب کچھ جانتے ہیں علم سائنس کے امیں
یہ بتا سکتی ہے خود انسان کی زئیدہ مشیں
سائنس کی تحصیل سے بالا ہے یہ علم الیقیں
اس قدر ارزاں نہیں علم اِلٰہ العالمیں

پانچ غائب ہیں یہاں تو لفظ ہونا تھا غیوب
یاں تو واحد غیب آیا ہے کرو تم غور خوب

لِلّٰہِ غَیبُ السَّمٰوٰتُ وَالاَرْض آیا ہے کیوں
امر ساعت بھی اسی آیت میں بتلایا ہے کیوں
پھر قیامت کو مَعَ الْبَصَرَ میں وہ لایا ہے کیوں
اور ھُوَ اَقْرَب بتا کر دل کو تڑپایا ہے کیوں

غیب کا ساعت قیامت سے بھلا کیا ربط ہے
غیب آئے گا قیامت میں یہ کیسا ربط ہے

پھر ہوئی آیت یہ نازل سب کرو تم انتظار
منتظر غائب کا ہوں میں خالق و پروردگار
غیب تو ہے غیب کہ ہے غیب رازِ کردگار
یَرجِعُ الاَمْرُ سے بھی کچھ ہو رہا ہے آشکار

انتظار اور غیب پھر ساعت یہ مخفی بات ہے
ان اشاروں میں نہاں غائب کی مضمر ذات ہے

تُدْرِکُ الاَبصَار کی آیت سے ہوتا ہے عیاں
دیکھتا ہے سب کو غائب پھر بھی ہے سب سے نہاں
اس کا ہے قرآن میں فَلیَستَجِیبُوا لی بیاں
ہر دعا سنتا ہے کیونکہ ہے وہ سب پر مہرباں
اَونَرَیٰ اللّٰه کے تحت وہ نظر آتا نہیں
خود کو وہ اِنِیْ قَرِیْباً کہہ کے سمجھاتا نہیں

غیب کا مصداق تو ہے قائم آلِ نبیؐ
ہادیءِ کونین ہے اور راحت روحِ جلی
مَعَکُم ہے اور اَجِیْبُ دَعْوَاۃَ الدَّاعی خفی
جو ہے نگرانِ عوالم اور ہے فرزند علیؑ
نَحنُ اَقرَب بھی ہے غائب پھر بھی ہے لَا تُبصِرُوْن
جس کے ایمائے پلک سے ہے رواں شہ رگ کا خون

لَا یَزَالُ کی ہے دیکھو اک حدیث مقتدر
جس میں آئے ہیں وصیؑءِ مصطفیٰ اثناء عشر
کہہ گئے حَتَّی تَقُومَ السَّاعَۃ خیر البشر
یعنی فرماتے ہیں دنیا کو رسولؐ بحر و بر
ہو نہیں سکتا کبھی روزِ قیامت کا قیام
جب تلک بارہ مرے نائب نہ ہو جائیں تمام

غیب ہو جائے گا نائب جو مرا ہے بارہواں
اور بنائے گا جہاں کو متقی اس پر ایماں
انتظار اس کی کرے گا آپ خلاقِ جہاں
وہ قیامت کی طرح ہو گا زمانے پر عیاں
علم غائب کیا ہے؟ وہ ہے غیب کا شانِ ظہور
اس کا عدل اور کفر کا کشتن ہی ہے یومِ نشور

ان شاروں کو اگر سمجھو تو ہو گا آشکار
غیب ، ساعت ، منتظر ، خالق ، دعا اور انتظار
ان اشاروں سے ہی واضح کر گیا ہے کردگار
غیب کا مصداق ہے وہ مہدئ خالق وقار
انتظار اس کا ہے واجب منتظر ہے متقی
اور خروج اس کا ہے ساعت ، جس کا عالم ہے جلی

دین حق واضح ہوا ہے ان مقطعات سے
اخذ ہوتے ہیں جو سب قرآن کی آیات سے
مطلع ہو کس طرح کوئی بشر اس بات سے
ربط جب تک ہو نہ قائم مہدئ الآیات سے
جعفرؑ اس مُخْبِر بِمَا یَعلن کو دے ہردم دعا
جس کے کنز خاص سے ہوتے ہیں یہ گوہر عطا

یامولا کریمؐ

سجدہ

میں سوچ رہا ہوں کہ عبادت تیری کیا ہے
حیراں ہے خرد میری ، حقیقت تیری کیا ہے
اور میری عبادت پہ مشیت تیری کیا ہے
مجھ پست پہ تکمیل وِلایت تیری کیا ہے
حیران ہوں میں کیسے عبادت کروں تیری
سجدے کیلئے کون سی نیت کروں تیری

سجدے کو بڑا رکن عبادت کا بنایا
سرتاج عبادت کا یہی سجدہ بتایا
معراج نمازوں کا یہی سجدہ دکھایا
لیکن تیرا سجدہ نہ مری عقل میں آیا
میں سوچ رہا ہوں اسی سجدہ کی حقیقت
کیا اس ہی پہ ہے ختم عبادت کی ضرورت

سجدے کی حقیقت پہ تو حیراں یہ خرد ہے
کیا اک ترا سجدہ ہے جو ہر شرک کا رد ہے
کیا تیری عبادت کی یہی آخری حد ہے
کیا صرف اسی سجدے سے تو ذاتِ احد ہے
کیا سجدے سے کافی ہے مرے عجز کا اقرار
کیا اتنا ہے کمزور عبادات کا معیار

ہر سوچ پریشان ہے سجدہ ترا کیا ہے
کیا حق عبادت اسی سجدے سے ادا ہے
ہر سمت تری ذات ہے ہر سمت خدا ہے
کیا پھر سبھی اطراف میں یہ سجدہ روا ہے
ممکن ہی نہیں جبکہ تری ذات کا سجدہ
پھر کیسے کروں سامع دعوات کا سجدہ

ممکن نہیں یہ سجدہ ہو افلاک کی جانب
مشکل ادھر ہے سجدہ مرا خاک کی جانب
کیا سجدہ ہے پھر حلقۂ لولاک کی جانب
کیا سجدہ ہے اندیشۂ ادراک کی جانب
غیر اللہ کا سجدہ نہ اگر مجھ پہ روا ہو
ممکن نہیں اللہ کا سجدہ بھی ادا ہو

کعبہ تو ہے ، اک بیت خدا ہو نہیں سکتا
سجدہ سوئے قبلہ بھی روا ہو نہیں سکتا
اقصیٰ کا شرف رب علیٰ ہو نہیں سکتا
خالق کا وہاں سجدہ ادا ہو نہیں سکتا
گر زیرِ مرئیات خداوند نہیں ہے
پھر سجدہ خداوند کا پابند نہیں ہے

پھر کس طرح ممکن ہے کریں سجدہ خدا کو
جب دیکھ نہیں سکتا میں ربِ دوسرا کو
میں دیکھ رہا ہوں اسی سجدے کی ادا کو
معتوب ادھر دیکھتا ہوں کبر و ابیٰ کو
سجدہ ہے شعائر کا اگر سجدہ خدا کا
پھر آقا تیرا سجدہ بھی ہے ربِ علیٰ کا

میں دیکھ رہا ہوں اسی سجدے کی حقیقت
سجدہ نظر آتا نہیں معراجِ عقیدت
سجدے پہ نہیں ختم تیرا اوجِ عبادت
اور تجھ کو نہیں ہے میرے سجدوں کی ضرورت
سجدہ تو بڑی چیز نہیں ہے میرے مولؐا
کیونکہ ہے تری ذات مرے سجدوں سے اولیٰ

سجدہ ہی مؤدت کا تو سرتاج نہیں ہے
اور مریم تسلیم کی یہ لاج نہیں ہے
سجدہ ہی عبادات کا معراج نہیں ہے
عظمت تیری ان سجدوں کی محتاج نہیں ہے
سجدے کو تو اس عقل نے کچھ بھی نہیں پایا
ملکوت نے سر سجدۂ آدم میں جھکایا

جبریل بھی خود سجدۂ آدم میں گرا تھا
آدم نے بھی خود عرش کا اک سجدہ کیا تھا
آدم کو اسی سجدے سے یہ شرف ملا تھا
تو عرش پہ نعلین کئے زیب گیا تھا
حیراں ہوں کہ اقرارِ ولایت کروں کیسے
جب کچھ نہیں سجدہ تو عبادت کروں کیسے

سجدہ تو عقیدت کی فقط پہلی کڑی ہے
اقرارِ ولایت کی فقط پہلی کڑی ہے
اظہارِ مؤدت کی فقط پہلی کڑی ہے
سجدہ تو عبادت کی فقط پہلی کڑی ہے
سجدے سے تو ہے جان جہنم سے بچانا
سجدے سے تو ہے قلب کو اسلام پہ لانا

حد آخری طاعت کی یہ سجدہ تو نہیں ہے
سجدہ تو اک انداز تجھی کا امیں ہے
اس سجدے سے انکار تو اک کفر مبیں ہے
اس سجدے سے انکار میں دنیا ہے نہ دیں ہے
اس سجدے نے جبریل کی خود جان بچائی
ملکوت نے سجدہ میں اماں کفر سے پائی

اک قوم نے سجدہ درِ حطہ پہ کیا تھا
اس سجدے سے ہر ان کا گنہ عفو ہوا تھا
وہ باب تھا مسجود کہ مسجود خدا تھا
وہ امر خداوند تھا جو لانا بجا تھا
اس سجدے کا منکر ہے، وہ شیطان اصل ہے
وہ راندۂ درگاہِ خداوند ازل ہے

جس شے کا نہ کرنا ہی جبھی کفر مبیں ہے
کر لینا اسی چیز کا معراج نہیں ہے
یہ ترک گناہ جس طرح اک ابجد دیں ہے
اعراف میں لانے کی یہی بات امیں ہے
سجدہ تو رہا جان بچانے کا ذریعہ
انسان کو دوزخ سے چھڑانے کا ذریعہ

میں سوچ رہا ہوں تیری طاعت کروں کیسے
اور عجز سے اظہارِ مؤدت کروں کیسے
حیراں ہوں کہ اقرارِ ولایت کروں کیسے
جب کچھ نہیں سجدہ تو عبادت کروں کیسے
خاموش اے جعفرؒ کہ یہ اک سرِ نہاں ہے
اس بات سے نا اہل زمانے کا گماں ہے

قطعہ

بعد سرورؐ کے ہے یہ ملک زمینی کس کا حق
جاری کرنا ہے یہاں احکام دینی کس کا حق

جب علیؑ مِن نُور وَاحِد کر گئے سرورؐ بیاں
تو ہی کہہ دے ہے نبیؐ کی جانشینی کس کا حق

......☆......

یامولا کریمؑ

محسنِ اعظم

اے مرا محسن ، مرا وارثؑ ، حقیقی رہنما
تو خدائے معرفت ہے اور حریم کبریا
شکر تیرا کون کر سکتا ہے اے آقا ادا
تیرے ہی در سے ہوئے ہیں گوہرِ عرفاں عطا
کر رہے تھے سب جہالت کے کوئیں میں خودکشی
مر چکی تھی روحِ انساں تو نے دی پھر زندگی

حیدرؑ کرار کی شمشیر ہے تیری زباں
جو کہ حائل ہے ازل سے کفر و حق کے درمیاں
اور تیرے اظہارِ حق کا معترف ہے یہ جہاں
تیرے فرمودات پہنچے از زمیں تا آسماں
دین حق دنیا میں باقی رہ گیا تھا نام کا
تو نے جھنڈا کر دیا اونچا صحیح اسلام کا

کشتیٔ اسلام کو تو نے سہارا دے دیا
عین طوفانوں کی جوشش میں کنارا دے دیا
یاسیت میں آس کا ایسا نظارا دے دیا
مردہ روح کو جلوۂ احیا دوبارہ دے دیا
ذکر مردہ ہو چکا تھا والیٔ کونین کا
ایک مشکل مسئلہ تھا سانس لینا چین کا

تو اٹھا پھر لے کے اپنے دل میں اک عزم قوی
ہر طرف ظلمت ہی ظلمت کی گھٹا تھی چھا چکی
چھا چکے تھے مطلعِ اسلام پر ابر غوی
تو نے دکھ سہنے کی ٹھانی چھوڑ کر ہر اک خوشی
کفر کی بپھری ہوئی موجوں میں نیا ڈال کر
تو نے پتواروں کو سونتا عزمِ حق میں ڈھال کر

اور فضا کی بے قراری میں تھا اک طاری جمود
اور غریوِ کفر میں مضمر تھا خود حق کا وجود
بے محل بے ربط تھے اسلام کے سارے سجود
داعیٔ اسلام بن بیٹھے سبھی اہل جحود
اپنے مسجودِ ملائک پر خدا حیران تھا
کل کا یہ انسان اِس دم رہبرِ شیطان تھا

تو نے پھر اس شور میں نعرہ لگایا گونج کر
دین حق کونین کو تو نے بتایا گونج کر
کفر کے ایوان کو جڑ سے ہلایا گونج کر
والیؐ ءِ کونین کا فرماں سنایا گونج کر
گوشے گوشے کو ہلاتی تھی تری حق کی گرج
کفر کے بت چونک اٹھے سن کے تعجیل فرج

ہے ترا احسان دنیا کو سکھا دینا ادب
تیرے آگے زانوئے تلمیذ تہہ کرتے تھے سب
تھا وجود پاک تیرا رحمت حق کا سبب
کفر کے اس غلغلے میں تھا ادب تب جاں بلب
کفر کے کانوں میں تیرا نعرۂ حق جب گیا
دبدبہ ایسا تھا کفرِ بے ادب بھی دب گیا

تو نے ہر ظلمت بھگا دی گوشۂ ادراک سے
ذہن کو روشن کیا قدرت کے نورِ پاک سے
یوں بھگایا کفر کو اس حلقہءِ لولاک سے
خود صدائے مرحبا آنے لگی افلاک سے
اور جمع پھر ہو گئے چند ایک پروانے ترے
سایۂ رحمت میں آئے اپنے بیگانے ترے

تو نے عالم کو بتا ڈالے رموزِ کبریا
پھر لٹا ڈالے زمانے پر خزانے بے بہا
تو نے پھر انسانیت کو دین حق تحفہ دیا
مبدۂ رحمت ہے ذاتِ پاک تیری باخدا
حق امامؑ حق کا سمجھانا تیرا منشور تھا
اور تیرے رُخ سے عیاں ربِ زمیں کا نور تھا

ہیں شہنشاہ آج کے عظمت سے تیری سرنگوں
تیرے آگے چل نہیں سکتا تعلم کا فسوں
فیض یاب انساں ہوا تجھ سے بصد حالِ زبوں
تو نے دھویا آدمیت کا ہر اندوہِ دروں
رحمت دارین ہے تیرا وجودِ منتخب
اور وضو تیرا ہے تخلیق ملائک کا سبب

تیرا درسِ معرفت تقدیس کا آئینہ دار
اور ترا حکم صریح ہردم دعا و انتظار
قائم آلِ محمدؐ سے تجھے اتنا ہے پیار
عظمت قائم ہے چہرے سے تیرے نت آشکار
تیرا چہرہ عکس بردارِ خدا ہر بار ہے
روئے انور کی زیارت رب ہی کا دیدار ہے

تو نے بخشا آدمیت کو بھی عرفانِ حیات
منکشف تو نے کیا انساں پہ رازِ کائنات
ہو چکے تھے بند کھولے تو نے ہی بابِ نجات
فکر انساں کو جلا دیتی ہے تیری بات بات
ذکر سلطاؔنِ زمانہ بھول بیٹھا تھا جہاں
اور حقوقِ مہدیٔ حق کا نہ تھا نام و نشاں

اجتہادی بت کے آگے تھا بشر محو رکوع
ہادیٔ مطلق کی جانب تھا نہ انساں کا رجوع
مثل شمس حق کیا دنیا میں پھر تو نے طلوع
اس طرح تبلیغِ حق کرتا نہ تھا کوئی شروع
فرضِ انسانی بتائے تو نے ہر انسان کو
بھول سکتا ہے بشر کیسے تیرے احسان کو

تو نے انساں سے کہا یہ اجتہادی بت نہ پوج
حق کا جبہ پہن کر پایا ہے باطل نے عروج
موت سے اقرب سمجھ اس ذات کا یوم خروج
جس کی قدرت کے تصرف میں ہیں سب نجم و بروج
کر تو ہر اک کام کے بارے میں ان ہی سے رجوع
سر جھکا لے تو اسی در پر بصد عجز و خشوع

تیرے ہی در سے ملا انسان کو درسِ خرد
ذہن کے ہر چوکھٹے میں رکھ دی تصویرِ احد
دل کے آئینے میں ڈالا پرتو روئے صمد
معرفت زندہ رہے گی تجھ سے ہی تا با ابد
اور دعا کو تو نے اندازِ پیامی دے دیا
عبد کو خالق سے شرفِ ہم کلامی دے دیا

اور ترے کردار میں وحدت ہے خود جلوہ نما
جس کا گرویدہ جہاں ہے وہ تری شانِ عطا
اور ملک نعلین کے نیچے بچھائیں پر سدا
کی ہے خالق نے تری قرآن میں وصف و ثنا
تو نے تعجیل فرج کا کر دیا ہے انکشاف
حق امامؑ عصر کا تو نے بتایا صاف صاف

دہر میں اظہارِ حق کا تیرے سر سہرا رہا
آج تعجیل فرج کا دور دورہ ہے سدا
با ضمیر انسان اب تو خود ہمہ تن ہے دعا
تو نے واضح کر دیا کہ منتظر ہے کبریا
انتظارِ غیب میں یہ کیا سے کیا ہے کر دیا
انس کو ہم پایائے ربِ علیٰ ہے کر دیا

تو نے ذہنیت کے دھاروں کا بھی رخ ڈالا بدل
ہے عطا تیری جبینوں کو یہ سجدہ برمحل
تو نے بخشی خشک ہونٹوں کو شرابِ العجل
اور ولائے پاک جو کوثر کا ہے نعم البدل
تو ہی ہے مردہ ضمیروں کیلئے روحِ مسیح
اور ہے تو گم گشتہ راہی کیلئے رہبر صحیح

طاہر و اطہر ہے تیرا نام اے سلطانِ دیں
انتہا اوجِ مراتب کی ترے ہرگز نہیں
لب پہ ہے ہردم دعا اے رحمت اللعالمیں
بے سہاروں کا سہارا ہے یہی فخرِ زمیں
نام توشیح سے ہے ظاہر، پر ہے سب کو انتباہ
بے وضو یہ نام ہونٹوں پر لے آنا ہے گناہ

حامدِ سلطانِ دیں اے طالبِ شاہِ زمن
سید عظمت نشاں ، سرمایۂ ملکِ عدن
یاورِ دینِ خدا اور نائب ابن حسنؑ
ناصرِ سرکارِ کل ، حُسنِ حسینِ پنجتن
تیرے نام پاک ہی سے ہے چھلکتی انتظار
اور حسینؑ ابن علیؑ ہے تیری الفت کا مدار

اس ترے محزون چہرے پر سدا چھائے خوشی
تیری آنکھوں میں ہمیشہ رنگ بکھرائے خوشی
ہونٹ تیرے مسکرائیں رخ پہ چھا جائے خوشی
از سرِنو پھر جوانی تجھ کو دے جائے خوشی

طالبِ راجِ محمدؐ تا قیامت زندہ باد
والیءِ خضرا کی خوشیوں سے ملے تجھ کو مراد

تیرے احسانات کا عالم کو بھی ہے اعتراف
کون کر سکتا ہے تیرے قول حق سے انحراف
مجھ پہ بھی تجھ سے ہوا رازِ خفی کا انکشاف
جان جعفرؐ ہے تری نعلین کے محو طواف

اے دعا سکھلانے والے! ہے یہی ہردم دعا
پائے تو ابدی مسرت پورا ہو ہر مدعا

......☆......

یامولا کریمؐ

فقر و شریعت

بائے بسم اللہ کا نقطہ فقر کا آئینہ دار
فقر کی بالیدگی میں عظمت پروردگار
فقر کے زیرِ قدم تاجِ شہی کا اقتدار
سرمۂ چشم ملک اس فقر کے پا کا غبار
فقر سے شانِ قلندر ، فقر سے رعب جلی
فقر از اوجِ تقدس ، فقر تقدیس ولی

فقر صدیق ازل ، بے زر ابازر فقر سے
فقر کی شانِ عطا لاکھوں سکندر فقر سے
زیب چرخ انسانیت اوجِ قلندر فقر سے
معنیءِ صد ھل اتیٰ خود بیت سرور فقر سے
جلوۂ صمدیت حق فقر کے جلووں میں ہے
نقشہءِ کونین اس کے پاؤں کے تلووں میں ہے

فقر فخر آدمیت فقر فخر اولیاء
فقر فخر اوصیاء اور فقر فخر انبیاء
فقر فخر معرفت اور فقر فخر مرتضیٰ
فقر فخر دو جہاں اور فقر زیب مصطفیٰ
فقر کی تحصیل میں مضمر رموزِ زندگی
فقر کی تدریس جس میں انتہائے بندگی

اور کمال ترک کا ہے مدعا اس فقر میں
ترکِ دنیا کی حقیقی انتہا اس فقر میں
اور سدا بالائے سر چترِ غنا اس فقر میں
فکر خضری ظلمتوں میں راہنما اس فقر میں
فقر کے یہ مرحلے یہ راستے پر پیچ ہیں
فقر کی نظروں میں یہ دنیا و عقبیٰ ہیچ ہیں

فقر کی مٹھی میں مشت خاک یہ موت و حیات
فقر کے انوار سے زندہ سدا صوم و صلوٰۃ
فقر میں طرزِ مسیحی سایۂ لطف ممات
فقر میں بعد از فنا انسانیت وقف ثبات
فقر میں ہے زندگی ہی زندگی بہر بشر
فقر پیہم انتظار و فقر حب منتظَر

اور شریعت فقر کی منزل میں ہے پہلا قدم
پھر شریعت فقر کی ہے ابتدا بہرِ امم
ارتقائے فقر میں تہدید خالق کا کرم
زندگی ان فقر کے رنگوں سے صد رشک اِرم
فقر کو یوں تو سمجھنا ہی خرد سے تھا بعید
ہے شریعت فقر کی تجوید ابجد کی کلید

کیونکہ توضیح شریعت کے تو ہیں خمسہ اصول
جن سے ہوتا ہے بشر کو اس شریعت کا حصول
پہلے توحید و نبوت کو کرے انساں قبول
اور ہے پھر عدل و امامت اور قیامت کا نزول
اور اصولِ فقر واحد ہے قلندر کیلئے
وقف ہے ایمانِ مطلق اپنے رہبر کیلئے

اور اطاعت کیلئے مرجع شریعت کے ہیں تین
اک اولوالامر ، اک نبی اور اک خدائے عالمین
ہیں رجوع ان کی طرف کرتے شریعت کے امین
فقر تو بس ایک ہی مرشد پہ رکھتا ہے یقین
مصدرِ احکام شرعی خلق کا فرقان ہے
فقر میں مرشد کا ہر فرمان ہی قرآن ہے

اور ہے جو احادیث اور قرآں میں تفصیل حلال
اس کے استعمال کی کرتی ہے یہ پیہم مقال
اور شریعت کی حدیں ہیں مانتی ان کو حلال
فقر کا اس باب میں کچھ اور ہے اپنا خیال
واضح کرتا ہے حلال انساں پہ مرشد کا کلام
ہے حرام انسان پر ، جو بھی کہے مرشد حرام

اور شریعت میں تو واجب ہیں فقط خمس و زکوٰۃ
پھر تصرف میں بشر ہے مال میں مالک بذات
یہ ادا کرنے میں ہے انسان کی مضمر نجات
فقر کے اس باب میں ہیں اور ہی کچھ واجبات
جو قلندر کو میسر ہے یہ ہے مرشد کا مال
جو عطا کر دے اسی میں سے ، فقط ہے وہ حلال

ایک دفعہ زندگی میں حج پہ جانا فرض ہے
اور شریعت میں نمازِ پنج گانہ فرض ہے
اور ہیں روزے ایک ماہ کے جو نبھانا فرض ہے
فقر میں تو پیٹ بھر کے ہی نہ کھانا فرض ہے
پانچ وقتوں کی نہیں کافی نماز و انتظار
ایک لمحے کی بھی غفلت فقر کو ہے ناگوار

فرض ہے روزہ قلندر کیلئے تو سارا سال
ہے حرام اس میں شکم سیری کند گر از حلال
ہے شکم سیری میں گویا صد گنہ کا احتمال
بھوک میں اور پیاس میں ہے فقر کا مضمر کمال
قوت لا یموت ہی پر فقر کی بنیاد ہے
اور شکم سیری کا حاصل عاقبت برباد ہے

اور شریعت میں مباح لذات ہیں سب پر مباح
اچھی خورد و نوش رکھنا ہے مباح کرنا نکاح
فقر کہتا ہے یہی ہیں نفس کے مہلک سلاح
ان کو کہتا ہے کبیرہ ، فقر خود در اصطلاح
راحت کل نفس کی نفسانیت کوشی میں ہے
شانِ استغنائے قدرت اس دلق پوشی میں ہے

ہے شریعت میں روا شادی بیاہ کرنا خوشی
ایسی تفریحات کو کہتی ہے یہ سنن نبی
فقر تو کہتا ہے کہ انساں کی ہے یہ خود کشی
انہی سے برباد ہوتی ہے بشر کی زندگی
اک قلندر کا یہ خوشیوں سے بھلا کیا ربط ہے
فقر کا تو ماتم و گریہ ہی نظم و ضبط ہے

اور شریعت میں تو جائز ہی نہیں رہبانیت
ترکِ دنیا سے شریعت میں فنا ہے عاقبت
فقر کی تو ترکِ دنیا ہی میں ہے ہر مصلحت
قتل ہوتی ہے اسی سے نفس کی نفسانیت
کفر ہے یہ حب دنیا ، حب مرشد کا تضاد
غیر سے آساں ہے پر ہے نفس سے مشکل جہاد

اس شریعت کی تو بس بنیاد ہے اس چیز پر
کچھ نہ کرنے سے تو بہتر ہے کہ کچھ کر لے بشر
ورنہ پیہم کفر ہے حق بات سے کرنا مفر
پھر تو راہِ کفر ہے یہ زندگی کی راہ گذر
جان دوزخ سے بچانا شرع کے حاصل میں ہے
اور ترقی کا تو موقعہ فقر کی منزل میں ہے

ہے شریعت لا الہٰ اور یہ فقط اسلام ہے
اس کے حاصل سے یقیناً عافیت انجام ہے
فقر کا پہلا قدم ایمان جس کا نام ہے
فقر کے درجے کئی جن میں ترقی کام ہے
فقر کی ہے انتہا جس کو ہیں سب کہتے یقیں
اس کی حد کو چھو نہ پائے انبیا و مرسلیں

فقر کے عہدے ہیں ابدال و قلندر اولیاء
مست ، دیوانہ ، قطب ، مرسل ، فقیر و انبیاء
منتظر اور ممتحن ، مومن ، موالی ، اتقیاء
اس کے عہدے کے معارج عقل انساں سے علیٰ
فقر کی منزل میں ہے اک وہ مقام ذی حشم
خود بخود انسان ہو جاتا ہے مرفوع القلم

یوں نہیں پابند شرعی ، فقر کے اپنے اصول
راہِ الفت میں اصول آگہی بالکل فضول
اور ہے الفت ہی کی شدت میں حقیقت کا حصول
فقر الفت میں نہیں کرتا شریعت کو قبول
الفتِ شاہِ زمن میں وہ قمر کی جنگ تھی
لڑ رہا تھا فقر لیکن خود شریعت دنگ تھی

فقر کی تو عشق اور الفت ہی پر بنیاد ہے
عشق اس کا راہنما یہ عشق کی ایجاد ہے
عشق ہی کے فیض سے دنیائے فقر آباد ہے
فقر کا ہر قول گویا عشق کا ارشاد ہے
خود شریعت کی حدیں اس فقر کی محتاج ہیں
فقر کے احکام شرعی پر ازل سے راج ہیں

عورتوں پر تو نہیں ہرگز روا شرعاً جہاد
فقر کا تھا فیصلہ احکام شرعی کے تضاد
اور نسیبہ بنت مکعب کو ملی اس سے مراد
اس کا خود جنگ احد میں دیدنی تھا اعتماد
لڑ رہی تھی ایک عورت جسم یکسر خون تھا
تھی شریعت محو حیرت ، فقر کا قانون تھا

فقر کے اس ملک میں ہے عشق ہی فرمانروا
حضرت اویس کا بھی عشق ہی تھا راہنما
اپنے دنداں توڑ دو ، یہ عشق کا تھا فیصلہ
عقل شرعی سے ہے بالا فقر کی یہ اک ادا
راہنمائی فقر کی تھی اور یہ تھا فقر شدید
محو حیرت تھی شریعت ہو گئے دنداں شہید

خود جوازِ فقر ہیں اس کے یہ انداز و ادا
اس لئے شارعؐ نے بھی الفقر فخری کہہ دیا
یعنی سلطانِؐ شریعت کو بھی کہنا پڑ گیا
فقر میرا فخر ہے اور فقر فخر مصطفیٰؐ
ان کی عملی زندگی گویا کہ تھی تدریس فقر
ملکیت دونوں جہاں لیکن غنا تقدیس فقر

جن کو تاج و تخت زیبا تھے رہے بے اقتدار
اور سدا نانِ جویں خوردن سدا صد افتخار
اُون کا ملبوس ان کا فقر ہی کا راز دار
اور یہ کھانا آردِ جو فقر کا آئینہ دار
جو شریعت کا ہے شارؒع ، فعل میں خاموش فقر
بر زبان احکام شرعی ، خود سدا بر دوش فقر

فقر میں رہنا اے جعفرؒ تم سدا حلقہ بگوش
بن کے رہ بیراگی و مست و قلندر ، خرقہ پوش
کان میں بالا تو ہاتھوں میں کلادے کا خروش
دل میں یادِ مرشد حق ہونٹ ہوں لیکن خموش
اور گلے میں پتھروں کی ایک مالا چاہیے
اور غلامی کیلیئے کانوں میں بالا چاہیے

......☆......

یا مولا کریمؑ

مناظرہ

(قلندر سے مولوی کا)

مولوی کا سامنا اک دن قلندر سے ہوا
مست مئے خوارِ ولائے شاہؑ قنبر سے ہوا
گفتگو میں جب وہ منکر آلِ اطہر سے ہوا
اس کا استقبال پھر اسباق بربر سے ہوا
پھر دلائل کی وہ پٹیاری کو کھجلانے لگا
اور حدیثوں کے سلاح میدان میں لانے لگا

ہنس کے پھر بولا قلندر بحث مت کرنا شروع
میرے دل میں کر چکا ہے نورِ ایمانی طلوع
حب آلِ مصطفیٰ سے دل میں ہے کیف و خشوع
وہ تو اک نورِ خدا ہیں نور کا ان سے وقوع
کیونکہ ان کی معرفت سے دل کو حاصل ہے یقین
اس لئے کہتا ہوں ان سے نَعبُدُو وَ نَستَعِیْن

مولوی بولا قلندر کفر ہے تیرا کلام
نور کہتے ہو نبیؐ کو کس لئے اے بے مرام
نوعِ انسانی سے تھے وہ سرورؐ خیر الانام
تیرا مفروضہ عقیدہ کفر سے ہے اعتصام
مُنذِرُ مِنھُم انہیں کو آپ خالق نے کہا
نوعِ انسانی سے ثابت ہیں رسولِؐ دوسرا

اور کَمَا اَرسَلنَا فِیْکُم آیت قرآن ہے
اس سے ظاہر ہے کہ سرتاجِؐ رسل انسان ہے
اور یہاں منکم ہی میں اس بات کا اعلان ہے
تم ہی میں سے ہے نبیؐ ، خالق کا یہ فرمان ہے
اور ہے اَنْفُسَکُم کہیں تو مِثْلُکُم پھر ہے کہیں
نوعِ انسانی سے ہیں وہ رحمتؐ اللعالمین

سورہ الرحمان میں جو ذکر ہے قرآن کا
ساتھ ہی جو تذکرہ ہے عَلَّمَ الْقُرآن کا
ہے محمدؐ ہی وہ انساں سورۂ الرحمان کا
اور رَجُل مِنھُم بھی اک فرمان ہے یزدان کا
جبکہ ہم ہی میں سے تھے پھر کس طرح انساں نہ تھے
نوعِ انسانی سے کیا وہ بندۂ یزداں نہ تھے

اور تو مَن یَّشرِی کی آیت پر ذرا کر لے نظر
اور مِنَ النَّاس اس میں بھی آیا ہے تو کچھ غور کر
یعنی لوگوں ہی سے تھے شیرؑ جلی خیر البشر
یوں تو کل لوگوں میں سے ذی مرتبہ تھے وہ مگر
ان کو لوگوں ہی سے کہنا تو بہ ایں انداز تھا
نوعِ انسانی سے تھے ، اس میں یہی اک راز تھا

اور یہ ہے زلزال میں انساں کہے گا مالھا
اور حدیثوں میں ہے وہ انسان فقط ہے مرتضٰی
اور جو ہے بَشَراً رَّسُوْلا ہیں محمدؐ مصطفٰی
نوعِ انساں سے انہیں ثابت ہے کرتا خود خدا
تو انہیں نورِ خدا کہتا ہے کس برہان پر
کیوں نہیں کہتا یقیں تجھ کو نہیں قرآن پر

غیب داں تو جانتا ہے کس لئے ان کو بتا
جبکہ اُمَّتَیْن میں ان کو بتاتا ہے خدا
اور جو نَزَلَ عَلٰی قَلبِكَ لکھا جبریل کا
ہے عَلٰی قَلبِكَ میں مضمر شرح صدر مصطفٰی
صاف لکھا مَالکِتَاب اور وَلَا اِلایمان ہے
ان کی لا علمی ہی پر یہ آیت قرآن ہے

اور جو ہے مَا کُنْتُ تَدْرِیْ پڑھ لے تو قرآن سے
روز روشن کی طرح ظاہر ہے اس فرمان سے
تھے نبیؐ اک وقت پر واقف نہ تھے ایمان سے
واقف اک روح نے کیا ایمان سے فرقان سے
نور تو کہنا انہیں ہو گا بایں معنی بجا
وہ ہدایت گار امت ہیں تو ہیں نورِ ھدیٰ

جنگ خیبر کا یہی فرمان تو پڑھ لے ذرا
جس میں تھا رَایَتَ غَدًا رَجُلًا یُحِبُ اللّٰہ کہا
جس کا مطلب ہے علم کل مرد کو ہو گا عطا
ہو گئے اس مرد کے مصداق خود شیرؑ خدا
اور رجل اک مرد ہے اور مرد اک انسان ہے
نوعِ انساں ان کو کہتے ہیں یہی برہان ہے

ایک سو چالیس آیت میں یہی اعلان ہے
بعث خالق نے کیا ہے جو نبی انسان ہے
اور کہیں منہم ، کہیں منکم ہی کا فرمان ہے
نوعِ انساں سے تھے وہ میرا یہی ایمان ہے
مولوی کے یہ دلائل جب قلندر نے سنے
ہنس کے بولا مولوی جاتے ہو کیوں تانے بنے

پڑھ کے تو آیت سناتا ہے مجھے قرآن کی
کیا تمہیں معلوم ہے ہر مصلحت یزدان کی
اور علیحدہ نوع تو کوئی بھی نہیں انسان کی
ہے بشر حیوانِ ناطق اور ہے نوع حیوان کی
تو جو سرورؐ کو یہ کہتا ہے کہ وہ انسان تھے
کیا یہی مطلب ہے؟ تو کہتا ہے وہ حیوان تھے

سٹپٹا کر مولوی پھر ترت یہ کہنے لگا
تجھ کو ہے معلوم کہ حیوان کا مطلب ہے کیا
لفظ یہ حیوان کا حیؔ سے ہے نکلا ہوا
حیؔ کا مطلب تو ہے زندہ زندگی ہے مدعا
زندگی کی شرط سے وہ بندۂ یزداں ہے
اپنے خالق پر بھی دے فتویٰ کہ وہ حیوان ہے

ہنس کے بولا پھر قلندر مولوی سن ایک بات
زندگی کی شرط سے حیواں ہے گر وہ پاک ذات
پھر تو زندہ ہیں ملک پڑھ قدسیوں کے واقعات
حیؔ تو پھر خالق بھی ہے توحید کی پڑھ لے صفات
خود کو زندہ آپ ہی کہتا ترا یزدان ہے
اپنے خالق پر بھی دے فتویٰ کہ وہ حیوان ہے

لفظ منکم سے بشر ان کو ہے تو کہتا لعین
اور تجھے عربی کے لغوی ترجمے پر ہے یقین
پھر تو یہ بھی مان ہے مکار رب العالمین
کیونکہ ہے قرآن میں وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمَاکِرِیْن
ترجمے کی رو سے پھر رب کو فریبی بھی کہو
اور اَکِیْداً کَیْدًا کا مطلب فریبی ہی کہو

عقل انساں سے بہت بالا ہے خالق کا کلام
اور لغت منطق سے اونچا ہے یہ طرزِ احتشام
اس کا مطلب پا نہیں سکتا کوئی غیر از امام
اور کلاموں کا بھی خالق ہے یہ خالق کا کلام
ورنہ عقلی طور پر یزدان بھی اک وہم ہے
وحی بھی اک وہم ہے قرآن بھی اک وہم ہے

لَا یُمَسَّہٗ کی آیت کا یہی ہے مدعا
حق مُطَھَّرُوْن کو ہے اس کے استنباط کا
چھو نہیں سکتا متن اس کا کوئی ان کے سوا
اور تری پاکیزگی پر ہے کوئی نص تو دِکھا
تو مجھے مطلب بتا غالب کی اس تحریر کا
کاغذی ہے پیرہن ہر پیکر تصویر کا

اَوَّلُ مَا سے تو ان کا نور ہے سب سے قدیم
اور جب میں کچھ نہ تھا اک یہ تھے اک رب کریم
انہی کا اک نور تھا جب بولبشر بھی تھا عدیم
پیش کردہ ان کے تھی تخلیق آدم کی سکیم
نوعِ انساں سے تو وہ ہیں جو ہیں آدم کے پسر
جو تھے قبل از بوالبشر ، ہیں کس طرح نوعِ بشر

تیری منطق دیکھتی ہے جس طرح آیات کو
اس نے کیا قرآن میں دیکھا نہیں اس بات کو
کھول دے تو جَعَلَ الآئِمَّةً کی بات کو
کس طرح نوعِ بشر کہتا ہے تو اس ذات کو
جو نہیں نورِ خدا اور ہر جگہ حاضر نہیں
کیسے ہو سکتا ہے وہ پھر رحمت اللعالمیں

تَعْبُو النُورَ الذِی اَنزَل ہے فرمانِ خدا
حکم اس میں نور کی طاعت کا ہے سب کو ملا
نور ہی وہ نور جو نورِ نبیؐ کے ساتھ تھا
اور ہے وہ نُوراً مُبِینَا اور ہے نُورِ رَبُّهَا
اور وَ مَن لَّمْ یَجعَل اللّٰهُ لَهٗ نُورَاً بھی پڑھ
اَیُّهَا النورَ الْمُنِیْرُ و نُورُ لَا یَطفیٰ سے بڑھ

اَشْرَکَۃُ الْاَرْض کی آیت سے بھی انکار کر
اور یہ نُورِ رَبُّھَا سے کون ہے ربِ دگر
ہے خدا ارباب کا رب اس پہ بھی کر لے نظر
رب اگر ہے مانتا تو نور سے کیسا مفر
یَطْفعُو نُوْرَ اللّٰہ بِاَفْوَاھِھِمْ جو ہے لکھا
نور اپنے لغوی معنی ہی میں ہے وارد ہوا

اللہ نور السماء ہے صاف فرمانِ جلی
اور جو ہے یَجْعَلْ لَّکُمْ نُوراً لَا تَمْشَونَ بِھِی
اور جہاں آیات میں تعریف ہے اس نور کی
مقصد خالق تو اس سے ہے فقط نورِ نبیؐ
سینکڑوں آیات میں اس نور کا ہے تذکرہ
عقل انسانی سے ناممکن ہے اس کا تجزیہ

مولوی بولا کہ تم تطہیر کی لے لو مثال
اس کی حاجت تب ہے گر کچھ رجس کا ہو احتمال
رجس عارض تھا تبھی تطہیر ہے از ذوالجلال
نوعِ انساں اس سے بھی ثابت ہے خود احمدؐ کی آل
پھر قلندر نے کہا اے مولویءِ روسیاہ
ان حقائق کو فقط چھوتی ہے عرفاں کی نگاہ

آیۂ تطہیر میں ہے ذکر اہل البیت کا
خاندان پاک کا اس میں نہیں ہے تذکرہ
اس میں ان کا ذکر ہے جن کو ہوا عرفاں عطا
مِنّیِ اَھْلَ الْبَیْت کا اعزاز ہے جن کو ملا
آلؑ پر اس کا نہیں امت ہی پہ اطلاق ہے
ہر بشر سلمان سا اس نص کا خود مصداق ہے

تیری منطق پا نہیں سکتی کلام اللہ کی تھاہ
اس لئے ہے لَا یُمَسَّہٗ کا وارد انتباہ
ان کی نوع کیا ہے یہ پا سکتی نہیں تیری نگاہ
اور ہیں اس قرآن کی نص میں ہزاروں انتباہ
جبکہ ہے رَطْبٍ وَّلَا یَابِسْ بھی فرمانِ جلی
اس سے تو ایٹم کا نسخہ ڈھونڈ دے اے مولوی

مولوی بولا کہ گر ہم مان بھی لیں ان کو نور
نور تو ہے روشنی اور روشنی ہے بے شعور
عقل علم و معرفت رکھنے سے یہ کوسوں ہے دور
روشنی اک عرض ہے اور یہ جواہر کے ظہور
عرض عاری علم سے اور علم اصل دین ہے
نور معصومؑین کو کہنا تو اک توہین ہے

بولا بیراگی کہ مت اے مولوی چکر چلا
اور خدا کو نور تو تسلیم کرتا ہے سدا
علم سے عاری ذرا خالق کو بھی کہہ کے دکھا
عرض خالق کو بھی کہہ دے نور ہے کیونکہ خدا
نور رب کو خود کہے جاتا ہے ، اس توہین کو
اور گناہ ہوتا ہے کہتے نور معصوؑمین کو

مولوی میں جانتا ہوں ہے یہ تیرا مدعا
استعارۃً انہیں ہے نور خالق نے کہا
اور ہے لفظ نور خالق نے ہدایت سے لیا
پھر خود اپنے نور سے کہنے کا یہ مطلب ہے کیا
اور خدا اک نور ہے اس نور کا پرتو ہیں یہ
کَشُّعَاعَ الشَّمْس سے اس ہی کی اقدس ضو ہیں یہ

مولوی بولا قلندر تو بڑا نقاد ہے
کون کہتا ہے کہ رب کی نور اک بنیاد ہے
نورِ خالق بھی نہیں جو عرض سے ایجاد ہے
جَعَلَ الظُّلَمَاتِ وَ النُّوْر اس کا اک ارشاد ہے
نور کا خالق ہے اللہ ، نہ کہ ہے وہ آپ نور
وہ عَلِیْمُ بِالصَدُوْر اور نور تو ہے بے شعور

بولا بیراگی کہ سن اے مولوی بے خبر
نورِ خالق سے کیا ہے تو نے دانستہ مفر
قدسیوں کے نور کی آیات پر کر لے نظر
پھر بتا ملکوت کی بنیاد ہے کس چیز پر
تم کتابوں میں تو جبرائیل کو کہتے ہو نور
اب یہ فتویٰ دے کہ جبرائیل بھی ہے بے شعور

اب ذرا تبدیلیءِ نوع کا بھی کر لے تجزیہ
اک صفت بڑھنے سے ہو جاتی ہے اک نوع کیا سے کیا
اب جماداتی صفت کی ماہیت سن لے ذرا
حجم ، طول و عرض اور اک جسم بے نشو و نما
اک صفت ہی کا اضافہ اس میں ہو جائے اگر
نوع بدل جائے گی ، ہو جائے گی یہ نوعِ دگر

ہر جماداتی صفت پہ اک بڑھے نشو و نما
اس میں ہوں گے پھر نباتاتی حقائق رونما
قوت نشو و نما بڑھنا پنپ لینا غذا
اک پنپنے کی صفت سے ہو گئی ہے نوع جدا
یہ سبھی صفتیں بھی ہوں اور ہو تحرک ساتھ ساتھ
پھر یہ نوع تبدیل ہو گی ہے یہ نوعِ حیوانات

اور اسی حیوان میں آ جائے اک صفتِ دگر
اک شعور اس کو عطا ہو اور ملے فکر و نظر
متصف انواعِ جملہ کی ہو صفتوں سے اگر
ہاں وہی ہے نوعِ انسان اور ہے یہ نوعِ بشر
اک صفت بڑھتی چلے گی نوع بدلتی جائے گی
اور عدم رویت سے وہ پھر نوعِ جن کہلائے گی

مولوی جی اب ذرا تم آلؑ پر کر لو نظر
اک صفت خود سے زیادہ مان لو ان کی اگر
آلِ احمدؐ پھر بھی ہو سکتے نہیں نوعِ بشر
شکل انساں میں ہیں یہ خالق کی مثلیں مستتر
اور حدوث و عرض سے یہ نور ہے بالکل اجل
گر خدا بالواسطہ کہہ دوں ، نہ ہو گا بے محل

مولوی جی میں تو ماہر ہوں تری ہر بات کا
دھوبی پٹڑا تو لگاتا ہے کبھی لغات کا
تیرے داؤ پیچ سے واقف ہوں کل حرکات کا
ترجمہ منطق سے کرتا ہے کبھی آیات کا
مکر میں لومڑ ہے تو اور چست بندر کی طرح
اور قیاسی دین ہے تیرا تو اکفر کی طرح

تیرے حربوں میں ہے اک حربہ جو ہے قرآن ہے
دوسری منطق ہے تیرے علم کا لوکان ہے
اور لغت ہی کے کلاجنگوں سے تیری شان ہے
ان لفافوں میں نہاں تو نطفہءِ شیطان ہے
مجھ پہ واضح ہے تیری تقدیس اے تیرہ قدم
کھائی تھی گرگانِ یوسف نے تیرے سر کی قسم

مولوی کو جب پڑا اپنی ندامت کا خیال
اس نے سوچا آخری کیوں نہ چلوں دادا کی چال
پھر لگا دھیرے سے کہنے سن قلندر اک سوال
جھوٹ سچ کا فیصلہ دکھتا ہے اب مجھ کو محال
فیصلہ ممکن نہیں اس بحث میں تکرار میں
فیصلہ ہے اب قلندر دوڑ کی رفتار میں

پھر یہ جعفرؑ نے کہا اے پیکر جور و جفا
تو نہ حق مانے گا کیونکہ تو ہے مادر کی خطا
چار دن تھے عیش کے تیار ہو جا اب ذرا
لے کے پھر شمشیر حق اسلام ہے پھر آ رہا
تیری اس شعلہ بیانی پر بھی پڑ جائے گی ٹھنڈ
تیغ حق دیکھے گی یہ فہم و فراست کے گھمنڈ

یا مولا کریمؐ

فلسفہ

لایا ہے عجب فلسفہ اس دور میں انساں
مرہونِ مظالم ہوئی مظلوم کی پہچاں
درجات کے حاصل کا مزاحم سے ہے امکاں
خالق کی رضاؤں میں رہا ظلم کا ساماں
کیا کفر کو حق ہے کہے ایماں ہے مجھی سے
اور ظلم کہے عدل کی پہچان ہے مجھی سے

فرعون کہے موسیٰ کی پہچان ہے اس سے
نمرود کہے شان خلیلان ہے اس سے
اور لات کہے کعبہ کا عرفان ہے اس سے
بولہب کہے مصطفویؐ شان ہے اس سے
کہہ سکتی ہے ذلت کہ یہ توقیر ہے مجھ سے
اور کہہ دے یزید عظمت شبیرؑ ہے مجھ سے

ہر دور میں دو طاقتیں ابھریں تو بجا ہے
از روز ازل ان میں تضاد ایسا رہا ہے
حق باطل و ظلم عدل کا نت چرچا ہوا ہے
فرعون ہر اک موسیٰ ءِ دوراں سے لڑا ہے
یہ کفر ہے ، فرعون نے موسیٰ کو بنایا
سرورؐ نے ہے یہ مرتبہ بولہب سے پایا

ہو گا یہ غلط ظلم سے ہے عدل کی عظمت
موجب ہے یزید ، اس سے ہے شبیرؑ کی رفعت
اور شمر سے شبیرؑ کا ہے اوجِ شہادت
ہے ان کے مزاحم ہی سے عظمت کی حقیقت
اس سے تو خداوند کی پہچان ہے ابلیس
خالق کیلیئے موجبِ عرفان ہے ابلیس

گر ضد ہی میں اک چیز نکھرنے کا ہے ساماں
پھر لفظ رضی اللہ کے قابل ہے وہ شیطاں
کیونکہ وہ بھی خلاقِ دوعالم کی ہے پہچاں
ہے اس کے مزاحم سے بنا خالق امکاں
گر یہ رضی اللہ ہے تو وہ بھی رضی اللہ
اس پر لعن اللہ ہے تو اس پر لعن اللہ

اب دیکھنا تو چاہئے یہ اصل حقیقت
ظالم کی تھی کیا ظلم کے دوران یہ نیت
اس ظلم سے بڑھ جائے گی مظلوم کی عظمت
اور ظلم سے پہچانے گی مظلوم کو خلقت
وہ ظلم اسے زندہ بنانے کیلئے تھا
یا اُس کا ستم ، اِس کو مٹانے کیلئے تھا

حالانکہ ان اضداد میں یہ راز چھپا ہے
اک ظلمت باطل ہے تو اک نورِ خدا ہے
اور نور اجالا ہے جو تجلی ہے ضیا ہے
پہچان میں یہ نور مددگار ہوا ہے
پوشیدہ تھے ظلمت میں کئی عصر کے فرعون
دکھلائے تو اس نور نے یہ کون ہے وہ کون

جو نورِ خدا موسیٰ کی تصویر میں آیا
اس نور نے فرعون کو فرعون دکھایا
یہ نورِ براہیم جب اظلام پہ چھایا
نمرود کو نمرود چتاؤں میں بنایا
جب نور ہوا شکل محمدؐ میں ضو افشاں
بوجہل کی بولہب کی ہونے لگی پہچاں

ظلمت گہ عالم میں نہ خارج کا ہو گر نور
اس دور کوریدہ میں ہر اک چشم ہو مکفور
تاریکی میں پھر وحشی درندے رہیں مستور
پردے میں رہیں ظلم کے وہ ظالم و مقہور
نور آنکھوں کا خارج کا نہ گر راہ دکھائے
ظلمت کے رہیں دیدۂ بینا پہ بھی سائے

خارج کا حسیں نور، یہ نورِ شہؑ خاور
انساں کو دکھاتا ہے حقائق کے یہ منظر
یہ سانپ ہے، یہ رسی ہے، یہ شیر، یہ اژدر
ہے خرج ہی کے نور سے پہچان مقرر
جب نورِ حسینؑ ابن علیؑ دہر پہ چھایا
پھر لاکھوں یزیدوں کو یزید اس نے دکھایا

کروانا یہ پہچان تو ہے نور کی فطرت
بینا ہی کو یہ نور دکھاتا ہے حقیقت
اور کذب کی تشخیص ہے از نورِ صداقت
اور ظلم کی پہچان ہے از نورِ عدالت
وہ فلسفے اسلام کی جڑ کاٹ رہے ہیں
یہ کفر کے گھُن حق کا لہو چاٹ رہے ہیں

اب وقت ہے پھر نورِ خدا جلوہ نما ہو
ظلمت کدۂ دہر میں پھر حشر بپا ہو
حق عدل سے اس ظلم کا تصویر کشا ہو
صاف آئے نظر شکل بشر میں جو چھپا ہو
پھر ظلم کے خیموں کی بھی کٹ جائیں طنابیں
چہروں سے یزیدوں کے الٹ جائیں نقابیں

انوارِ الٰہی سے دو عالم ہوں چکا چوند
پھر برق کلیمی کی فضاؤں پہ پڑے کوند
باطل کے پراتم کی پھٹے کفر سے پر توند
اور عدل سے چندھیانے پہ لے چشم ستم موند
ایمان مبارز ہو ابھی کفر کے رن میں
کتوں کی زباں بند ہو شمشیر زدن میں

اب وقت ہے عالم پہ ضیا باریءِ حق ہو
قدرت کا کرم ہو تو کرمگاریءِ حق ہو
اور بردِ عوالم پہ طلا کاریءِ حق ہو
کچھ ایسے ہی انداز میں تیاریءِ حق ہو
قرآں کے لب و لہجہ میں شعلے سے لپک جائیں
پھر کفر کے اصنام کے سینے بھی دھڑک جائیں

ہر سمت میں چھا جانے کو جلووں کی گھٹا ہے
ہر شخص نظر آئے گا یہ کون ہے کیا ہے
کیا ظلم ہے کیا جور کیا اندازِ جفا ہے
فرعون ہے کیا ، کس میں کلیمی کی ادا ہے
اور اصل میں ڈھل جائیں گی انسان کی شکلیں
ظاہر ہوں گی بولہب کی ، شیطان کی شکلیں

حق خیبر طاغوت کی چولوں کو اکھاڑے
اور مرحبِ الحاد کو پھر رن میں پچھاڑے
اور ختم ہوں ابلیس کے جیون کے دیہاڑے
کونین پہ یوں کفر کا عفریت نہ دھاڑے
ہر سمت اجالوں سے دیوالی کا سماں ہو
ہر ذرے کی تائید میں خورشید جہاں ہو

جعفرؑ شبِ تاریک ہے کیوں چڑھتا نہیں چاند
لَو انجم عالم کی پڑی جاتی ہے اب ماند
ظلمت میں ہے مکار درندوں کی اچھل پھاند
آلام سے لبریز ہے عالم کی نبل ناند
دے مشعر خورشید مسرت کی نویدیں
اب ٹوٹ کے برسیں رگِ تعجیل سے عیدیں

یا مولا کریمؐ

منطق

نئی منطق سی اب تو آ گئی ہے
دو عالم کی خرد چکرا گئی ہے
کہ اک ظلمت سی ہر سو چھا گئی
جو خورشیدی حقائق کھا گئی
دیئے ہیں وسوسے عقل بشر کو
اور چندھیایا گیا ہے ہر بشر کو

کہا جاتا ہے سچائی یہی ہے
کہ علم غیب اک امر جلی ہے
اور اس سے ناشناسا آگہی ہے
اگر کوئی نبی ہے یا ولی ہے
کوئی اس علم کا حامل نہیں ہے
کہ عالم اس کا رب العالمیں ہے

دلیل اس کی پھر اس منطق نے دی ہے
ہلاہل جو آئمہؑ کو ملی ہے
اگر وہ جانتے تھے زہر پی ہے
کہ یہ پھر تو سراسر خود کشی ہے
اور وہ تھے مطلع امر جلی پر
نہیں ہے خود کشی جائز کسی پر

یہی منطق کا ہے برہان اولا
یہی ملا کا ہے اک فارمولا
یہ تیرہ بخت انسانِ جھولا
رٹے جاتا ہے ابلیسی مقولا
حقائق کے تو ہیں مسحور منظر
تو کیا سمجھے یہ دورِ کور پرور

کہ جن کے پیار میں جب موت آئے
فنا ابدی حیاتی ساتھ لائے
شہادت کی حدوں میں کود جائے
شہادت زندگی قرآں بتائے
یہ ملا کی نظر میں خود کشی ہے
مگر یہ زندگی پر زندگی ہے

کہ جن کی راہ میں مرنا شہادت
اور دے جاویدیت رنگ حقیقت
ہے صد آبِ بقا جن کی حقیقت
دوامی زندگی جن کی محبت
خود ان پر موت کا اطلاق کرنا
یہی تو جہل کی ہے موت مرنا

جہاں میں گر کسی نے زہر پی ہے
ہو وارد موت تو یہ خود کشی ہے
جہاں خود موت کو موت آ گئی ہے
وہاں تو زندگی ہی زندگی ہے
انہیں تھا علم ان زہروں میں کیا ہے
یہ مہلک ہیں یا اک آبِ بقا ہے

جہاں مومن پہ بھی اتنی عطا ہے
کہ عزرائیل اس سے پوچھتا ہے
کہ قبضِ روح میں تیری رضا ہے
ملے گر امر تب روح کھینچتا ہے
تری منطق یہاں کیوں چپ رہی ہے
رضائے قبضِ ارواح خود کشی ہے

اگر ہے عقل تو قرآن دیکھو
اور اس میں کُلُّ شَیٍٔ فَان دیکھو
اور استثنا کا بھی اعلان دیکھو
ہے مستثنیٰ رخِ رحمان دیکھو
یہ چودہ نور ہی وجہہ خدا ہیں
فنا ہے سب پہ ، یہ وقف بقا ہیں

یہی محفوظ ہیں دست فنا سے
ہمیشہ ہیں یہ فرمانِ خدا سے
یہ بالیدہ سدا دست قضا سے
منزہ ہیں سدا آب و ہوا سے
یہاں تو موت بیت عنکبوتی
ابلتی ہے تو حَیٌّ لَا یَمُوتِی

ہیں کتنے پھسپھسے تیرے دلائل
کسے تو ان سے کر لیتا ہے قائل
کھڑے کر دے تو جتنے بھی مسائل
چھپا سکتا ہے تو ان کے فضائل
یہ لا علمی ہے یا یہ خود کشی ہے
یہاں تو موت کو ہچکی لگی ہے

یہاں تو نوک خنجر زندگانی
یہاں تو گرتے پتھر زندگانی
یہاں نوک سناں پر زندگانی
یہاں شمشیر اکفر زندگانی
یہاں بہتے لہو میں زندگی ہے
یہاں کٹتے گلو میں زندگی ہے

یہاں جام ہلاہل زندگانی
یہاں بجتے جلاجل زندگانی
یہاں قید مسلسل زندگانی
یہاں رسی کے کس بل زندگانی
یہاں چمکیلی تلواروں میں جیون
یہاں بے رحم دیواروں میں جیون

چھری سے چھو یہ لب جائیں تو جیون
سموں سے جسم دب جائیں تو جیون
کلیجے منہ میں چب جائیں تو جیون
سناں پر سر جو پھب جائیں تو جیون
یہاں محظوظِ کن ہے ، بیقراری
یہاں مظلومیت بھی اختیاری

یہ الٹی کھوپڑی والے وہابی
یہی ابلیس زادے یہ لہابی
شریعت میں انڈیلے ہیں خرابی
مگر کب مانتے ہیں بوترابی
اے جعفرؑ گر یہ ملو اب اڑیں گے
تو لعنت کے سدا جوتے پڑیں گے

قطعہ

آلِ احمدؐ کے فضائل پہ جہاں کہتا ہے
شیعہ غالی ہیں انہیں رب سے ملا دیتے ہیں

ہم بھلا کون انہیں رب سے ملانے والے
حق تو یہ ہے، وہ ہمیں رب سے ملا دیتے ہیں

......☆......

یامولاکریمؐ

اِجتہاد

سروَرِ کونین کا جس دن ہوا تھا انتقال
چل گیا تھا کفر بھی جمہوریت کی ایک چال
حسبنا کے رنگ میں تھی اجتہادی قیل و قال
مجتہدوں کو سقیفہ میں پڑا اپنا خیال
ایسے موقعے ہاتھ میں آتے نہیں ہیں روز روز
ایسا یکطرفہ الیکشن تھا رہا کفر ان اپوز
(Unoppose)

اپنی عصبیت کے بل پر تھا الیکشن کا چناؤ
اور صداقت پر رہا جبر و تشدد کا گھیراؤ
جل چکا تھا حق کے حق داران کے در پر الاؤ
بحر انس و آدمیت کا مڑا اک دم بہاؤ
رائے عامہ سے مرتب ہو گیا دین خدا
اور ہوئی جعلی حدیثوں میں حقیقت مبتلا

ختم کرنا چاہتے تھے یہ حیا کی احتیاج
اور کسی منصوصِ قدرت پیشوا کی احتیاج
ختم کرنا چاہتے تھے یہ خدا کی احتیاج
اور امامؑ حق کی ، دین کبریا کی احتیاج
منطقی تفسیر پر کیں حاشیہ آرائیاں
نورِ خالق پر چڑھا دیں انس کی پرچھائیاں

اور حدیثوں کا بدل سمجھا گیا اپنا قیاس
اور سند میں قولِ باطل کے نکالے اقتباس
جھٹ سے پہنایا گیا انوار کو بشری لباس
دین حق میں کفر کی لائے وہ جمہوری اساس
اقتداروں کی جفا سے راہنما ڈھونڈا گیا
اور کتابوں کی کھدائی سے خدا ڈھونڈا گیا

اجتہادی رنگ میں ایسی رنگی ہر ایک چیز
حق کو جھٹلانے پہ منطق بن گئی ان کی کنیز
اجتہادی جنگ میں تھے کفر و حق دونوں عزیز
پھر تو ناممکن ہوئی مظلوم و ظالم کی تمیز
اجتہادی فیصلے مظلوم و ظالم ایک ہیں
زانی و ابن زنا ، ملعون و فاسق نیک ہیں

مشتبہ آیات سے ان کی ہمیشہ گاٹھ جوڑ
اجتہادی ذہن کے فتووں میں عقلی جوڑ توڑ
اجتہادی فکر سے آیاتِ حق کی توڑ پھوڑ
اپنے ہی انداز میں دین خدا کی توڑ موڑ
اپنے ہر اک فعل کو بتلایا خالق کی رضا
دی غلط فتووں سے بھی عالم کو فتووں سے جزا

اجتہادی چال نے ناقص گنا قرآن کو
ایک ھوّا سا بنا کر رکھ دیا رحمان کو
فعل میں مجبور ثابت کر دیا انسان کو
اور معاشی رنگ میں بیچا گیا ادیان کو
مہمل و نافہم تک کہتے رہے آیات کو
مسجدوں میں قید کر ڈالا خدا کی ذات کو

خود ہدایت کی حسیں مسند پہ بیٹھا اجتہاد
دین فطرت کے عقائد کو کیا وقف فساد
فیصلے ہونے لگے احکام شرعی کے تضاد
عقل کے بل پر کیا اسلامیت کو خیر باد
مرجع عالم کی صورت جم گئے اسلام پر
دین حق کو کر دیا قائم فقط اوہام پر

یہ رہا پروان چڑھتا ظلم کی آغوش میں
سجدہ زن ہوتا رہا یہ عصر کی پاپوش میں
پھر یہ فتویٰ دے رہا تھا مسندوں پر جوش میں
رنگ توحیدی دکھاتا تھا بت خاموش میں
سلطنت کی چاپلوسی کی فقط تنخواہ پر
کھینچ لایا دین حق کو ظلمتوں کی راہ پر

اس ہی پہ موقوف عالم کی ہدایت ہو گئی
ان کی مرہونِ فتاویٰ حق کی عظمت ہو گئی
لی خدا کی جانشینی ، گم حقیقت ہو گئی
ختم قَوْمٍ هَاد کی اک دم ضرورت ہو گئی
اس کے زیر پا رہی پھر مسند پیغمبری
ہو گئی ریشہ دوانی سے معطل داوری

اس کے احکامات کی زد میں کنوز اِتقیٰ
اور ہوئے مستوجب دار و رسن اہل خدا
اور کبھی نواب اربعہ پر بھی فتووں کی سزا
اہل حق اس اجتہادی ظلم میں نت مبتلا
غیبت سرکاؒر سے پایا وہ ناجائز مفاد
سب کا سب کچھ بن گیا ابلیسیت کا اجتہاد

منہ میں جو آتا بکے جاتے خدا کے نام پر
ظلم ہر کرتے تھے دین کبریا کے نام پر
خود حدیثیں باندھتے حق کی بقا کے نام پر
خمس بھی حاصل کیا ربِ علیٰ کے نام پر
اوڑھ کر حق کا لبادہ یہ تھے باطل کے ممد
سونپ کر خود کو نیابت بن گئے یہ مجتہد

ذہن انسانی میں ڈالا ایک ابلیسی فتور
کر دیا جائز نبیوں سے گناہوں کا صدور
جن سے خالق نے کیا تھا رجس ابلیسی کو دور
ان کی معصومی پہ ڈاکہ ڈالتے تھے بے شعور
تفرقہ پردازیوں میں قتل کو جائز کیا
ان کے عقل و فہم پر ابلیس ہنس کر رہ گیا

عقل نے فوقیتیں پائیں خدا کے امر سے
اور یہ منطق بڑھ گئی خود کبریا کے امر سے
مل گئی سبقت خرد کو مصطفیٰ کے امر سے
ارتداد آ ہی گیا رب علیٰ کے امر سے
حق اولوالامر حقیقی کا چھپا کر رہ گئے
یہ فقط اعمال بغلوں میں دبا کر رہ گئے

اب یہ ساری قوم کو پیہم لڑا کر شاد ہیں
سب کو جمہوری چتاؤں میں جلا کر شاد ہیں
اجتہادی کفر سے پینگیں بڑھا کر شاد ہیں
اہل حق پر کفر کے فتوے لگا کر شاد ہیں
تھور خوردہ اک طرف اسلام کی بنیاد ہے
اور فروعی مسئلوں میں زندگی برباد ہے

دیں فروشی ہی فقط ہے مطمعِ فکر و نظر
یہ سدا بکتے رہے ہیں اہل زر کے ہاتھ پر
ان کی اسلامی مدیں ہردم رہیں محتاجِ زر
یہ رہے معصوم خیر و شر خدا کو سونپ کر
یہ رہے اپنے فضائل میں سدا رطب اللسان
اور نہ کہہ پائے حقوقِ ہادئ عصروالزماں

ان کا تعجیل فرج سے روکنا ہے مدعا
یہ خروجِ شاہِ امکاں کی نہ کرنے دیں دعا
دشمنی جانے انہیں ہے وقت کے ہادی سے کیا
اپنے محسن سے عداوت ظلم کی ہے انتہا
ظلم کی ضد میں اب آئے گا وہ عدلِ جاویداں
عدل کے انداز میں ہوں گے طلسم کن فکاں

قتل ہوں گے تیغِ حق سے مجتہد اسی ہزار
اجتہادی سینکڑوں لاشے رہیں گے وقف دار
منتقم مظلوم کا آئے گا لے کر ذوالفقار
پھر عبا کے بل سے نکلیں گے وہابی سوسمار
ورطہءِ قانون میں ڈوبے گا ہر کفر و عناد
پھر عدالت کے کٹہرے میں کھڑے گا اجتہاد

گر توحد میں ہو شدت پھر وہی الحاد ہے
فکر میں گہرا توحد کفر کی بنیاد ہے
مجتہدانہ سمجھ ابلیس کی ایجاد ہے
سب سے پہلا وہ موحد ، اس کی یہ اولاد ہے
سب کی نظروں میں ہے وہ ابلیس کا چال اور چلن
وہ کتاب اللہ میں ہے ایک نٹ کھٹ سا وِلن

جعفرؑ اب اس اجتہادی بت کو بھی توڑے گا عدل
کفر اور طغیان باطل کا بھی سر پھوڑے گا عدل
اور معاشرتی نظاموں کا بھی رخ موڑے گا عدل
ظالم و فاسق کو بھی ہرگز نہ اب چھوڑے گا عدل
ختم ہو گا دہر سے ابلیس زادوں کا فساد
نورِ حق کی ضو سے جل کر راکھ ہو گا اجتہاد

یامولاکریمؐ

نور

صاف ہے آیات میں سب کا خدا اک نور ہے
اَللّٰہُ نُورُ السَّمَاء قرآن میں مسطور ہے
نور کیا ہے عقل کی حد سے یہ کوسوں دور ہے
ان حقائق پر تو خود عقل بشر مجبور ہے
نوعیاتی بحث میں تم ذہن الجھاتے ہو کیوں
ایک واضح بات کو بحثوں میں دھندلاتے ہو کیوں

جب خدا نور السماء ، ملکوت بھی نور السماء
کیا کرے عقل بشر انوارِ حق کا تجزیہ
تیری منطق کے ہوں تدریجی دلائل گر بجا
قدسیوں کی نوع نوری کا بھی کر دو فیصلہ
نور ہیں ملکوت و خالق اور وہ نور نیک ہے
تو بتا پھر خالق و ملکوت کی نوع ایک ہے

کس طرح نوعِ حقیقی سے ہیں یہ انوار ایک
خالق و مخلوق کی ہے کس طرح منجدھار ایک
کس طرح ہیں آلِؑ اطہر اور یہ بد کردار ایک
خاک ہونے سے ہیں پھر کیا کوزہ و کمہار ایک
خاک کی تدریج میں مضمر ہے کیا نورِ خدا
نور کی تدریج ، اک ملکوت ، اک خود کبریا

نور کا مطلب کتابوں میں تمہاری ، روشنی
متصف اس سے فقط کرتے ہو تم تابندگی
اور دلائل میں تمہارے ہے یہی تیرہ شبی
اس صفت ہی سے ہو تم گر منکرِ نورِ نبی
جب وہ نورِ پاک تھے ، روشن نہ تھے وہ کس لئے
روشنی جب نور سے دیتے ہیں مٹی کے دیئے

جب فرشتے نور ہیں اور نور رب العالمیں
دوشِ انساں پر جو بیٹھے ہیں کراماً کاتبیں
دوشِ انسانی پہ کیوں روشن نہیں نورِ مبیں
یہ چمکنے کی صفت کیا ان فرشتوں میں نہیں
خاک اور یہ روشنی ہیں اصل دونوں بے شعور
ذی شعور ہے پھر بھی انساں اور فرشتوں کا ہے نور

نار بھی جیسے جلانے کی صفت سے نار ہے
نار کی تابیدگی میں نور آتش بار ہے
نوعِ جناتی جو اس آتش کی پیداوار ہے
آتشیں مخلوق کا آتش فشاں کردار ہے
جس شجر کو مسکن جنات ٹھہراتے ہیں وہ
نارِ جناتی سے کیا دنیا میں جل جاتے ہیں وہ

دیکھئے از روئے قرآں اب ذرا شیطان کو
نار کہتا ہے اسے ، خود دیکھئے قرآن کو
جب کبھی گمراہ کرتا ہے یہی انسان کو
کیا جلن محسوس ہوتی ہے بشر کی جان کو
کیوں بھسم کرتا نہیں انساں کو جسم آتشیں
جسم انسانی پہ پھر کیوں آبلے پڑتے نہیں

خاک کو بخشا ہے خلاقِ دو عالم نے شعور
ورنہ نورِ علم کا ہوتا نہ انساں سے ظہور
نار سے ہوتا نہیں جیسے جلانے کا صدور
روشنی دیتا نہیں جیسے فرشتوں کا بھی نور
ہاں اسی انداز میں ظاہر ہوا نورِ نبیؐ
جیسے جبرائیل بھی آیا تھا بن کر آدمی

نور کیا ہے؟ دیکھئے یہ نقطۂِ عرفان ہے
نور اک جملہ تضاد اوصاف کا میلان ہے
خاک کیا سمجھے بھلا اس نور کی کیا شان ہے
نور میں جاویدیت ہے ، نور میں برہان ہے
نور کی عظمت پہ اطفال تخیّل دنگ ہیں
نور گو بے رنگ ہے پر اس میں ساتوں رنگ ہیں

نور میں تخلیق ہے اور نور میں خلقت بھی ہے
نور میں ٹھنڈک بھی ہے اور نور میں حرقت بھی ہے
نور میں خشکی بھی ہے اور نور میں حدت بھی ہے
نور میں رویت بھی ہے اور اک عدم رویت بھی ہے
نور میں طاقت بھی ہے اور نور برقی رو بھی ہے
نور میں جلنا بھی ہے اور نور میں اک ضو بھی ہے

Will Power......(۱)

نور میں اک قِدم ہے اور نور میں جدت بھی ہے
نور وِل پاور (۱) بھی ہے اور نور عملیت بھی ہے
نور اک نقطہ بھی ہے اور نور میں وسعت بھی ہے
نور خود حافظ بھی ہے اور نور میں عصمت بھی ہے
نور لفاظی بھی ہے اور نور اک ابجد بھی ہے
نور خود محمود ہے اور نور خود احمدؐ بھی ہے

نور خود ساجد بھی ہے اور نور خود مسجود بھی
نور خود محدود ہے اور نور لا محدود بھی
نور میں تیحیٰ بھی ہے اور زندگی مفقود بھی
نور خود عابد بھی ہے اور نور خود معبود بھی
نور دور از فکر بھی اور نور زیرِ از لمس بھی
نور اک واللیل بھی اور نور اک والشّمس بھی

نور میں برقی توانائی کی سی حدت بھی ہے
نور میں اک ایٹمی جوہر کی سی طاقت بھی ہے
نور کے بکھرے ہوئے دھاروں میں اک وحدت بھی ہے
نور میں خالق بھی ہے اور نور میں خلقت بھی ہے
نور جس پیکر میں چاہے ڈھل کے پا جائے نمود
نور جس صورت میں چاہے نامیہ کر دے وجود

نور خود پردہ بھی ہے اور نور پردوں میں نہاں
نور اک خاموشیت ہے نور اک ناطق زباں
نور اک جلوہ بھی ہے اور نور اک آتش فشاں
نور ہوش آور بھی ہے اور ہوش پر کوہِ گراں
نور خود ہے پالتا اور نور خود پلتا بھی ہے
نور اڑ جاتا بھی ہے اور نور خود چلتا بھی ہے

نور اک قہر خدا اور نور اک منان بھی
نور جبار ازل اور نور اک رحمان بھی
نور اک آیت بھی ہے اور نور اک قرآن بھی
نور اک مومن بھی ہے اور نور اک ایمان بھی

نور نے جعفرؒ کو شانِ حق میں گویا کر دیا
پھر خرد کی سیپ کا منہ موتیوں سے بھر دیا

قطعہ

جب تلک غیب رہے فجر کا مصداق رہے
جب طلوع ہو تو اسے شمس ضحیٰ کہتے ہیں

ہو نمودار پسِ عرش تو والنجم ہے وہ
اور ہو قائم تو زمانے کی بقا کہتے ہیں

......☆......

یامولا کریمؐ

غنا

جو کچھ بھی اس جہاں میں ہے تخلیق ہو چکا
تخلیق جو ہے رب نے یا مخلوق نے کیا
ہر چیز کے بنانے میں اک حق تھا مدعا
حق کے عمل پہ لانا ہی ان کا بجا ہوا
یہ بات جو کہ حاملِ عرفاں صفات ہے
میرے قلندرانہ تفکر کی بات ہے

تصویر کی جہاں میں مسلم ہے دو رخی
شمشیر ساختن میں بھی دو رخ کی بات تھی
اک رخ کہ جس سے دشمن دینی کی کشتگی
شمشیر کے بنانے کا مقصد بھی تھا یہی
اور دوسرا جو رخ ہے سراسر حرام ہے
وہ قتل مومنین یا قتل امامؑ ہے

ہے کفر و شرک اس کو اٹھانا فساد میں
اور روحِ بندگی ہے چلانا جہاد میں
ہے انتہائے ظلم یہ ذاتی عناد میں
اور مصلح عظیم ہے، یہ ارتداد میں
ہر شئے محل کار سے حل و حرام ہے
یہ فیصلہ تو مصرفِ کل پر تمام ہے

ہے خیر و شر کا جیسے بشر سے بھی احتمال
کرنا کبھی حرام تو کرنا کبھی حلال
ہر چیز پر یہ فطرتِ انساں ہوئی ہے دال
ہر چیز میں نہاں ہیں یہی نیک و بد خیال
ہر شئے فعالیت میں گناہ و ثواب ہے
ہر چیز کے سوال کا انساں جواب ہے

انسان بھی برا ہے جو صحبت بری ملے
ہے علم بھی برا جو ہدایت بری ملے
ہے زہد بھی برا جو ریاضت بری ملے
اسلام بھی برا ہے جو نیت بری ملے
وہ معرفت بری ہے کہ جس میں فساد ہو
ہے رائیگاں جو مال کی خاطر جہاد ہو

لیکن بذات خود کوئی خلقت بری نہیں
ہے علم اصل دیں جو ہدایت بری نہیں
ہر چیز ہے مباح گر صحبت بری نہیں
ہے قتل بھی ثواب جو نیت بری نہیں
یہ فیصلہ ہے فطرتِ دین عزیز کا
کلیہ یہی ہے اچھے برے کی تمیز کا

داؤد تھے جو حمد خدا میں غزل سرا
تعریف ان کے لحن کی کرتا ہے کبریا
وحش و طیور جبل بھی لیتے تھے خود مزا
وہ حسنِ صوت ، سوزِ طرب ، لطف جذب کا
محویت اور جذب وہ الحان و بے خودی
موسیقیت کا رنگ یَسُبْحْنَ بِالْعَشِی

زبور کا وہ حسن وہ منظومیت کی شان
داؤد کا وہ طرز و ترنم حسیں بیاں
اور وجد میں وہ جھومتے کہسار ، ہر چٹاں
وہ راگ اور وہ سُر جو صداقت کی ترجماں
اس راگ کو خدا نے عبادت دیا قرار
تسبیح میں غنا پہ ثنا خواں ہے کردگار

طالوت کا وہ قصر وہ دربار لا جواب
جس میں گھلے ہوئے تھے وہ موسیقیت کے خواب
داؤد کی وہ گود میں اک بربط و رباب
ذکر خدا وہ سازوں کی سنگت وہ پر شباب
سنگیت اور سروں کا وہ اک درجۂ کمال
قرآں کی جس پہ نص ہے کہ سَخَرنَا لِلْجَبَال

منسوب ہے نبی کی طرف حمد میں غنا
تعریف ان کے فعل کی کرتا ہے خود خدا
فعل نبی سے گویا غنا مستحب ہوا
تسبیح کہہ رہا ہے اسے آپ کبریا
کیونکہ ہوئی ہے حمد و مناجات مستحب
ہے اس لئے یہ راگ کی سوغات مستحب

جائز ہے جبکہ حمد خدا میں یہی غنا
واجب ہے کرنا ذکر شہنشاہِ کربلا
ماحول مجلسوں کا ہے سوز و گداز کا
جائز ہے ان میں راگ سے ہوں مرثیہ سرا
راگوں کی بندشوں میں ہوں مرثیہ خوانیاں
رقت سے پر سروں میں کریں نوحہ خوانیاں

آلاتِ مبکیہ ہیں یہ نقارہ و رباب
شہنائیوں کی گونج ، یہ سینے میں اضطراب
گھڑیال کی صدا پہ جو ماتم ہو لاجواب
ایسی عبادتوں کا تو کوئی نہیں جواب
لیکن نہ اس میں جذبۂ لطف و سرود ہو
تم سے نہ ان میں کھو کے خوشی کا صدور ہو

رقت ہو چشم تر ہو اور دل میں ہو شورِ غم
پھر راگ کا گداز ، سروں کا ہو زیر و بم
خونِ جگر بہانے پہ تل جائے چشم نم
یہ تو ہے اک عبادت عظمیٰ خدا قسم
جائز ہیں راگ و ساز یہ ذکر امامؑ میں
یہ ہیں اگر حرام تو ذکر حرام میں

ملا کی فکر میں ہیں حدیٰ خوانیاں روا
شادی بیاہ میں جائز و رائج کیا غنا
اور آخرت کے ذکر میں تغبیر کہہ دیا
اور ہو جہاں یہ ذکرِ شہنشاہؑ کربلا
لَھوَ الْحَدِیث کہہ کے غنا کر دیا حرام
موسیقیت کو دے دیا لہو و لعب کا نام

جعفرؑ یہ اجتہاد جو صوت الحمار ہے
اس کو ازل سے مقصد حقا سے خار ہے
ان کی یہ فکر شوم تو لعنت فگار ہے
ان کا تو حق پہ فتوے لگانا شعار ہے
سمجھے یہ کس طرح شہؑ یزداں صفات کو
سمجھا نہیں جو فکر قلندر کی بات کو

قطعہ

احیائے ذکرِ قائمؑ آلِ عبا کرو
طرز جدید پر ذرا ذکر خدا کرو

سادانیوں کے لٹنے کا گر دل میں درد ہے
تو پھر امامِ عصر کو پیہم دعا کرو

......☆......

یا مولا کریمؐ

عشق

اے دوست تجھے آلِ محمدؐ سے ہے الفت
کیا واقعی ہے اس تیرے جذبہ میں صداقت
یہ عشق کا دعویٰ ہے کہ اندازِ عقیدت
غالب ہے تیرے عشق میں کیا رنگ مؤدت
کیا عشق کی آتش میں تجھے آیا ہے جلنا
سیکھا ہے بھلا شمع صفت تو نے پگھلنا

یہ عشق مجازی پہ نظر کر کے بتانا
کیسا تجھے مسلک ہے وفاؤں کو بنانا
کس شان سے ہے عشق کی اس راہ پہ جانا
اس عشق کے پیمان کو ہے کیسے نبھانا
کیا تم بھی کبھی حلقہءِ طفلاں میں گھرے ہو
مجنوں کی طرح دشت میں آوارہ پھرے ہو

کیا تو نے بھی ہے عشق میں آرام گنوایا
سر ناقۂ لیلیٰ کا ہے قدموں میں جھکایا
پتھراؤ میں محبوب کو ہے تو نے بلایا
الفت کا کوئی عہد بھی ہے تو نے نبھایا
ٹھہرایا ہے محبوب کبھی پیار کا گاؤں
تو نے بھی ہیں چومے سگ محبوب کے پاؤں

فرہاد کی صورت کبھی خسرو سے لڑا ہے
تو درد سے معمور چٹانوں میں کھڑا ہے
تیشہ تیرا سنگلاخ چٹانوں پہ پڑا ہے
کیا جوئے لبن تو بھی بہانے پہ اڑا ہے
یہ بھی کبھی سوچا ہے؟ تو سچا ہے کہ جھوٹا
کیا صدمۂ شیریں سے ترا سر بھی ہے پھوٹا

رانجھے کی طرح تیرے بھی کانوں میں ہیں بالے
پھوٹے ہیں کبھی تیرے بھی ان پاؤں کے چھالے
اور عرش سے ٹکراتے ہیں تیرے کبھی نالے
سودائی تجھے کہتے ہیں کیا دیکھنے والے
کیا عشق میں گھر اپنے جلانے پہ اڑے ہو
صحراؤں کی حدت میں کبھی ننگے کھڑے ہو

تپتے ہوئے صحراؤں میں دم توڑا ہے تو نے
اور خارِ مغیلاں سے بھی دل جوڑا ہے تو نے
اور عشق میں اک لقمۂ تر چھوڑا ہے تو نے
دریائے سماجی کا بھی رخ موڑا ہے تو نے
کیا عشق کے اس راوی کا تو بھی ہے شناور
دریا میں کبھی اترا ہے تو کچے گھڑے پر

بیراگی بنے ہو کبھی بن باس ہوا ہے
اس عشق میں تو حال سنیاس ہوا ہے
اس عشق کا تجھ کو کبھی احساس ہوا ہے
یہ جذبۂ حق تیرا بھی مقیاس ہوا ہے
برسا ہے کبھی ٹوٹ کے تقدیس کا ساون
عصمت سے تری دور ہیں کیا وقت کے راون

انگلینڈ کے شہنشاہ نے جب عشق چرایا
ٹھکرا کے حکومت کو محل سے نکل آیا
پیلس نہ بکنگھم کا بھی نظروں میں سمایا
ہر چیز کو ٹھکرایا تو محبوب کو پایا
دنیا کی وجاہت کو کبھی چھوڑا ہے تو نے
دل حلقۂ احباب کا بھی توڑا ہے تو نے

جس عشق کا دعویٰ ہے تجھے اس سے علیٰ ہے
یہ عشق ہوس خیز ہے ، وہ عشق خدا ہے
کیوں عشق کا دعویٰ اے میرے دوست کیا ہے
تو عشق میں عشاق سے تلنے پہ تلا ہے
اس عشق حقیقی کی ہر اک گام کٹھن ہے
اس سیج کے سجنے میں بھی کانٹوں کی چبھن ہے

خود بیٹے کی گردن پہ بھی خنجر ہے چلایا
تنہا کبھی ناموس کو صحرا میں رلایا
ہے جلتی چتاؤں میں کبھی خود کو گرایا
اور دست زلیخا سے ہے دامن بھی چھڑایا
تقدیس کے بدلے کبھی سولی پہ چڑھے ہو
اور وقت کے چوراہے پہ مبروص پڑے ہو

اس عشق میں پتھر کبھی کھاؤ تو کرو عشق
ناموس کو صحرا میں جو لاؤ تو کرو عشق
دامن کو زلیخا سے چھڑاؤ تو کرو عشق
خنجر رگِ گردن پہ چلاؤ تو کرو عشق
اور جسم سے کیڑوں کو غذا دو تو کرو عشق
اور تیروں کی بارش میں دعا دو تو کرو عشق

آنکھوں کو سفید عشق میں کر لو تو کرو عشق
اس عشق کی تقدیس پہ مر لو تو کرو عشق
اسپانِ مظالم سے بکھر لو تو کرو عشق
آئینہءِ عصمت میں سنور لو تو کرو عشق
ہو جاؤ اگر وقف شہادت تو کرو عشق
سولی پہ بھی ہو رنگ صداقت تو کرو عشق

ہر غم میں قدم اپنے سنبھالو تو کرو عشق
دامن کو سمندر میں بچا لو تو کرو عشق
اور خود کو جو مچھلی سے نکالو تو کرو عشق
اور منہ میں انگارے کبھی ڈالو تو کرو عشق
اوتاد سے بے خوف بھی ہو لو تو کرو عشق
سچ حلقہءِ ثعبان میں بولو تو کرو عشق

لو اپنے جواں بیٹے کی میت تو کرو عشق
گر جھیل لو آرے کی شہادت تو کرو عشق
اور جان لو دنیا کی حقیقت تو کرو عشق
قبضے میں ہو گر فطری محبت تو کرو عشق
کھنچوانے میں گر کھال خوشی ہو تو کرو عشق
از کشتن اطفال خوشی ہو تو کرو عشق

خوں بیٹے کا چہرے پہ بھی مل لو تو کرو عشق
سینے سے کبھی برچھی کا پھل لو تو کرو عشق
جلتے ہوئے خیموں سے نکل لو تو کرو عشق
اور پیاس میں گھوڑے پہ سنبھل لو تو کرو عشق
اور پشت پہ بیمار اٹھا لو تو کرو عشق
آنکھوں سے لہو دل کا بہا لو تو کرو عشق

محبوب کی راحت سے ہو راحت تو کرو عشق
محبوب پہ مرنے کی ہو ہمت تو کرو عشق
محبوب کے رنگوں کی ہو رنگت تو کرو عشق
ہو ہجر کا ہر لمحہ قیامت تو کرو عشق
محبوب کی غربت کا ہو ارماں تو کرو عشق
غم اس کا ہو گر حشر بداماں تو کرو عشق

محبوب کے ہر غم میں ہو شرکت تو کرو عشق
اک درد کا طوفان ہو فرقت تو کرو عشق
پھٹ جائے جگر ایسی ہو رقت تو کرو عشق
اک حشر کی صورت میں ہو غیبت تو کرو عشق
خوںناب سے آنکھیں جو بھری ہوں تو کرو عشق
اور پتلیاں راہوں پہ دھری ہوں تو کرو عشق

بیدار ہو دن رات جو رہنا تو کرو عشق
ہر طعنہ زنی دہر کی سہنا تو کرو عشق
ہو دجلۂ خوں آنکھوں سے بہنا تو کرو عشق
تیروں میں بھی حق بات ہو کہنا تو کرو عشق
ہو لذتِ آلام کی مستی تو کرو عشق
ہو جرأت دندان شکستی تو کرو عشق

ورنہ فقط عشاق کو ہر وقت دعا دو
اس عشق کے دعوے کو تخیّل سے اڑا دو
اور عشق کے پندار تہہ دل سے بھلا دو
اس عشق کے آگے سر تسلیم جھکا دو
اس عشق کے ہر راز کا کھلنا نہیں اچھا
عشاق سے اس عشق میں تلنا نہیں اچھا

جب عشق مجازی سے بھی ہے عشق ترا پست
ملتی ہے کہاں تجھ کو بھلا منزل سرمست
وہ جس میں کہ طوفانِ مصائب ہیں زبردست
ہوتی ہے جہاں آگ کے دریا میں ہر اک جست
جعفرؔ ابھی عشاق کی نعلین اٹھاؤ
تم طفل ہو مکتب کے سر دشت نہ آؤ

یامولا کریمؐ

ابلیس زادے

حضرتِ ابلیس جب منظورِ یزداں ہو گیا
اپنے تخریبی عناصر میں نمایاں ہو گیا
اپنی دھوکہ بازیوں سے حشر ساماں ہو گیا
قدسیوں سے یوں شرارت کی کہ شیطاں ہو گیا
عرض کی خالق تری ہستی ہمیشہ پاک ہے
اب تیرے اس خاک کے پتلے میں رکھا خاک ہے

میں موحد ہوں کہ جھکتا ہوں تری ہی ذات کو
کیوں سنوں میں غیر کے سجدے کی مشرک بات کو
اعلیٰ حضرت جب سنا ہے تیرے احکامات کو
سچ تو یہ ہے ٹھیس پہنچی ہے مرے جذبات کو
بارگاہِ ایزدی میں ہے یہ میری استدعا
مجھ کو بھی کچھ خدمت آدم کا ہو موقعہ عطا

اذنِ شرکت ہو مجھے آدم کی اس اولاد میں
میں بھی کچھ شامل رہوں تیری حسیں ایجاد میں
مجھ کو کچھ مہلت تو دے اس حلقہءِ الحاد میں
دیکھ لوں کتنا یہ پکا ہے تمہاری یاد میں
میں کروں اس پر عمل کچھ اپنے نسخہ جات کا
تجربہ اس پر ہو ابلیسی مجربات کا

تب کہا خالق نے جا اے پیکر اظلام و شر
جاؤ شَارِکْھُم فِی الْاَموَال وَ اَولَادِ بشر
تو ہے اس آدم کی نسلوں میں شریک اور ہم سفر
تو انہیں بہکا تمامی لشکروں کو سونت کر
تیرے ہتھکنڈوں میں آئیں گے نہ میرے مخلصین
اپنے بندوں کیلئے کافی ہے رب العالمین

ہنس کے بولا بھولا بھالا ہے تو اے میرا خدا
تو نے ہے اولادِ آدم میں مجھے شامل کیا
دیکھنا اب حشر تم اس حضرتِ انسان کا
مجھ سے بچ سکتا نہیں تیرا چہیتا لاڈلا
دیکھنا پیدا کروں گا اس سے میں لاکھوں یزید
ہو گی اس مٹی کے پتلے کی سدا مٹی پلید

پھر دیا خالق نے یہ ابنائے آدم کو پیام
پیروی شیطان مارد کی تو ہے تم پر حرام
تم کو بہکانے کا اس نے کر لیا ہے اہتمام
تم پہ سو اور فحش کے ڈالے گا یہ رنگین دام
حکم خالق اے بشر لَا تَعْبُدُ الشَّیْطَان ہے
فحش کا یہ امر دے گا دشمن انسان ہے

فقر سے تجھ کو ڈرائے گا یہ شیطان مرید
اور ولی اس کو بنانا ہے عبادت سے بعید
آزمائش ہیں تمہاری اس کے یہ حملے شدید
جو ہے شیطاں کا تولائی ، ہے شیطانِ پلید
مثل آدم خلد سے یہ تو نکالے گا تمہیں
گمرہی کے دشت میں یہ مار ڈالے گا تمہیں

دیکھنے کی بات ہے اس عالم اجساد کی
چاہیے تشخیص اس شیطان کی اولاد کی
جو کہ موجب بن رہی ہے کفر اور الحاد کی
چاہیے پہچان ان شیطانیت نژاد کی
پل پڑی ہے جو بشر پہ ، پھاڑ کھانے کیلیئے
کفر کی بھٹی میں انساں کو جلانے کیلیئے

اک مقولہ ہے بزرگوں کا ہے سو فیصد بجا
باپ پہ جاتا ہے بیٹا نسل پر گھوڑا سدا
اس سے ہو گا تجزیہ ابلیس کی اولاد کا
اور مشابہ باپ کے ہوتی ہے بیٹے کی ادا
ابن آدم میں جو اصل ابلیس کی اولاد ہیں
لاکھ وہ چھپتے پھریں پر شیطنت نژاد ہیں

منکشف ہے حضرت ابلیس کی صورت کا راز
ہاتھ میں تسبیح اور چہرے پہ اک ریش دراز
پھر وہ پیشانی کے محرابوں سے اظہارِ نماز
اور عبا بر دوش چہرہ ظاہراً تو پاکباز
سر پہ دستارِ فضیلت ، رخ پہ لعنت کی نمود
فکر میں گہرا توحد ، زندگی وقف سجود

اب تطابق کیجئے شیطاں میں اور اولاد میں
کیونکہ گہرا ربط ہے اخلاف اور اجداد میں
ربط ہونا چاہیے اس عالم اجساد میں
چاہیے یکسانیت اس ناریت بنیاد میں
قدسیوں کا وہ تھا ٹیچر ، درس دیتا تھا سدا
درس کا چکر ہے اک تو آجکل بھی چل رہا

دیکھیے ان باپ اور بیٹیوں میں کتنا ربط ہے
واقعاتی طور پر تو کافی گہرا ربط ہے
سوچیے شیطان اور ملا میں کیسا ربط ہے
باپ اور بیٹے میں جو یکسانیت کا ربط ہے
وہ تھا استادِ ملائک اور یہ استادِ بشر
مکتبہ اِس کا زمیں پر ، اُس کا تھا افلاک پر

ہاتھ میں تسبیح اس کے ، زیب تن سجتی قبا
اور عمامہ کے کریہہ پیچوں میں کنڈلی کی ادا
ان کے ہاتھوں میں بھی اک تسبیح نت جلوہ نما
سر پہ اک بستہ عمامہ زیب تن عربی عبا
فکر میں ان کے توحد اور نظر افعال پر
باپ کے انداز میں یہ مطمئن اعمال پر

وہ اِلرجک فقر سے اور فقر سے ان کو عناد
شکل سے دونوں مقدس ، دل میں دونوں کے فساد
وہ قیاسوں کی بدولت حامل صد ارتداد
یہ قیاسی فکر میں ہیں پیروکارِ اجتہاد
اُس کو بھی مہلت ملی اور اِس کو بھی مہلت ملی
وہ غویءِ آدمیت ، مومنوں کے یہ غوی

وہ موحد غیر کے سجدے سے انکاری ہوا
حضرتِ آدم کے سجدے میں نہ ہرگز جھک سکا
اور یہ ملا بھی موحد منکر آلِؑ عبا
فخر آدم کے یہ سجدوں ہی پہ آ کر اڑ گیا
خاک کو ابلیس نے تو خود سے بھی کمتر کہا
نور کا ملا نے اپنے آپ کو ہمسر کیا

وہ تو آدم کی فضیلت سے ہوا چیں بر جبیں
کبر سے ٹھکرا دیا خود حکم رب العالمیں
اس نے فخر الانبیاء کا مرتبہ مانا نہیں
ہے یہ موروثی ادا سے منکرِ نورِ مبیں
اُس کے ماتھے پر بھی اک محراب از شوقِ نماز
اِن کے ماتھوں پر نشاں اور رُخ پہ اک ریش دراز

وہ عقائد سے زیادہ مطمئن اعمال پر
ان کی بھی رہتی ہے انساں کی خطاؤں پر نظر
اس کے سب وعدے غرور و کید ہی پر منحصر
ان کے وعدوں میں بھی جنت کے چمکتے بام و در
دونوں کو خالق نے قرآں میں کہا خناس ہیں
وہ مِنَ الْجِنَہ ہے ، یہ خَنَاس از وَالنَّاس ہیں

ذکر رحمانی سے آنکھیں بند کر لے جو بشر
اور ہوا جو منکر ذکرِ امامؑ منتظَر
اس پہ ہوتا ہے مسلط کفر کا ہر ظلم و شر
اس کا پھر شیطان ہوتا ہے ولی اور ہم سفر
آخرت میں اس کو تنہا چھوڑ دیں گے یہ لعین
بولیں گے اِنّی اَخَانَ اللّٰہُ رَبِّ الْعَالَمِین

صرف عالم کی تو اک پہچان ہے خوفِ خدا
اور یہی خوفِ خدا بھی علم کا ہے مدعا
وہ ہے جاہل ہادیءِ دوراں سے جو غافل رہا
جاہلیت معرفت میں ایک غفلت کی سزا
اور یہی ملا تو ہیں ابنائے شیطان الرجیم
مظہر شیطان ہیں یہ رازِ اِنَّکَ اَثِیْم

وقت مہلت ختم ہے روزِ حساب آنے کو ہے
ان سبھی ابلیس زادوں پر عذاب آنے کو ہے
ان کی ہر تخریب کاری کا جواب آنے کو ہے
ذوالفقارِ حیدری اب بے حساب آنے کو ہے
اپنے اپنے روپ میں ہر اک عیاں ہو جائے گا
شکل ابلیسی کا ملا ترجماں ہو جائے گا

ان کے سارے وسوے ہو جائیں گے وقف اجل
ہر طرف چھا جائے گا وہ دین اللہ اجل
ہے خروجِ شاہؑ دیں اَلآنَ وَالسَاعَۃً عَجَل
رنگ لائے گی یہ جعفرؑ کی صدائے اَلْعَجَل
سب یہ کھل جائے گی عظمت مقصد سرکاؐر کی
فیصلے کرتی چلے گی جب بُرِش تلوار کی

قطعہ

حسن خالق کا سمندر ہے تیرا روئے حسیں
چشم بینا تو وضو اس سے کیا کرتی ہے

میری آنکھوں کے جھپکنے کی حقیقت یہ ہے
یوں ہر اک ، آنکھ نماز اپنی ادا کرتی ہے

......☆......

یامولا کریمؑ

سیدؑ الساجدین

علیہ الصلوات والسلام

سجّادؑ حسینؑ وارث شبیرؑ کی عظمت کا
مختار حقیقی ہے اسلام کی دولت کا
رخشندہ ستارہ ہے افلاکِ ولایت کا
یہ سرخ سا ہیرا ہے اکلیل امامت کا
یہ صبر میں شبیرؑ کی انداز کا حامل ہے
یہ چرخِ امامت کا چوتھا مہِ کامل ہے

والد وہ کہ خود جس پر اسلام بھی نازاں ہیں
اقلیم ولایت کا شہزادۂ امکاں ہے
جو دوشِ محمدؐ پر اک مہر خراماں ہے
جو درد کی پت جھڑ میں ہر دم گل خنداں ہے
یہ عصر کا حیدرؑ ہے یہ وقت کا ہے مھدیؑ
شبیرؑ کی زیبا ہے، اک اس کو ولی عہدی

اور والدۂ ذی جاہ بنت شہ کسریٰ ہے
جو عجم کی ملکہ ہے شہزادیءِ بطحا ہے
ایراں کی بہاروں کا جو اک گل رعنا ہے
پروردۂ عصمت ہے کھلتی شب اسریٰ ہے
نوشیرواں عادل کے اجلال کی مایہ ہے
یہ راج کماری اک وحدت کا کفایا ہے

وہ حسن علیؑ عابد حجت کا سبب جس میں
اک حسن عجم جس میں اک حسن عرب جس میں
مکہ کی سحر جس میں ایران کی شب جس میں
کسریٰ کی نفاست اور سرورؐ کا ادب جس میں
اور جس کے حسیں رخ پر فارس کا صبیح موسم
ہے عجم و عرب کا اک سجادؑ حسیں سنگم

اور دولت حسنی کا سرتاج حسن یہ ہے
حسنینؑ کے تقیاں کا محبوب ملن یہ ہے
اور آٹھ آئمہؑ کا مرکوز چمن یہ ہے
حیدرؑ کی شجاعت کا موہوب وطن یہ ہے
یہ درسِ عبادت کا اک مصحف کامل ہے
یہ آلِ محمدؐ کی زبور کا حامل ہے

خود حسن کے بارے میں کہتے تھے علیؑ اکبر
دیکھیں تو میرے بھیا ہیں مجھ سے حسیں بڑھ کر
اک حسُن مجسم ہے وہ ان کا حسیں پیکر
اکبرؑ کے یہی جملے اس حسن کے ہیں مشعر
ملکوت کے سر جس کی اٹھتے نہیں چوکھٹ سے
ہیں حل و حرم واقف ان قدموں کی آہٹ سے

آغوشِ لطافت میں یہ پلتی امامت تھی
اور پھولوں سے ہاتھوں میں تسکین نفاست تھی
اک روز تھا خط لکھا وہ خط تھا قیامت تھی
ہاتھوں پہ پڑے چھالے اس درجہ نزاکت تھی
گو حلم میں یہ حسنی توقیر کا مظہر تھا
پر دل میں مچلتا اک غیرت کا سمندر تھا

عاشور کی شب جبکہ اک نرغہ تھا ظلمت کا
تھا حکم صحابہ کو قرآں کی تلاوت کا
خیموں میں سنا جس دم آواز یہ قرأت کا
بس کھول گیا دریا سجاد کی غیرت کا
گھبرا کے لگے کہنے کوئی انہیں سمجھائے
میں سہہ نہیں سکتا یوں خیموں میں صدا آئے

سجّادؑ کی حالانکہ اس وقت یہ حالت تھی
طاری تھی غشی پیہم اس درجہ علالت تھی
اس حال میں بھی ان کو ناموس کی غیرت تھی
خیموں میں گئی تھی گو ، آوازِ تلاوت تھی
بیٹے کو صدا دی جب آفاقہ ہوا غش سے
بستر پہ تڑپتے تھے غیرت کی کشاکش سے

کہتے تھے یہ رو رو کر ، اے بیٹے ابھی جاؤ
اکبرؑ کو بلا لاؤ غازیؑ کو بلا لاؤ
کیسی ہیں یہ آوازیں مجھ کو ذرا بتلاؤ
اس اونچی تلاوت سے جاؤ انہیں روک آؤ
ناموسِ محمدؐ کا دھیان ان کو نہیں آتا
ان سارے صحابوں کو کوئی نہیں سمجھاتا

شبیرؑ نے تب آ کر صرف اتنا کہا بیٹا
کیوں روتا ہے تو میرا غیرت کا خدا بیٹا
اس شب کو تو چلنے دے تو حکم میرا بیٹا
کل رات سے چلنا ہے قانون تیرا بیٹا
کل تیری ہی مرضی ہے جو چاہنا کر لینا
خیمے میں در آنے کی مہلت نہ کسے دینا

جب شام غریباں میں گھن کفر کے گھن آئے
رنگ آل محمدؐ کے خیموں نے بھی بدلائے
غش طاری تھا عابدؑ پر ناموس تھے گھبرائے
جلتے ہوئے خیموں سے پھر خود ہی اٹھا لائے

اس وقت پریشاں کن ناموس کی حالت تھی
اور فکر کا موجب اک عابدؑ کی علالت تھی

لیکن اسی حالت میں پابند سلاسل تھے
تھا سفر بھی طولانی اور ظلم مسلسل تھے
اک پا بہ براہنہ تھے اور ساتھ ہی پیدل تھے
ہاتھوں میں مہاریں تھیں ناموس کے محمل تھے

دشوار گزر راہیں سنگلاخ چٹانوں کی
سرخی سی پہاڑوں پر قدموں کے نشانوں کی

بیماری میں تب شامل تکلیف سفر ہوتی
ہوتا جو قیام ان کا چشم آپ کی تر ہوتی
ہر رات عبادت میں پر ان کی بسر ہوتی
سب سوتے مگر ان کی سجدے میں سحر ہوتی

اس درجہ عبادت میں بڑھتا تھا قیام ان کا
ہر شب کو سحر آ کر کرتی تھی سلام ان کا

تا زیست رہا ان کی آنکھوں سے لہو جاری
چالیس برس ان کی بڑھتی رہی بیماری
آنکھوں میں رہا ہردم ماحول وہ بازاری
ناموسِ محمدؐ پر کفار کی گل باری

ہر سجدے میں بابا کا یاد آتا تھا جھک جانا
معصوم کے بینوں پر خنجر کا وہ رک جانا

پھر دورِ ولیدی نے اک ظلم نیا ڈھایا
دی زہر امامت کو طوفان الم آیا
اس زہر کی شدت نے بیمار کو تڑپایا
بابا کا لگا ڈھلنے باؑقر سے حسیں سایا

وہ جام ہلاہل کا اس درجہ نحیفی پر
ظالم کو نہ رحم آیا سیدؑ کی ضعیفی پر

خون آنکھوں سے بہتا تھا قے خون کی تھی جاری
ہوتا تھا جگر ٹکڑے منہ سے تھی لہو باری
بستر پہ تڑپتے تھے تھا وقت نزع طاری
کہتے تھے میری بیٹا دنیا سے ہے تیاری

دبتی نہیں اشکوں سے وہ حسرت گریہ ہے
سجاؑد کے سینے میں اک آگ کا دریا ہے

کر لے تو قبول آقا اسلام کے سجدوں کو
تعظیم محبت کو ، اقوام کے سجدوں کو
اشکوں کے اس ہدیہ کو آلام کے سجدوں کو
بے لوث عقیدت کے انجام کے سجدوں کو
جعفرؔ کی دعاؤں میں غم تیرا بھی شامل ہے
دیں شرفِ قدم بوسی تعجیل کا عامل ہے

قطعہ

انبیاء کی وہ کرے چھپ کے ہدایت تو اسے
کل نبی اور وصی نورِ ھدیٰ کہتے ہیں

شکل انساں میں وہ آئے ، اسے مہدیؑ سمجھے
عرش پہ بیٹھ کے بولے تو خدا کہتے ہیں

......☆......

یا مولا کریمؐ

جنابِ فضہؑ

صلواۃ اللہ علیہا

در اصل یہی بابِ نبی بابِ خدا ہے
یہ در ہے کہ جو مبدۂ صد لطف و عطا ہے
مبعوث نبی جو بھی نبوت پہ ہوا ہے
وہ شرفِ نبوت اسے اس در سے ملا ہے
اس در پہ فرشتوں کو نہیں اذنِ تکلم
اور ہوش تخیّل کے بھی اس باب پہ ہیں گم

یہ در ہے جہاں فخر رسل وقف ادب ہے
اس در ہی پہ صلوات کشا دہر کا رب ہے
یہ باب ہی اسلام کا اک شرق و غرب ہے
اس در پہ علم حمد کا ہر آن نصب ہے
یہ در ہے جہاں فخر سے جھکتی ہیں زمینیں
اس در پہ ہیں تابندہ نبیوں کی جبینیں

اس در پہ نبی جھک کے پڑھیں آیۂ تطہیر
آنے کی اجازت لیں ادب سے جد شبیرؑ
اس باب پہ آیات کی بارش سے ہے تنویر
عزت جو ہے قرآن کی اس در کی ہے توقیر
جس باب کی تقدیس میں اک رنگ جلی ہے
سلمان ہی کی ریش سے جاروب کشی ہے

یہ در ہے جہاں جھکنے سے بڑھ جاتی ہے عزت
یہ در ہے سوالی کو بھی حاصل جہاں عظمت
اس در کے بھکاری کی بھی نعلین میں شاہت
نعلین کرے شاہی اسی در کی عنایت
اس در ہی سے انساں کیلئے موت مسیح ہے
کہہ دو جو اسی در کے فضائل میں صحیح ہے

اس باب پہ جو آ کے سر عجز جھکائیں
ملکوت بھی پر ان کے سرِ راہ بچھائیں
جو قلب سلیمی سے اسی باب پہ آئیں
تسخیر جہاں ان کی اطاعت ہی سے پائیں
سائل کی نمازوں میں بھی سن لیں یہ آوازیں
کشکولِ گدائی کو یہ تاجوں سے نوازیں

فضہؑ پہ تو اس در کی غلامی بھی ہے نازاں
مرہون تھا منت کا تو خود خالق امکاں
فضہؑ کا نہ ہو ذکر ادھورا رہے قرآں
وہ فخر یوخابہ کی اور مریم دوراں
سلماں کی طرح آلِ رسولؐ اس کو کہیں گے
جو امتی ہیں سب کی بتول اس کو کہیں گے

اک سمت وہ افریقہ و حبشہ کی حکومت
اور وقف سبھی زنگی اکابر کی اطاعت
وہ تخت و حسیں تاج وسیع راج سلامت
اور دوسری سمت آلِ محمدؐ کی محبت
سرکارؐ کی نعلین میں یاں جلوہ گری ہے
نعلین سر تخت حکومت کو دھری ہے

قرآن بھی فضہؑ کا ہے مرہونِ قناعت
آیات بھی لیں اس سے اترنے کی اجازت
گر فخر رسولاں کو یہ دے کھانے کی دعوت
تب بھیجے خدا خلد سے خود خوانِ ضیافت
وہ شرفِ تقدس اسے اس در سے ملا ہے
حوروں کی جو عصمت ہے وہ فضہؑ کی عطا ہے

حسنینؑ کو فضہؑ کی صداؤں نے سلایا
منہ بولی بہن بنت محمدؐ نے بنایا
اتنا نہ شرف شہپر جبریل نے پایا
جو مرتبہ فضہؑ ہی کی آغوش میں آیا
یہ آلِ محمدؐ کے ہے دکھ درد میں ساجھی
تطہیر کی ناوٗ کی ہے یہ شام کی ماجھی

فضہؑ کے حسیں نام میں اک نقرئی جدت
آداب کو ڈھالے تو اسی نام کی حدت
فضہؑ کو تھی یوں آلِ محمدؐ سے محبت
تاریخ مصائب میں ہے یہ ہیرو کی صورت
سادات کے ہر غم کا اثر اس پہ ہوا ہے
اس گھر کے ہر اک فرد پہ سر اس کا کھلا ہے

کچھ عمر کٹی خدمت سرکارؐ امم میں
پھر بنتِ محمدؐ کے شریک ہو گئی غم میں
یہ حیدرؑ و حسنینؑ کے ہمراہ کرم میں
کی خدمت سادات ہر اک رنج و الم میں
سر اس کے ہمیشہ تھا سعادات کا اکلیل
یہ شش جہتِ پنجتنؑ پاک کی تکمیل

جبریل ہے درباں تو حریم اصل یہی ہے
فردوس معطر ہے شمیم اصل یہی ہے
عالم ہیں نبی اور علیم اصل یہی ہے
کھاتا ہے جہاں جس کا کریم اصل یہی ہے
یہ آلؑ کی الفت میں رنگی آلؑ کے رنگ میں
یہ آلؑ کا اک فرد بنی آلؑ کے سنگ میں

یہ محرم صد پردۂ توحید خدا ہے
گھر پاک جو ہے اس کا یہاں ذکر ہی کیا ہے
باقی جو ہیں سادات یا امت کی فضا ہے
فضہؑ ہی حقیقت میں ہی سردارِ نسا ہے
القاب سے ہیں بنت نبیؐ ارفع بہ اکرام
اور سیدہ کونین تو فضہؑ کا ہے اک نام

کونین کے سادات اگر مرتبہ چاہیں
لازم ہے کہ وہ فضہؑ کی نعلین اٹھائیں
گر چاہیں نبی رفعتِ معراج کو پائیں
فضہؑ کی ہی نعلین کو آنکھوں سے لگائیں
جس در سے غلاموں کو بھی یہ شرف ملا ہے
گھر والوں کی عظمت کسے معلوم کہ کیا ہے؟

آئے گی سرِ حشر جو فضہؑ کی سواری
ناقہ پہ رکھی ہو گی بصد شان عماری
انوار کے پردوں میں وہ محشر کی تیاری
صلوات فزا ہو گا تبھی خالق باری
سر سارے نبیوں کے بھی ہو جائیں گے جب خم
ناقہ کی عناں تھام کے تب آئیں گی مریم

جعفرؑ یہ وہ اک راز ہے وہ سرِ نہاں ہے
جس راز میں ادراک گنوانے کا گماں ہے
اس راز ہی کے کشف میں دو طرفہ زیاں ہے
یا قتل کا امکان ہے اور خطرۂ جاں ہے
یا اس سے بشر وقف جنوں ہو کے رہے گا
نقصان ہے جو شخص بھی کچھ آگے رہے گا

......☆......

یا مولا کریمؑ

عونؑ و محمدؑ

علیہما الصلوٰۃ والسلام

عاشور کا دن حشر فزا عرصۂ محشر
اک نقطے پہ مرکوز ہوئی دھوپ سمٹ کر
کیفیت زلزال ہوئی عرشِ بریں پر
اور آبلے ٹیلوں کے تھے دھرتی کے بدن پر
گرمی کی وہ شدت کہ جلا دشت کا سینہ
بہنے لگا پیشانیٔ دجلہ سے پسینہ

پھرتی تھی ہر اک سمت میں لو خاک اڑاتی
سورج کی تمازت بھی تھی کرنوں کو جلاتی
حدت سے دہکنے لگی صحراؤں کی چھاتی
اور گرم ہوا پھرتی تھی شعلے سے اٹھاتی
چھن چھن کے درختوں سے گرے کرنوں کے جالے
اشجار کے سایوں پہ پڑے دھوپ سے چھالے

تھے دشت میں بکھرے ہوئے ہر سمت انگارے
لاوے تھے سرابوں کے تو ذروں کے شرارے
پانی میں نہانے لگے دجلہ کے کنارے
خنجر کی نکل آئی زباں پیاس کے مارے
شمشیر نے سرد آب نیامی میں پناہ لی
اور کرۂ آبی کی ہر اک ابر نے راہ لی

لب جلتے تھے سرد آہ اگر کھینچی کسی نے
رک جاتی تھی گر ایک نظر کھینچی کسی نے
داغ آتا تھا گر تیغ و تبر کھینچی کسی نے
سورج سے بھی سائے کی سپر کھینچی کسی نے
پانی پہ حبابوں سے پڑے آبلے یکدم
اور جل کے سیاہ ہونے لگا شام کا پرچم

خیمے وہ ادھر آلِ محمدؐ کے سرِ دشت
شعلوں کے مد و جزر میں تطہیر کا گلگشت
تقدیس بڑے ناز سے کرتی تھی جہاں گشت
گلہائے محمدؐ تھے سرابوں کے یہ طشت
اک سمت ضیا بار تھا شبیرؑ کا خیمہ
تھا پہلو میں آراستہ ہمشیر کا خیمہ

میدان میں اک معرکہءِ حشر بپا ہے
واپس نہیں لوٹا ہے وہاں جو بھی گیا ہے
تعداد میں لاکھوں کی ، ادھر قوم جفا ہے
اور مبنی بہتر پہ اِدھر فوج خدا ہے
انسان بھی سیراب نہ حیوان ہیں پیاسے
اور فوجِ خدا کے تو یہ نادان ہیں پیاسے

خیمہ ہے نبیؐ زادی کا پر درد ہے منظر
بیٹھی ہوئی ہیں بنت علیؐ فرش زمیں پر
بیٹھے ہوئے ہیں سامنے دو لعل برابر
کچھ زرد نظر آتے ہیں ان کے رُخِ انور
فرماتی ہیں بی بی یہ بلانے کا ہے مقصد
میں ماں ہوں تمہاری اے میرے عون و محمدؐ

ماحول کو دیکھو کہ بڑی سخت فضا ہے
اک جم غفیر آج بغاوت پہ تلا ہے
تنہا ہے میرا بھائی ادھر وقف جفا ہے
شبیرؑ ستم گیر چٹانوں میں گھرا ہے
یہ وقت ہے تم اب میرے جذبات کو سمجھو
اے میرے چہیتے ذرا حالات کو سمجھو

میں نے تمہیں تطہیر میں پروان چڑھایا
اور دشت میں سونے کا ہر انداز سکھایا
بچپن میں تمہیں دودھ جوانی کا پلایا
نت تم پہ رہا چادرِ تطہیر کا سایہ
مامور غلامی پہ ہو فرزند نبیؐ کے
عباسؑ کے شاگرد نواسے ہو علیؑ کے

نانا نے مجھے ملکۂ تطہیر کہا ہے
بابا میری تعظیم کو ہر بار اٹھا ہے
بھائی کا نگہباں مجھے اماں نے کہا ہے
قرآں میری تعریف میں خود نغمہ سرا ہے
بابا رہے نازاں مجھے سرہانے بٹھا کر
بھائی کریں تعظیم تو دستار اٹھا کر

کونین سے ممتاز شرف مجھ کو ملا ہے
تقدیس کو خود میں نے کنیزی میں لیا ہے
سجدہ میری دہلیز پہ ملکوں نے کیا ہے
پردہ میرے در پاک پہ دربان کھڑا ہے
کرتے ہیں سدا شرم و حیا میری حفاظت
تعظیم کو جھک جاتی تھی دستار رسالت

گو مرتبہ میں نے ہے زمانے میں یہ پایا
پھر بھی تمہیں آنکھوں پہ سدا میں نے بٹھایا
دکھ سکھ میں بڑے ناز سے ہر ناز اٹھایا
اور آنکھوں کے پلنے میں تمہیں جھولا جھلایا
اک پل بھی نہ تکلیف تمہاری تھی گوارا
پھر آپ کے کردار کی زلفوں کو سنوارا

ماں اپنی نہ سمجھو تو یہ احسان ہی جانو
تم اپنے لڑکپن کی نگہبان ہی جانو
نہ اور اگر کوئی میری شان ہی جانو
دکھ درد میں محصور پریشان ہی جانو
میں یہ تو نہیں کہتی میرا پردہ سنبھالو
اتنی سی گزارش ہے میرا بھائی بچا لو

حق دودھ پلانے کا میرا ایک یہی ہے
ہر حق جو ہے صرف اس کی اطاعت میں خفی ہے
ماموں بھی ہے سردار ہے فرزند علیؑ ہے
بیکس ہے مسافر بھی ہے مظلوم و اخی ہے
واللہ اماؑم عالم امکان کا یہ ہے
مختار میری روح میری جان کا یہ ہے

اب رشتوں کا معیار تو رشتوں سے اجل ہے
گر الفت مولا میں ذرا سا بھی خلل ہے
کوئی بھی نہیں رشتہ نہ رشتوں کا محل ہے
سن لو کہ حقیقت کا یہ قانون اٹل ہے
اب کوئی نہیں رشتہ بجز رشتہء الفت
تم میرے ہو تب جبکہ ہو مولاؐ سے محبت

اے عونؑ و محمدؑ ابھی کچھ کر کے دکھاؤ
مولاؐ پہ فدا ہونے کو میدان میں جاؤ
مسلمؑ کے پسر آئے ہیں تم سرخرو آؤ
جو باتیں تہہ قلب ہیں اظہار میں لاؤ
بچپن کی ، لڑکپن کی حدیں پھاند چکے ہو
آغازِ جوانی کے کٹہرے میں کھڑے ہو

بیٹھے تھے مؤدب یونہی سر دونوں جھکائے
ماں کی سنی تقریر تو آنسو نکل آئے
ننھے سے دلوں میں کئی بھونچال سے آئے
خاموش تھے وہ ملکہءِ تطہیر کے جائے
معصوم سے دو دل لگے اک ساتھ دھڑکنے
ہونٹوں پہ رکھا ہاتھ مراتب کی جھجک نے

پھر عونؑ نے خاموشی سے سر اپنا اٹھایا
دل دھڑکا ، گلا روندھا ، خوں آنکھوں میں بھر آیا
جذبات کا طوفان زباں پر سمٹ آیا
ہونٹوں پہ پڑا لرزہ کہا میرے خدایا
اک کپکپی طاری ہوئی جذبات کی رو میں
افکار لگے بہنے کسی بات کی رو میں

پھر دھیرے سے کی عرض کہ اے ملکہءِ امکاں
کس درجہ ہے افسردہ حضور آپ کا فرمان
اکبرؑ کی تو نعلین پہ قربان ہے صد جان
آپ اپنے غلاموں کیلیئے کیوں ہیں پریشان
خیمے میں حضور آپ ہمیں آنے نہیں دیتے
رن میں ادھر آقاؑ ہمیں جانے نہیں دیتے

فرمایئے پھر آپ کہ کس سمت کو جلائیں
لینے کیلیئے اِذنِ وغا کس کو بلائیں
اور آپ کا ارشاد ہے خیمہ میں نہ آئیں
ہم درد کی یہ بپتا بھلا کس کو سنائیں
تکلیف دہی معاف کرم کیجیئے اماں
خود اِذنِ وِغا ماموں سے لے دیجیئے اماں

غیرت سے ہوئے جاتے ہیں یہ قلب شرر بار
ہم ہوتے ہیں مسلمؑ کے یتیموں سے شرمسار
کاندھوں پہ یہ سر دونوں کو لگتا ہے گرانبار
آسان ہے اب موت نہیں جینے پہ تیار
ننھی سی امیدوں نے اثر کرنا ہے اماں
سر دینا ہے ، سر لینا ہے ، سر کرنا ہے اماں

فرمایا کہ یہ کام بھی کر لو تبھی جاؤں
سر اپنا کف دست پہ دھر لو تبھی جاؤں
آئینۂ الفت میں سنور لو تبھی جاؤں
جذبہ کی صداقت میں نکھر لو تبھی جاؤں
کس شان سے لڑنا ہے بتا دوں تو میں جاؤں
کچھ جنگ کے انداز سکھا دوں تو میں جاؤں

اے عونؑ تو اس گھر میں ہے اک جعفرؑ طیار
خیمے میں سنوں بیٹے تری تیغ کی جھنکار
اے پیارے محمدؑ تو ہے اک حیدرِؑ کرار
شمشیر تری لپکے بہ اندازِ ذوالفقار
روباہ صفت لشکر کفار ہے بیٹے
خیبر ہی قوی عزم کا معیار ہے بیٹے

آراستہ ہوں گی جو صفیں فوجِ ستم سے
سطریں سی سمجھ لینا جو بنتی ہیں رقم سے
سر کاٹتے ہیں اس طرح اللہ کے کرم سے
الفاظ کٹے جاتے ہیں جس طرح قلم سے
گر شمر کو مارا تو میری عین خوشی ہے
کہتے ہیں میرے بھائی کا قاتل بھی وہی ہے

کچھ سوچ کے سر دونوں نے یک لخت اٹھایا
کی عرض مقدر نے اگر ساتھ نبھایا
کمسن ہیں مگر سر پہ ہے اللہ کا سایہ
دونوں نے سر دشت جو گھوڑوں کو دڑایا
نیت تو یہی ہے کہ تمہیں شاد کریں گے
کفار کو اس جنگ میں برباد کریں گے

اس شام میں ہم رنگ سحر لائیں گے اماں
سرکارؐ سے جب اِذنِ وغا پائیں گے اماں
ہم سلطنت کفر پہ چھا جائیں گے اماں
اور معرکہءِ احد کو دہرائیں گے اماں
ہم شان سے ٹکرائیں گے تلوار سے تلوار
ہم جعفرؑ طیار ہیں ہم حیدرؑ کرار

ننھے سے کلیجوں پہ غضب ہے یہ جسارت
خیموں کی طرف شوخ نگاہوں کی یہ جرأت
مظلومؑ کو دکھ دینا ہے کس درجہ شقاوت
مر جانا ہے آساں پہ نہیں ضبط کی طاقت
عالم کے شہنشاہ سے یوں بے ادبی ہو
کانٹوں میں اٹکتی ہوئی سرؐور کی کلی ہو

قدموں پہ گرے ماں کے جو معصوم دلاور
وہ علقمہءِ عزمِ مسلسل کے شناور
آنکھوں میں اتر آیا لہو دل کا سمٹ کر
رونے لگی مادر بھی اسی جذبِ وفا پر
بیٹوں کو بھی اس شان سے سینے سے لگایا
دل ایسا بھر آیا کہ کلیجہ نکل آیا

بچوں سے کہا اٹھو تو ، ممتا کی دعا لو
ماموں سے اور آقا سے چلو اِذنِ وغا لو
واپس نہیں آنا مجھے سینے سے لگا لو
اچھی طرح یہ بات دماغوں میں بٹھا لو
پانا ہے تمہیں نصرتِ سرکاؐر سے معراج
اے بچو مرے دودھ کی رکھنا ہے تمہیں لاج

بھائی کی طرف لے کے چلی دُرِّ لآلی
تعظیم کو اٹھنے لگے خود سیدؑ عالی
کی عرض کہ آئی ہوں تری بن کے سوالی
در سے تیرے سائل کبھی جاتا نہیں خالی
حاضر ہیں یہ شہزادۂ کونین کا صدقہ
یہ لعل ہیں آقا تیری نعلین کا صدقہ

کمسن انہیں سمجھا ہے اے سرکارؑ زمانہ
کیا ان کو شہید ہونے کے لائق نہیں جانا
فرمایا یہ کمسن بنیں دردوں کا نشانہ
اور جنگ کا انداز بھی ان کے نہیں آنا
کی عرض تصدق ہوں گے فرزند علیؑ سے
سر دینا بھلا سیکھنا پڑتا ہے کسی سے

کمسن ہیں اگرچہ یہ میرے گوہرِ نایاب
اکبرؑ کی غلامی میں پلے ہیں میرے مہتاب
گو آئے نہیں ان کو ابھی جنگ کے آداب
لیکن مرے تسکین تمنا کے ہیں صد باب
یہ حمزہؑ و جعفرؑ کی شجاعت کے امیں ہیں
عباسؑ جواں ہے پہ یہ کم اس سے نہیں ہیں

اب مجھ پہ کرم کیجئے اور اِذنِ وغا دیں
اکبرؑ کا غلام آج انہیں پھر سے بنا دیں
شفقت سے روانہ کریں جرأت بھی بڑھا دیں
دشمن ہے جہاں اب میرے بچوں کو دعا دیں
میں سرخرو ہو جاؤں کہ یہ سرخ قبا ہوں
ارماں میرے پورے ہوں یہ گر تجھ پہ فدا ہوں

فرمایا کہ جاؤ اے میرے شیر شجاعت
خالق کے حوالے ہے یہ مضطر کی امانت
اللہ کرے گا تمہیں دونوں کی حفاظت
آنسو نکل آئے جو کیا بھانجوں کو رخصت
منہ چومتے بھانجوں کا کبھی آنسو بہاتے
سینے سے کبھی اِس کو کبھی اُس کو لگاتے

رخشوں کو اڑاتے ہوئے میداں میں جب آئے
دو ابر فنا بار صف کفر پہ چھائے
ہر چہرے پہ لہراتے تھے مایوسی کے سائے
کفار کے سر ننھی سی تیغوں سے اڑائے
گر ایک قدم آگے جو وہ لاتے صفوں کو
دو نیمچے دونیم کئے جاتے صفوں کو

آگے جو بڑھاتے تھے صفیں عصر کے فرعون
خود عوؑن بھی ہو جاتا محمدؐ کا وہاں عون
ہو جاتی تھی نفری میں کبھی آدھ کبھی پون
شمشیریں بتا دیتی تھیں تو کون ہے تو کون
ہر حملے کی یورش کو تو رد کرتے تھے دونوں
پھر نعرۂ یا موؐلا مدد کرتے تھے دونوں

جنت میں الٹ ڈالی تھیں حوروں نے نقابیں
خود فتح لگی چومنے گھوڑوں کی رکابیں
کاٹیں عمر سعد کے خیموں کی طنابیں
کھلنے لگیں پھر خیبر و خندق کی کتابیں
ہر حملے میں بپھرے ہوئے طوفان کی دھج تھی
ہر نعرۂ تکبیر میں بادل کی گرج تھی

بی بی تھی درِ خیمہ پہ قرآں کو اٹھائے
کہتی تھی مرے بچوں کو اللہ بچائے
اللہ مرے دودھ پہ اب حرف نہ آئے
خالق میری اولاد کو اب خیر سے لائے
بھیا کے یہ فدیہ ہیں مری آنکھ کے تارے
منظورِ شہادت ہوں بڑھاپے کے سہارے

یک لخت ہوئی لشکر کفار کی یلغار
ہر سمت سے پھر ٹوٹ پڑی قومِ ستمگار
بچوں پہ چمکنے لگی تلوار پہ تلوار
زخموں سے ہوا دونوں کے ، ماضی کا یوں اظہار
سر زخمی ہوا حیدرؑ کرار کی صورت
اور بازو کٹے جعفرؑ طیار کی صورت

ادرکنی کی اک ساتھ ہی دونوں نے صدا دی
فضہؑ نے درِ خیمہ کی پھر چوب گرا دی
ناموس کے بینوں نے قیامت سی جگا دی
بی بی نے جبیں سجدۂ خالق میں جھکا دی
کی عرض خدایا یہ ہیں شبیرؑ کا صدقہ
منظور ہوں ، بھائی پہ یہ ہمشیر کا صدقہ

فوراً اٹھے آواز پہ سردارِ زمانہ
دستار فراموش تھی پاؤں تھے براہنہ
رعشہ تھا جو قدموں میں تو تھے پھر بھی روانہ
کہتے تھے کہاں ہیں وہ مرے نورِ یگانہ
دیکھا تو یہ منظر تھا نہ ہٹتی تھیں نگاہیں
چھوٹے کی تھیں گردن میں بڑے بھائی کی باہیں

جب غور سے دیکھا تو وہ دم توڑ چکے تھے
اس دورِ جفا پیشہ سے منہ موڑ چکے تھے
دنیا کی ہر اک بات کو وہ چھوڑ چکے تھے
سانسوں کے حسیں باغ کو وہ جھوڑ چکے تھے
یوں جسم کے زخموں سے لہو تن کا رواں تھا
ہر سمت میں کھلتے سے گلابوں کا سماں تھا

شبیرؑ اسی حال میں خیموں کو جو لائے
ہر سمت سے ناموس نبیؐ دوڑ کے آئے
عباسؑ نے اکبرؑ نے تھے یہ لعل اٹھائے
معصوم کے ہاتھ آنکھوں سے سرورؑ نے لگائے
کہتے تھے کہ کام آئی ہے مضطر کی کمائی
بچوں کے جنازے پہ بہن کیوں نہیں آئی

جب کوئی جواب ان کی طرف ہی سے نہ آیا
ہمشیر کو مولاؑ نے کئی بار بلایا
پھر آگے بڑھے خیمے کے پردے کو اٹھایا
ماں جائی کو شبیرؑ نے پھر سجدے میں پایا
سجدے میں صدا دیتی تھی کرارؑ کی جائی
یارب رہے محفوظ ہمیشہ میرا بھائی

جعفرؑ ہے یہی جذبۂ الفت کا تقاضہ
واللہ یہ ہے مولاؑ کی نصرت کا تقاضہ
ہے اصل یہی صدقِ مؤدت کا تقاضہ
مظلوم کی نصرت کا ، حمایت کا تقاضہ
یہ کرب و بلا درسِ گہ جذبۂ حق ہے
یہ نصرتِ مظلومؑ کا اک ابدی سبق ہے

قطعہ

لوگ کہتے ہیں کہ شبیرؑ نے مہلت مانگی
ذہن میں چھوٹا سا نقطہ ہے سماتا ہی نہیں

ایک شب کی انہیں شبیرؑ نے مہلت دی تھی
دینا آتا ہے انہیں مانگنا آتا ہی نہیں

......☆......

یامولا کریمؐ

سمیاس

امریکہ میں اُڑن طشتری پر سے ایک عورت اُتری جس نے اپنا نام سمیاس اور وطن مریخ بتایا تھا...... یہ نظم اسی کے نام

شہزادیءِ مریخی و اے ملکہ پلیاد
باشندہ خلاؤں کی سیاروں کی تو ایجاد
اے حسنِ سما پیکرِ یک غمزۂ آزاد
دنیا سے بہت دور کسی شہر میں آباد
آئی ہے اڑن طشتری تیری جو زمیں پر
اک زلف سی لہرائی ہے دھرتی کی جبیں پر

تو ایک عجوبہ ہے یا مریخ کا اعجاز
سائنس کی ترقی سے بھی اوجھل ہیں ترے راز
دھرتی کی خرد سے تو ہے اونچی تری پرواز
چیلنج ہے زمیں والوں کو حق میں تری آواز
سب کچھ تو بتا کر بھی ابھی سرِ نہاں ہے
الجھا ہوا اس گیتی کے انساں کا گماں ہے

ذہنوں کے سبھی گوشوں میں اک حشر بپا ہے
تو سب کیلئے معجزۂ ارض و سما ہے
تو نور ہے یا خاک ہے تو کون ہے کیا ہے؟
سمیاس تو عورت ہے یا پریوں کی ادا ہے
کیوں اتری ہے تو ساکن افلاک ، زمیں پر
ہے عقل بشر دنگ تیرے جسم حسیں پر

اب تیرے ثنا خواں ہیں مغرب کے جرائد
کہتے ہیں سبھی اہل جہاں تیرے قصائد
بے سود ہوئے جاتے ہیں مذہب کے فوائد
اب سوچ کے تالوں میں تڑپتے ہیں عقائد
مذہب تیرا معلوم نہیں ، دین تیرا کیا
کیا تیری عبادت ہے اور آئین تیرا کیا

ہے کون نبی تیرا ، تو یزداں ہے تیرا کیا
ہیں کون آئمہ تیرے ، قرآں ہے تیرا کیا
مسجود تیرا کون ہے ، ایماں ہے تیرا کیا
اور نیکی برائی کا بھی عنواں ہے تیرا کیا
تو موت پہ قادر ہے ، حقیقت ہے تیری کیا
اعمال کی پرسش پہ قیامت ہے تیری کیا

آدم کی سب اولاد تو دنیا میں ہے آباد
اس بابائے آدم کا تو شجرہ ہے مجھے یاد
اور کون سے آدم کی تو سمیاس ہے اولاد
آدم کے زمانے سے ہے صدیوں کی یہ تعداد
بس سات ہزار اس کے برس ہوں گے کم و بیش
سائنس میں ہے تو سیزدہ ہزار برس پیش

قرآن میں جس آدمِ خاکی کا بیاں ہے
سروَرؐ سے وہ پچاس ہی پشتوں پہ عیاں ہے
ان صدیوں سے آگے تو وہ بے نام و نشاں ہے
لیکن تیرے آدم کا بتا ذکر کہاں ہے
جاتا ہے گماں جب تیرے اجداد کی جانب
انسان لڑھک جاتا ہے الحاد کی جانب

آدم کا جنم اسی (80) ہی صدی کے ہے اندر
اور تیری ترقی تو ہے کچھ سو سے بھی اوپر
کہتے ہیں یہ آثارِ قدیمہ کے مُحِصر
ہیں لاکھوں برس کے یہاں آبادی کے کھنڈر
ہے سوچ سے بالا کہ وہ تھے کون سے افراد
اس آدم قرآنی سے پہلے تھے جو آباد

وہ کون تھے اور کیا تھے یہ معلوم نہیں ہے
سب کہتے ہیں صدیوں سے ہی آباد زمیں ہے
آثارِ قدیمہ کی نظر دور کہیں ہے
کئی لاکھوں برس پہلے کا انسان مکیں ہے
نیوٹن کے تخئیل کی پری سوچ سے روپوش
اسلام بھی خاموش ہے اور کفر بھی خاموش

قرآن تو کہتا ہے بنا ایک تھا آدم
جو اسی (80) ہی صدیوں کے ہے اندر بنا آدم
پیش اس سے بھی ہے دوسرا ثابت ہوا آدم
پلیاد پہ مریخ میں ہے اک تیرا آدم
پلیاد کا اور دھرتی کا آدم جو جدا ہے
ہم ایک سے انسان ہی ہیں، راز یہ کیا ہے؟

رنگ ایک ہے، خوں ایک ہے، انداز و ادا ایک
ہیں ایک خد و خال اور آنکھوں کی ضیا ایک
ہیں فکر و نظر، صورت و سیرت میں سدا ایک
تعداد میں اعضاء بھی ہیں انسان نما ایک
ان بھول بھلیوں میں میری عقل پھنسی ہے
شاید یہ میرے دین پہ فطرت کی ہنسی ہے

اے کاش تو سمیاس مجھے اتنا بتاتی
تو اپنے مذاہب ہی کی راہ مجھ کو دکھاتی
تو اپنے حقائق سے میرے عقل میں آتی
تو جھوٹے مذاہب سے میرا پیچھا چھڑاتی
سائنس کی ہر اک بات ہے اسلام کی رد میں
مذہب بھی پناہ لیتا ہے الحاد کی حد میں

لکھا ہے حدیثوں میں یہ ہے آلؑ کا فرماں
آدم تو ہزاروں ہیں ، جو ہیں والد انساں
ہم چودہ نے ہر ایک کی مشکل کی ہے آساں
ان سب کے ہر اک حال میں تھے ہم ہی نگہباں
شاید اسی فرمان کی تائید ہے یہ بات
سمیاس تیری گیتی کے بندوں سے ملاقات

اب تو ہی بتا کون سا رکھوں میں عقیدہ
ہر مکتبہءِ فکر ہے عصیان گزیدہ
سائنس کی ترقی میں ہیں اذہان دویدہ
فرسودہ خیالات کا دامن ہے دریدہ
خود ساختہ اسلامی گھروندے ہیں تہہ آب
ہے جہل کو چندھیاتی حقائق کی تب و تاب

اے کاش کوئی پائے میری بات کی تھاہ کو
توفیق ملے اتنی سی عالم کی نگاہ کو
اور دیکھے کوئی حق کی حسیں شہر پناہ کو
ہموار کرے کوئی کنایات کی راہ کو
جعفرؑ یہ خزانہ تو ابھی زیرِ زمیں ہے
اندھا جو نہ دیکھے ، تو قصور اس کا نہیں ہے

قطعہ

تیرا اے میرے منتظَر فضا کو انتظار ہے
زمیں کی شش جہت ، سمک سما کو انتظار ہے

یہ نرگسِ خرد کی چشمِ نم ہے تیری منتظر
دلوں کی دھڑکنوں کی ہر صدا کو انتظار ہے

......☆......

یامولاکریمؐ

ملکہِ تطہیر

صلواۃ اللہ علیہا

نامِ خالق سے کروں میں ابتدا
جس کی ہو سکتی نہیں مدح و ثنا
بعدہٗ ذکرِ رسولِؐ دوسرا
پھر ہو ذکرِ عترت خیر الوریٰ

ہیں یہ ہادی دو جہاں کے واسطے
راہبر کون و مکاں کے واسطے

ہے عروسِ نظم حیدرؑ کی ثنا
بالیقیں ہیں وہ امامِؑ اتقیا
ہیں نبیوں کے وہی مشکل کشا
ہیں ملائک کیلئے یہ پیشوا

دو جہاں کا طور ان کے دم سے ہے
اور دمِ عیسیٰ انہی کے دم سے ہے

عرض کرتا ہوں سدا تم سے حزیں
آپ ہی کے دم سے قائم ہے زمیں
آپ ہیں مہر نبوت کے نگیں
گر کرم تیرا نہیں کچھ بھی نہیں
مبدۂ اسلام ہو احساں کرو
ایک ذرہ ، نیّرِ تاباں کرو

دو جہاں پر ہے عنایت آپ کی
مہر و مہ پر ہے سخاوت آپ کی
پھول میں پنہاں طراوت آپ کی
انبیاء کو بھی ہدایت آپ کی
چاند تاروں پر ترے احسان ہیں
مرغزاروں پر ترے احسان ہیں

آپ نے بخشا ہے ہر شے کو اثر
آپ کی ضو سے نکھرتی ہے سحر
حمد کرتے ہیں ترے شیریں ثمر
رات دن رہتی ہے ہر اک کی خبر
وصف ہو سکتی نہیں تیری بیاں
مہر تاباں ، اور یہ ذرہ کہاں

اپنے مقصد کی طرف آتا ہوں میں
فیض تیرے در سے نت پاتا ہوں میں
گیت تیرے رات دن گاتا ہوں میں
واقعہ اک اور سنواتا ہوں میں

اس کے راوی ہیں سلیماں بن بشیر
وہ سناتے ہیں یہ قصہ بے نظیر

مجھ کو مولًا نے بلایا ایک دن
شاہِ دیں تھے صحن میں جلوہ فگن
مجھ سے فرمانے لگے شاہِ زمن
دیں کے مولا والد شاہِ حسنؑ

بات میری سن ذرا اے مرد نیک
تیرے ذمے کام میں کرتا ہوں ایک

آج ہی بغداد ہے جانا تمہیں
کام میرا کر کے ہے آنا تمہیں
راز ہے اک اور بتلانا تمہیں
اہل اس کا میں نے ہے جانا تمہیں

جا کے تم بغداد میں کرنا دھیان
عُمر نامی ایک رہتا ہے جوان

آئی ہیں کافی کنیزیں اس کے پاس
ان کنیزوں میں سے ہو گی اک اداس
پھر بتایا اس کو سارا اقتباس
ان کو لانا ہے یہاں اے حق شناس
لے کے کیسہ زر کا وہ فوراً اٹھا
چل پڑا بغداد کو عبد خدا

جب گیا بغداد میں وہ ذیوقار
ہو گیا وہ راز اس پر آشکار
عَمر سے کہتی تھی بی بی بار بار
غیر محرم تو ہے ، میں ہوں پردہ دار
جب سلیماں نے اسے آگاہ کیا
عَمر بولا ہوں میں راضی بر رضا

جا کے بی بی سے وہ بولا نیک خو
مولّا کرتے ہیں تمہاری جستجو
آئی بر بی بی کی جو تھی آرزو
خشک تھا جس غم سے بی بی کا لہو
عَمر سے بولی وہ بی بی با صفا
اس کے ہاتھوں بیچ دو بہر خدا

کیسۂ زر پھر سلیماں نے دیا
ساتھ اپنے اس نے بی بی کو لیا
سامرہ کی سمت فوراً چل پڑا
عرض کی کیا ہے تمہارا واقعہ
آپ آئے کس طرح بغداد میں
مصدرِ فرعونیت بیداد میں

بی بی بولی ہے ملیکہؑ میرا نام
روم کا جو ملک ہے ذی احتشام
میرا دادا اس کا ہے شاہِ مدام
باپ میرا ان کا ہے قائم مقام
دھوم عالم میں ہے جس دربار کی
میں ہوں شہزادی اسی سرکار کی

جب میرے سر سے ہوا بچپن رواں
میرے دادا کو ہوا اس کا دھیاں
کر لیا سامانِ شادی بے گماں
مجھ سے فرمانے لگے اے میری جاں
جو کہ چچا زاد بھائی ہے ترا
تو میری پوتی ہے ، وہ پوتا مرا

چاہتا ہوں ہو تری شادی وہاں
جائے یہ محنت نہ میری رائیگاں
ماشا اللہ ہو گئی ہے تو جواں
کر دو شادی کیلئے بس ایک ہاں
ہو چکا ہے کام اب ہر اک تیار
میں ہوئی قصہ یہ سن کر بے قرار

میں رہی خاموش اور مجبور تھی
مرد تھے وہ اور میں مستور تھی
شاہی دادا کی بہت مشہور تھی
بات یہ عالم میں بھی منشور تھی
ختم کرتی ہوں فسانہ ہے طویل
بات طولانی ہے اور وقت ہے قلیل

اس سے جب ہونے لگا میرا بیاہ
جمع تھے ہر مملکت کے بادشاہ
دھوم خوشیوں کی تھی تا حدِ نگاہ
بادشاہ آئے محل میں بے پناہ
تخت زریں درمیاں لایا گیا
اسقفوں کو جلد بلوایا گیا

مجتمع جب ہو گئے سب آدمی
چھا گئی ہر سو انوکھی تازگی
یک بیک گویا قیامت آ گئی
ہو گئی کافور چہروں سے خوشی
سارا سامانِ خوشی ابتر ہوا
تخت زریں مڑمڑا کر گر پڑا

اس کو سمجھا ہر کسی نے فال بد
جو کہ خوشیوں کیلئے کرتے تھے کد
وہ بھی کرنے لگ گئے مجھ سے حسد
وہ میری ہر بات کو کرتے تھے رد
کہتے تھے شادی کی بد نکلی ہے فال
آنے والا ہے مسیحوں پر زوال

بعد اس کے اس کا بھائی اور تھا
عقد میرا اس سے پھر ہونے لگا
پھر مسرت چھا گئی بے انتہا
ڈھول باجے بج رہے تھے جا بجا
قصر شاہی ہو گیا آراستہ
ہو گیا ہر اک بشر پیراستہ

پھر لگایا ایک تخت زر نگار
جس سے تھی اک صنعت حق آشکار
ہو گیا وہ تخت زریں جب تیار
چرخ کرتا تھا وہاں انجم نثار
تخت پر نوشہ کو بٹھلایا گیا
پاپائے روما کو بلوایا گیا

پھر وہ ہیبت سب کا دل دہلا گئی
میں نے سمجھا اک قیامت آ گئی
تیرگی دنیا پہ یک دم چھا گئی
آسماں کانپا زمیں تھرا گئی
گر پڑا وہ تخت اک پل میں تمام
درہم و برہم ہوا سب انتظام

میں اٹھی حجلہ عروسی چھوڑ کر
اپنا رخ سارے جہاں سے موڑ کر
ساری رسمیں اپنے دیں کی توڑ کر
رشتۂ دل دین حق سے جوڑ کر
دل میرا مسرور تھا اس بات سے
پیار میرا بڑھ گیا اک ذات سے

رک گئی تقریب شادی جس گھڑی
میں محل میں آ کے فوراً سو گئی
پھر بھی میں اتنی صدا دیتی رہی
تلخ میری ہو چکی ہے زندگی
بینا و دانا ہے تو میرے کریم
نحس کہتے ہیں مجھے اہل جہیم

میں نے کی خالق سے یہ آ کر صدا
عاجز و ناچیز ہوں میرے خدا
بے سہاروں کا ہے جب تو آسرا
آپ کر دیں فکر سے مجھ کو رہا
دل قوی ہوتا ہے تیرے ذکر سے
کر مجھے آزاد رنج و فکر سے

میں نے دیکھا نیند میں پھر ایک خواب
آ گئے فخرؐ رسل عالی جناب
عیسیٰ و شمعون بھی تھے ہمرکاب
مجھ سے کرتے ہیں میرے آقا خطاب
تم نہ گھبراؤ کہ ہم ہیں آ گئے
جان لو ابر کرم ہیں آ گئے

ان کو دیکھو جد تری شمعون ہیں
ان کو دیکھو سیدہؑ خاتون ہیں
یہ حسنؑ ہیں جو کہ میرا خون ہیں
ان کے جو دشمن ہیں سب ملعون ہیں
تجھ کو لینے آیا ہوں ان کیلیئے
تیری شادی رک گئی جن کیلیئے

ان کو پہچانو یہ ہیں عیسیٰ نبی
ان کو دیکھو ہیں یہی مولا علیؑ
باقی جو دس ہیں وہ ہیں میرے وصی
ساتھ ہی پردے میں ہے بنت نبیؑ
پھر یہ فرمایا انہوں نے اے مسیح
مدعا اپنا تو ہے بالکل وضیح

ہنس کے فرمایا کہ اے عیسیٰ نبی
میں سناتا ہوں تجھے حکم جلی
حضرت شمعون ہیں تیرے وصی
یہ ہیں ان کے باغ کی اعلیٰ کلی
مانگتا ہوں اپنے ماہ رُو کیلیئے
اپنے اس فرزند خوش خو کیلیئے

یہ اشارہ تھا سوئے مولا حسنؑ
میں نے دیکھا جانب غنچہ دہن
تھے مسیح شمعون سے محو سخن
باغِ نبوی کے ہیں یہ سروِ چمن
بولے یہ شمعون ہے مجھ کو قبول
اب کریں تزویج ان کی خود رسوؐل

پھر رسوؐل پاک نے خطبہ پڑھا
عیسیٰ و شمعون بھی شاہد بنا
میں ہوئی حیران کیا ہے ماجرا
جاگنے پر تھی خوشی بے انتہا
کر سکی نہ میں کسی کو اس کا ذکر
زندگانی کی مجھے لاحق تھی فکر

اس طرح گزرے کئی یوں روز و شب
پھر مجھے ہونے لگا جاں کا تعب
ہو گئی بیمار میں تھی جاں بلب
سب نہیں تھے جانتے اس کا سبب
دن بدن ہوتی گئی میں نیم جاں
فکر یہ تھی کب میں پہنچوں گی وہاں

میں نے کی دادا سے اک دن التجا
جو مسلماں قید ہیں ، کر دیں رہا
یہ بھی ممکن ہے ملے مجھ کو صلا
شاید اس ہی سے ملے مجھ کو شفا

میرے دادا نے سنا جب یہ کلام
کر دئے آزاد وہ قیدی تمام

ہفتہ دو کے بعد دیکھا میں خواب
آئی ہیں یاں سیدہؑ عالی جناب
آ کے مریم نے کیا مجھ سے خطاب
تیرے شوہر ہیں انہیں کے ماہتاب

عسکریؑ ذیشان کی مادر ہیں یہ
معدنِ دیں طاہر و اطہر ہیں یہ

میں لپٹ کر روئی ان سے زار و زار
آپ کے فرزند جو ہیں ذی وقار
جن کے غم میں میں رہی ہوں بے قرار
حال تک میرا نہ پوچھا ایک بار

آئے نہ میری عیادت کیلئے
کیوں نہیں آئے ہدایت کیلئے

ہنس کے بولیں بی بیؑ مجھ سے مرحبا
ایک باعث تھا جو دوں تم کو بتا
کلمۂ توحید کر دل سے ادا
پھر وہ آئیں گے تجھے ملنے سدا
جب پڑھا کلمہ تو آنکھیں کھل گئیں
کلفتیں ساری کی ساری دھل گئیں

پڑھ کے پھر صَلِّ علیٰ سوئی وہاں
عالمِ رویا میں دیکھا یہ سماں
آئے ہیں ملنے مجھے شاہؐ جہاں
عرض کی میں نے کہ رہتے ہو کہاں
آپ ملنے بھی نہ آئے کیوں مجھے
ہر گھڑی میں یاد کرتی تھی تجھے

مجھ سے پھر بولے وہ شاہؐ نامدار
ہو رہا ہے یاں سے اک لشکر تیار
اور کنیزیں ان میں ہوں گی بے شمار
تم بھی حلیہ ان کا کرنا اختیار
حافظ و ناصر خدا ہے آپ کا
نگہباں خالق سدا ہے آپ کا

نور کے تڑکے ہوا لشکر تیار
میں ہوئی جملہ کنیزوں میں شمار
کر لیا حلیہ انہی کا اختیار
جب ہوئی ان کو مسلمانوں سے ہار
فاتحوں نے پہلے مال و روز لیا
پھر گرفتار آ کے ہم سب کو کیا

یوں ہوئی میں اپنے ہی گھر سے جدا
عمر تک پہنچی یہی تھا ماجرا
عرض یہ اس دم سلیماں نے کیا
کس نے دی تھی آپ کو عربی پڑھا
بولیں عربی تھی پسند آئی مجھے
اک معلّمہ نے تھی سمجھائی مجھے

سامرہ میں لایا جب وہ نیک خو
پایا بی بیؑ نے کمالِ آبرو
کرتی تھی دن رات جن کی جستجو
جن کی چاہت تھی ، کھڑے تھے رو برو
شہؑ نے فرمایا کہ سن اے پردہ دار
اشرفی دیتا ہوں تجھ کو دس ہزار

کر دیا آزاد میں نے اس کے بعد
جانتا ہوں میں تمہاری روئیداد
زادِ راہ کرتا ہوں میں اس سے زیاد
جاؤ پھر تم سمت روما شاد شاد
کوئی روکے گا نہیں جب جاؤ گی
کہتا ہوں آرام گھر میں پاؤ گی

دوسری جو بات ہے وہ ہے یہی
میرے ماہ رو کی کرو تم زوجگی
ان سے پیدا ہو گا میرا اک وصی
ہو گا بالکل جو کہ ہم شکل نبیؐ
عدل گیتی پر وہ یوں پھیلائے گا
ابر رحمت دہر پر چھا جائے گا

میں نے کی یہ عرض دل مسرور ہے
راج سے یہ نوکری منظور ہے
آپ کی قربت سے ہر غم دور ہے
آپ کی الفت سے دل معمور ہے
میں رہوں گی آپ کے در پاک پر
یہ کریں فیضان مشت خاک پر

لائے مجھ کو گھر میں پھر شاہِ جہاں
گھر میں تھا گویا کہ جنت کا سماں
میں پہنچ کر خوش ہوئی اتنی وہاں
جس طرح عیسیٰ با اوجِ آسماں
جشن کی تیاریاں ہونے لگیں
چرخ برنا ہو گیا سنوری زمیں

ہو گیا میرا بیاہ ذیشان سے
یازدہم مظہر یزدان سے
درد سب جاتے رہے درمان سے
وجد میں انجم تھے شب کی تان سے
میں ہوئی شہزادی ، وہ تھے شاہ دیں
میں تھی مہر روم ، وہ میرے نگیں

جب ہوا شادی کا گھر میں اہتمام
کر رہے تھے خود ملائک انتظام
بٹ رہے تھے بزم میں کوثر کے جام
جامِ کوثر پی رہے تھے خاص و عام
دیکھ کر کوثر کا جامِ لالہ زار
آ گیا گلشن میں لالہ کو خمار

ہو گیا ساماں عروسی جب تیار
تھے سبھی ملبوس وہ جوہر نگار
رقص فرما تھی وہاں صبح بہار
راز جنت ہو گیا تب آشکار

زندگانی میں تھی خوشیوں کی مہک
گوشہءِ دل میں نہ تھی غم کی کسک

یا الٰہی یہ دعائیں کر قبول
شاد ہو ملکہ و فرزند رسولؐ
پر مسرت ہو سبھی آلِؑ رسول
اور ہو جعفرؑ کو تمنا کا حصول

پوری جعفرؑ کی یہی فریاد ہو
مادرِؑ شاہِؑ زمن آباد ہو

نوٹ

یہ میرے بچپن کی یادگار نظم ہے جس میں میری ذہنی ناپختگی صاف ظاہر ہے لیکن اس کی تصحیح اس لئے نہیں کرتا کہ قارئین کمسنی اور جوانی کے کلام میں امتیاز کر سکیں ورنہ اس کی خامیاں میرے سامنے ہیں اور اس نظم کو سنوار بھی سکتا ہوں ...... لیکن مناسب نہیں سمجھتا

جعفرؑ نقوی